تصانیفِ شبلی کے تراجم

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تصانیف شبلی کے تراجم

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

نو دریافت تصویر علامہ شبلی

تصانیف شبلی کے تراجم

ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی

ادبی دائرہ، اعظم گڑھ

- نام کتاب : تصانیف شبلی کے تراجم
- مصنف/ناشر : ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی
- طبع اول : مارچ ۲۰۲۱ء
- صفحات : ۲۲۴
- قیمت : ۴۰۰/روپے
- مطبع :

TASANIF-E-SHIBLI KE TARAJIM

by: Dr Mohammad Ilyas Azmi
Mob +919838573645
azmi408@gmail.com

ISBN

ملنے کے پتے

- مکتبہ دار المصنفین شبلی اکیڈمی، اعظم گڑھ۔ موبائل: ۶۳۸۶۳۲۴۴۳۷
- مکتبہ جامعہ لیمٹیڈ، اردو بازار، جامع مسجد دہلی۔ موبائل: ۰۱۱۲۳۲۶۰۶۶۸

ooo

ایک شبلی شناس

ڈاکٹر خالد ندیم

صدر شعبہ اردو۔ یونیورسٹی آف سرگودھا

کی نذر

ترجمہ

میں تو ترجمہ کو اصلی علمی خدمت سمجھتا ہوں
بلکہ ان شاء اللہ اس کا ایک باضابطہ سررشتہ قائم کروں گا۔

شبلی

۲۲/مارچ ۱۹۰۳ء

(لسان الصدق اگست ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۹)

ترتیب

تصانیف شبلی کے تراجم

باب اول: تصانیف شبلی کے تراجم

باب دوم: مترجمین

○○○

شبلی شناسی کی نئی منزلیں

ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب۔ کراچی

جنوبی ایشیا کے مسلمانوں میں جن اکابر علم و ادب نے ایک تنوع اور ہمہ جہتی کے ساتھ بھرپور خدمات انجام دی ہیں اور اپنے معاصرین ہی نہیں اپنے بعد آنے والی باذوق نسلوں کو بھی متاثر کیا ہے، ان میں علامہ شبلی نعمانی کا نام بھی ایک نمایاں حیثیت و اہمیت کا حامل ہے۔ چناں چہ یہی وجہ ہے کہ ان سے متاثر ہونے والوں اور ساتھ ہی ان مصنّفین و سوانح نگاروں نے بھی، جنھوں نے انھیں اپنا موضوعِ مطالعہ و تحقیق بنایا، وہ بھی ایک ایسی تعداد میں ہیں کہ جنھیں مثالی ہی کہا جاسکتا ہے۔ اگر چہ اولاً شیخ محمد اکرام نے ایک سائنسی طرز اسلوب کے ساتھ شبلی کی حیات و فکر پر اپنے مطالعے کا پرکشش آغاز کیا تھا جسے عزیز احمد نے اگر چہ انتہائی مختصر لیکن ایک منفرد فکری و تجزیاتی رنگ دیا، لیکن ان دونوں حضرات کے ماضی و حال کے معاصرین نے شبلی پر اپنے متنوع نوعیت و معیار کے جو مطالعات پیش کیے، ان کا ایک دل نشیں عروج محمد الیاس اعظمی کی متواتر کاوشوں میں نظر آتا ہے جو بے حد قابلِ رشک اور مثالی ہیں کہ موصوف نے شاید زندگی کے سارے معاملات یہاں تک کہ کھانا پینا بھی ترک کر کے خود کو صرف مطالعاتِ شبلی ہی کے لیے وقف کر رکھا ہے اور جو ایک شخصی و سوانحی مطالعے اور دید و دریافت یا تحقیق کی ایک حد درجے معیاری اور منفرد مثال ہیں۔ بہت کم مثالیں ہمارے ہاں ایسی ہیں کہ کسی اہلِ قلم نے خود کو تمام تر صرف ایک شخص کے احوال و آثار کی جمع و ترتیب اور دید و دریافت کے لیے وقف کر رکھا ہو۔ ابتدا اس ضمن میں اگر چہ دارالمصنّفین کی تاریخی خدمات کے جائزے سے شروع ہوئی تھی، لیکن بہرحال اس سلسلے کو شبلی نعمانی

سے متعلق مطالعات میں مرکوز ہونا ہی تھا، جو بالآخر ہوا اور اس شایانِ شان طریقے سے بھی ہوا کہ جس میں شبلی شناسی کی سوسالہ روایت کا کھوج بھی لگایا گیا، کتابیاتِ شبلی بھی مرتب ہوئی، دبستانِ شبلی کو اقبال کے حوالے سے بھی دیکھا گیا، پھر اسی روایت کو خود نوشتوں میں، اور سخنوروں کی نظر میں بھی تلاش کیا گیا، اور ان سب سے بڑھ کر متعلقاتِ شبلی، شبلی اور جہانِ شبلی، شذراتِ شبلی، نقوشِ شبلی، بیانِ شبلی اور شبلی کے اعلام واشخاص بھی مرتب کر کے دیکھے گئے۔ ان میں سے بیشتر کام اگرچہ مطالعاتِ شبلی کے لیے مخصوص اور وقف ہیں لیکن ان میں سے اکثر کام مطالعے کی اس بے پناہ وسعت کے بغیر ممکن نہ تھے جن کا ثبوت یہاں ہمارے سامنے ہے۔ لیکن زیرِ نظر کوشش کہ تصانیفِ شبلی کے تراجم کا کھوج لگایا جائے اور ان کی ایک کتابیات بھی مرتب کی جائے اور اس طرح دیگر زبانوں کے مترجمین کی بھی شبلی میں دلچسپی کو اخذ کر کے شبلی کے بارے میں ایک مزید اضافی رائے قائم کرنے کی کوشش کر لی جائے، کچھ کم اہم نہیں۔ یوں یہ مقصد عالمی سطح پر شبلی کو مزید بہتر صورت میں سمجھنے اور شبلی کی خدمات کو متعین کرنے میں بھی معاون ہو سکے گا۔ اس نوع کے مطالعے کی یہ ایک منفرد کوشش ہے جسے جس قدر سراہا جائے کم ہے۔ یوں محمد الیاس اعظمی صاحب کی ان کاوشوں کی وجہ سے اب شبلی کی حیات وخدمات اپنی ہر حیثیت وسطح کے مطابق اپنی تفہیم ومطالعات کے لیے ہمیں دستیاب ہیں اور ایک ناگزیر و بنیادی ماخذ کے طور پر یہ سارا اہتمام ہمارے لیے بل کہ اگلی نسلوں کے لیے اور ایک ساری علمی دنیا کے لیے ممنونیت وشکر گزاری کا باعث بنا رہے گا۔

شکریہ الیاس اعظمی صاحب!

معین الدین عقیل

۱۹ر فروری ۲۰۲۱ء

حرف آغاز

علامہ شبلی نعمانی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] کی جامع کمال شخصیت میں جس قدر عظمت و بلندی اور ان کی فکر و نظر میں جس قدر وسعت و ہمہ گیری کے عناصر یکجا ہو گئے تھے، ان کے عہد میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔ انہوں نے علم و ادب اور تحقیق و تصنیف کے میدان میں جو لازوال نقوش ثبت کئے ہیں اس سے ہر ذی علم آگاہ ہے۔ ہمارے عہد کے نامور ادیب و نقاد اور دانشور شمس الرحمٰن فاروقی [۱۹۳۵-۲۰۲۰ء] مرحوم نے سچ لکھا ہے کہ

> ''حجت الاسلام علامہ شبلی نعمانی نے بہت کم عمر پائی۔ ان کا زمانہ تصنیف و تالیف و تدریس بھی نسبتاً بہت مختصر رہا۔ لیکن بلاخوف تردید کہا جاسکتا ہے کہ صرف تصنیفات ہی کا جائزہ لیں تو معلوم ہوگا کہ موضوعات کے تنوع، مطالعے کی وسعت، تفکر کی گہرائی اور گیرائی اور استحضار علم کے اعتبار سے ان کا ثانی مسلمانوں میں علم کی بہار کے زمانے میں البیرونی، بوعلی، غزالی جیسوں میں تو مل سکتا ہے، لیکن شبلی کے اپنے زمانے سے لے کر آج تک شبلی کا ثانی تو کیا، ایسا بھی کوئی نہ ہوا جسے ہم شبلی کا ظل کہہ سکیں۔''
>
> (شبلی خود نوشتوں میں، ص ۹)

جانشین شبلی مولانا سید سلیمان ندوی [۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] کے مطابق علامہ شبلی نعمانی نے ''بتیس برس تک ہندوستان اور ہندوستان سے باہر کی اسلامی دنیا کو اپنے قلم کی روانی سے سیراب، اپنی شعلہ نفسیوں سے گرم اور اپنی نواسنجیوں سے پرشور رکھا۔'' (حیات شبلی ص ۱)

اس بتیس برس [۱۸۸۲-۱۹۱۴ء] کی مدت میں انھوں نے مختلف علمی، ادبی، تاریخی اور

تعلیمی موضوعات پر ایسی معرکہ آرا کتابیں اور گراں مایہ تاریخی اور تحقیقی مقالات سپرد قلم کئے جن کی عظمت و بلند پائیگی کا اعتراف ان کے عہد میں بھی کیا گیا اور آج بھی کیا جاتا ہے۔ نہ صرف اعتراف کیا جاتا ہے بلکہ استفادہ کا عمل بھی جاری ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ اہل علم و دانش نے علامہ شبلی نعمانی کی بیشتر تصانیف اور بعض تاریخی مقالات کا شمار ان کی اولیات میں کیا ہے۔

ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ علامہ شبلی نے جن اچھوتے موضوعات پر قلم اٹھایا اور داد تحقیق و تصنیف دی، ان کا حق تو ادا ہی کیا، علاوہ ازیں تعبیر و بیان کا ایسا انوکھا اور نادر اسلوب اختیار کیا کہ علماء کے ساتھ جدید تعلیم یافتہ حلقہ بھی متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ تصانیف شبلی کی شہرت و مقبولیت اور کثرت اشاعت کا ایک بنیادی سبب یہ بھی ہے۔

لیکن علامہ شبلی کی عالمی شہرت و مقبولیت بلکہ ان کے عالم گیر اثرات کا اصل سبب ان کی تصنیفات و تالیفات کے وہ تراجم ہیں جن کے ذریعہ افکار و نظریات شبلی کا آوازہ پوری دنیا میں بلند ہوا۔ حالانکہ ان تراجم سے ہندوستان میں لوگوں کو علی العموم واقفیت نہیں یا کم لوگوں کو ان کا علم ہے۔

عرصہ ہوا راقم نے ماہنامہ معارف اعظم گڑھ میں 'علامہ شبلی کی تصنیفات کے ترجمے' کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا تھا، جسے اہل علم نے بے حد سراہا۔ خود معارف کے مدیر مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ نے پسندیدگی کا اظہار کیا۔ بعد ازاں ناچیز نے اس میں اضافہ کیا اور وہ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے مجلّہ 'اسلام اور عصر جدید' کے شبلی نمبر میں 'عالم اسلام میں شبلی شناسی' کے عنوان سے شائع ہوا۔ اہل علم نے اسے بھی پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھا۔ اس کے بعد کسی اہل قلم یا پرستار شبلی نے ان تراجم کی طرف توجہ نہیں دی۔ حقیقت یہ ہے کہ علامہ شبلی کی تصنیفات و تالیفات مختلف عالمی اور علاقائی زبانوں مثلاً عربی، فارسی، انگریزی، ترکی، پشتو، ہندی، کنڑ، کشمیری، گجراتی، گوجری، مراٹھی اور ملیالم وغیرہ میں ترجمہ ہوکر ہندوستان اور ہندوستان سے باہر دنیا کے ایک بہت بڑے حصہ کو متاثر کر رہی ہیں۔ اور علامہ شبلی کی اصل تصنیفات کے ساتھ ان کی فکر و نظر کا فیض واثر ان تراجم کے ذریعہ ایک بڑے حلقہ پر قائم ہوا۔ بلکہ اب یہ سلسلہ اس قدر دراز ہو چکا ہے کہ تصانیف شبلی کے بارے میں بابائے اردو مولوی عبدالحق [۱۸۷۰-۱۹۶۱ء] کی یہ رائے مضحکہ خیز معلوم ہوتی ہے کہ

''مولانا شبلیؒ کی تصانیف کو ابھی سے لونی لگنی شروع ہوگئی ہے۔ زمانہ کے

ہاتھوں کوئی نہیں بچ سکا۔ وہ بہت سخت مزاج ہے۔ مگر آخری انصاف اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ان کی بعض کتابیں ابھی سے لوگ بھولتے جاتے ہیں اور کچھ مدت کے بعد وہ صرف کتاب خانوں میں نظر آئیں گی۔''

(مقدمہ خطوط شبلی ص ۲۶)

یقیناً زمانہ کے دست برد سے کوئی نہیں بچ سکا ہے اور بقائے دوام کا دعویٰ کس کو زیب دیتا ہے۔ مگر یہ حقیقت بھی اپنی جگہ مسلم ہے کہ علامہ شبلی کی تصانیف پر ایک صدی بلکہ بعض تصانیف پر ایک صدی سے زاید کا عرصہ گذر جانے اور شب وروز کی ہزار ہا گردشوں کے باوجود پھپھوندیں نہیں لگیں اور دنیائے علوم وفنون میں نت نئے انقلابات کے وقوع پذیر ہونے کے باوجود ان کی ایک ایک کتاب کے سیکڑوں ایڈیشن طبع ہوکر حسن قبول کی سند افتخار حاصل کر چکے اور کرتے جاتے ہیں اور ان سے استفادہ کا سلسلہ ہنوز جاری ہے، بلکہ اب ان کی تصنیفات عالمی کتاب خانوں کے ساتھ لوگوں کے ہاتھوں میں بلکہ دلوں میں گھر کر چکی ہیں۔ خاص طور پر سیرۃ النعمان، الفاروق، شعرالعجم، الجزیہ اور سیرۃ النبی ؐ کو کون صاحب ذوق ہوگا جو اپنے پاس رکھنا یا سینے سے نہیں لگانا چاہتا ہوگا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے کہ علامہ شبلی کی چند کتابیں اپنے بلند معیار، منطقی طرز استدلال اور منفرد اسلوب کی بنا پر دنیا کی مختلف زبانوں کے اہل علم ودانش کا مرکز نگاہ بنی ہوئی ہیں۔ اور یہ بات ہمارے ملک ہندوستان کے لئے خاص طور پر باعث افتخار ہے۔

پیش نظر کتاب دنیا بھر میں ہونے والے تصانیف شبلیؒ کے تراجم کے تعارف وتذکرہ کا مجموعہ ہے۔ اور وضاحتی کتابیات کی طرح ایک ایک کتاب کی تمام تفصیلات نہایت تلاش وتفحص سے یکجا کی گئی ہیں۔ تراجم کے ناشرین، ان کے مطابع، صفحات، سنہ اشاعت اور دیگر قابل ذکر تفاصیل درج کرنے کے علاوہ مترجمین کا تذکرہ بھی قلم بند کیا گیا ہے۔ اور بلاشبہ ان تذکروں کے لکھنے میں بڑی کدوکاوش کی گئی ہے۔ آرزو اور منشا یہ ہے کہ اکیسویں صدی میں تصانیف شبلی کی عظمت و بلند پائیگی اور شہرت ومقبولیت سے واقفیت کے سوا جس زبان کے لوگ ان تصنیفات سے استفادہ کرنا چاہیں وہ اپنی آرزو کی تکمیل کر سکتے ہیں۔

یہاں یہ بات بھی لائق ذکر ہے کہ علامہ شبلی نعمانی اور ان کی تصانیف کے قدرداں اور ان

کے مرتبہ شناس ان کے عہد کے ارباب دین ودانش تو تھے ہی، امراء وروٴسا اور فرماں روایان ریاست وحکومت بھی اس میں شامل ہیں۔ اہل علم بخوبی واقف ہیں کہ 'الفاروق' کی تالیف وتکمیل میں مرحوم سرکار آصفیہ حیدرآباد دکن کا تعاون واشتراک شامل حال تھا اور وہ سرکار آصفیہ کے زریں سلسلہ میں داخل تھی۔ اسی طرح علامہ شبلی نعمانی کی شہرۂ آفاق سیرۃ النبیؐ کی تصنیف میں بیگم بھوپال سلطان جہاں بیگم [۱۸۵۸-۱۹۳۰ء] کی والہانہ دلچسپی اور سرشارانہ شغف سے اہل نظر بخوبی واقف ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی کا یہ تاریخی قطعہ بیگم سلطان جہاں کی علم نوازی اور معارف پروری کو زندہ جاوید کر گیا کہ

مصارف کی طرف سے مطمئن ہوں میں بہرصورت
کہ ابر فیض سلطان جہاں بیگم زرافشاں ہے
رہی تالیف و تنقید روایت ہائے تاریخی
تو اس کے واسطے حاضر مرا دل ہے مری جاں ہے
غرض دو ہاتھ ہیں اس کام کے انجام میں شامل
کہ جس میں اک فقیر بے نوا ہے ایک سلطاں ہے

بیگم سلطان جہاںؒ نے اپنے دونوں صاحبزادوں کو بھی علامہ شبلی نعمانی کے کاروان سیرت میں اس طرح شامل کر دیا تھا کہ ایک صاحبزادے نواب حمیداللہ خاں [۱۸۹۴-۱۹۶۰ء] نے سیرت کی کتابیں مہیا کرانے کے لئے علامہ شبلی کی خدمت میں ایک بڑی رقم نذر کی۔ جبکہ دوسرے صاحب زادے کرنل عبیداللہ خاں [۱۸۷۸-۱۹۲۴ء] نے سیرۃ النبیؐ کے انگریزی ترجمہ کے تمام اخراجات ادا کرنے کا ذمہ اپنے سر لیا۔ یہ منصوبہ ان کی وفات کے سبب پورا نہ ہو سکا۔

علاوہ ازیں بیگم سلطان جہاں نے اپنی ایک بہو میمونہ سلطان شاہ بانو بیگم نواب حمیداللہ خاں سے علامہ شبلی کی سیرت سے متعلق اولین کاوش 'تاریخ بدء الاسلام' کا اردو میں ترجمہ کرایا اور اسے مطبع سلطانی بھوپال سے شائع کرایا۔

کم لوگوں کو معلوم ہوگا کہ افغانستان کے وزیر اعظم اسداللہ خاں کی والدہ اور محمد نادر خاں [۱۸۸۳-۱۹۳۳ء] بادشاہ افغانستان کی ہمشیرہ عزت مآب علیا جناب نے 'الفاروق' کا فارسی زبان

میں ترجمہ کیا۔جس کی ترتیب وتہذیب کا کام مولوی نجف علی عاصی جلال پوری نے انجام دیا۔اور جو۱۳۵۱ھ میں حکومت افغانستان کی وزارت تعلیم کی طرف سے شائع ہوا۔

غرض تصانیف شبلی اوران کے تراجم سے اہل علم اورارباب کمال کے ساتھ اصحاب تخت و تاج نے بھی بھرپور دلچسپی لی۔اس کتاب میں تصانیف شبلی کے تراجم کی تفصیل کے ساتھ عظمت شبلی کے اس طرح کے بعض ضمنی واقعات کا ذکر بھی آ گیا ہے۔

علامہ شبلی اور مطالعات شبلی میں جو علمی و تحقیقی کتابیں یا مضامین و مقالات لکھے گئے ہیں اس کتاب میں ان سے سرے سے تعارض نہیں کیا گیا ہے۔ان سے متعلق معلومات کے لئے راقم کی دوسری کتابیں کتابیات شبلی، آ ثار شبلی اور نقوش شبلی ملاحظہ کی جاسکتی ہیں۔گوان میں بھی اب بہت کچھ اضافہ ہو چکا ہے۔

تصانیف شبلی ہی کی طرح مقالات شبلی نے بھی بڑی شہرت ومقبولیت حاصل کی۔ایک حقیقت یہ بھی ہے جس کا ذکر متعدد اہل علم ودانش نے کیا ہے کہ اردو میں تاریخی مقالہ نگاری کا آغاز علامہ شبلی کے قلم سے ہوا ہے۔چنانچہ ان کے تاریخی مقالات نے اپنے عہد میں اس قدر مقبولیت پائی کہ متعدد ناشرین نے مجموعہ مقالات کے سوا انہیں کتابچہ کی صورت میں بھی شائع کیا۔یہی نہیں دیگر زبانوں میں ان رسائل شبلی کے تراجم بھی شائع کئے۔زیرنظر کتاب میں اس طرح کے بعض مقالات شبلی کے تراجم کو بھی شامل کیا گیا ہے۔

علامہ شبلی کی کئی کتابوں کی انگریزی تلخیصات شائع ہوئی ہیں۔جن کا ذکر 'کتابیات شبلی' میں اگر چہ آ چکا ہے، تاہم ان کو تراجم کی صف میں جگہ دے کر ان کی تفصیلات بھی درج کردی گئی ہیں۔البتہ ان کا ذکر کتابوں کے بعد اخیر میں کیا گیا ہے۔

تراجم کا تعارف بلکہ ان کی تمام تفصیلات کا اندراج زبانوں کی الف بائی ترتیب کے مطابق کیا گیا ہے۔جس سے بآسانی یہ معلوم ہوجاتا ہے کہ کس زبان میں تصانیف شبلی کے کتنے تراجم شائع ہوئے۔واقعہ یہ ہے کہ ابتک علامہ شبلی نعمانی کی ۲۰ رکتابوں اور چند تاریخی رسائل اور مقالات کا دنیا کی ۱۸ رزبانوں میں ترجمہ شائع ہوا ہے۔تراجم کی تعداد ایک سو چالیس [۱۴۰] اور مترجمین کی تعداد ۹۳ ر ہے۔ان کی تفصیل اس طرح ہے۔

۱۔	اردو تراجم..	۵
۲۔	انگریزی تراجم....................................	۲۲
۳۔	بنگالی تراجم..	۲۱
۴۔	پشتو تراجم...	۱۶
۵۔	تاجک ترجمہ..	۱
۶۔	ترکی تراجم..	۶
۷۔	تمل تراجم...	۲
۸۔	سندھی تراجم.......................................	۳
۹۔	عربی تراجم...	۲۱
۱۰۔	فارسی تراجم.......................................	۲۹
۱۱۔	فرنچ ترجمہ..	۱
۱۲۔	کشمیری ترجمہ....................................	۱
۱۳۔	گجراتی تراجم.....................................	۳
۱۴۔	گوجری ترجمہ.....................................	۲
۱۵۔	کنڑ ترجمہ...	۱
۱۶۔	مراٹھی تراجم......................................	۳
۱۷۔	ملیالم ترجمہ......................................	۲
۱۸۔	ہندی تراجم..	۳
•	میزان۔..	۱۴۰

ان تراجم اوران کے مترجمین کے احوال سے واضح ہوتا ہے کہ مختلف زبانوں اور مختلف ممالک کے ناموراصحاب فضل وکمال نے علامہ شبلی کی تصنیفات اور ان کے افکاروخیالات سے انتہائی گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا اورانہیں اس درجہ مفید ونافع قرار دیا کہ انہیں اپنی زبانوں میں ترجمہ کرنا بھی ضروری خیال کیا۔تصانیف شبلی کے تراجم کی جوتفصیلات ابتک ہاتھ آئی ہیں اس کے لحاظ

سے دنیا کے ۱۴ ممالک سے تصانیف شبلی کے تراجم شائع ہو چکے ہیں۔ان ممالک کے نام یہ ہیں۔

۱۔افغانستان ،۲۔ امریکہ ،۳۔ ایران ،۴۔ برطانیہ ، ۵۔ بنگلہ دیش ،

۶۔ پاکستان، ۷۔تاجکستان، ۸۔ترکی، ۹۔ دبئی، ۱۰۔سعودی عربیہ ،

۱۱۔شام،۱۲۔لبنان،۱۳۔مصر،۱۴۔ ہندوستان۔

اس کتاب سے مذکورہ ممالک میں تصانیف شبلی کے تراجم کی مختلف طباعتوں اوراشاعتوں سے ان کے حسن قبول کے ساتھ ان کی عالم گیر شہرت ومقبولیت کا ایک اجمالی مرقع بھی سامنے آتا ہے۔علاوہ ازیں ان تراجم کے اعداد وشمار سے یہ تجزیہ بھی سامنے آتا ہے کہ تصانیف شبلی کا شہرہ و آوازہ عرب ممالک سے زیادہ عجم یعنی ایران وترکستان میں گونجا اورالفاروق اور سیرۃ النبیؐ ہی کی طرح شعرالعجم کے ذریعہ بھی علامہ شبلی کی عظمت وجامعیت کا آوازہ بلند ہوا۔

اسلام اور تاریخ اسلام سے مسلمانان عالم کی گہری اور جذباتی وابستگی کے سوا شبلی شناسی کا ایک سبب ایران میں شبلی شناسی کے ایک نقیب اور شبلی اور تصانیف شبلی کے عاشق زار فخرالمحققین سید محمد تقی فخر داعی گیلانی کے فارسی تراجم کا بڑا نمایاں حصہ ہے۔انہوں نے اہل ایران کی دلچسپی کے خیال سے 'شعرالعجم ' کی تمام جلدوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا اور وہاں کے مشہور اشاعتی اداروں سے شائع کرایا۔ بعدازاں ان کا دوسرا ایڈیشن بھی نہایت اہتمام سے ترتیب دے کر شائع کرایا اور ان پر بڑے معلومات افزا حواشی لکھے۔ان کا خیال ہے کہ

> ''اگرچہ فارسی شاعری تمام دنیا کی شاعری کے مقابل کھڑی کی جاسکتی ہے، مگر یہ کہ اس شاعری کا آغاز کب ہوا۔اس کے ظہور کے علل واسباب کیا تھے۔اس نے ارتقا کے مرحلے کیسے طے کئے۔اس میں مرور وقت کے ساتھ پیدا ہونے والے تغیرات کیا تھے۔اورسماجی حالات وواقعات نے اس کو کس طرح متاثر کیا۔یاقوم کی سیاسی وسماجی صورت حال پر اس کا کیا اثر ہوا۔ان امور کے حوالے سے مسلم زبانوں میں کوئی کتاب تصنیف نہیں کی گئی۔شبلی نے شعرالعجم کی چوتھی جلد میں ان امور کا مفصل اور تازہ جواب مہیا کیا ہے۔''
> (بحوالہ بازیافت لاہور شبلی نمبر ص ۱۶)

تاریخ ادبیات ایران یعنی شعرالعجم کے علاوہ الکلام،علم الکلام،سوانح مولانا روم،رسائل شبلی اور کتب خانہ اسکندریہ وغیرہ کو بھی سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے فارسی جامہ پہنایا ہے اور علامہ شبلی کی ان بلند پایہ کاوشوں سے اہل فارس کو روشناس کرایا ہے۔تعجب ہوتا ہے کہ بمبئی میں ان کے اور علامہ شبلی کے چند دنوں کے ربط ضبط میں علامہ شبلی نعمانی نے ان پر کیا جادو کر دیا کہ وہ ان کے اس قدر گرویدہ اور والہ وشیدا ہو گئے کہ اپنی زندگی کا ایک بڑا قیمتی حصہ 'شبلی شناسی' میں صرف کر ڈالا۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کی علم دوستی اور شبلی شناسی ہماری قدر شناسی کی تاریخ کا نہایت زریں اور روشن ترین باب ہے۔

ڈاکٹر تحسین فراقی صاحب اردو کے ممتاز ادیب، محقق و مصنف اور نقاد ہیں۔انہوں نے اپنے ایک مضمون میں رسالہ 'کتب خانہ اسکندریہ' کے مقدمہ سے سید محمد تقی فخر داعی گیلانی کے چند اقتباسات نقل کئے ہیں۔اس میں سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے علامہ شبلی سے اپنی پہلی ملاقات،ان کے ذاتی اوصاف وخیالات اور علمی کمالات کا ذکر کیا ہے۔اس سے نہ صرف عظمت شبلی کا اندازہ ہوتا ہے، بلکہ شبلی شناسی اور 'شعرالعجم' کے ترجمہ واشاعت کے اسباب بھی نمایاں ہوتے ہیں۔ان کا یہاں نقل کرنا طوالت کے باوجود یقیناً افادیت سے خالی نہ ہوگا۔

سید محمد تقی فخر داعی گیلانی بمبئی میں اپنی آمد، قیام اور علامہ شبلی سے ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ

> ''اس دوران مشہور دانشور شبلی نعمانی سیر وسیاحت کے لئے بمبئی آئے۔ اتفاق سے اسی محلے میں ورود فرمایا جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا۔میرا کمرہ ان کی اقامت گاہ سے متصل تھا۔چوں کہ میں نے اس بزرگوار کی شہرت پہلے سے سن رکھی تھی۔ لہٰذا چاہتا تھا کہ فوراً ان کی زیارت کا شرف حاصل کروں۔
>
> میری نگاہ ایک ایسے وجود پر پڑی جو صاف ستھرے لباس اور جبہ وقبہ میں ملبوس تھا اور اس سے عظمت اور معرفت کے آثار نمایاں تھے۔انہوں نے بڑی محبت اور مہربانی سے مجھے اپنے نزدیک بٹھایا۔کافی دیر تک مجھ سے

مختلف موضوعات پر شگفتہ روئی اور بشاشت کے ساتھ گفتگو کی۔اس زمانے کے ایران کے انقلابی مگر ساتھ ساتھ پرآشوب حالات بھی زیر بحث آئے۔ وہ حکومت ایران میں مشروطیت کے نتیجے میں پارلیامنٹ کے قیام پر بڑے خوش تھے۔مگرآذربائیجان کے افسوس ناک احوال و واقعات پر دل گرفتہ بھی تھے۔ کہنے لگے میں اس وقت لکھنو میں تھا اور میں نے آذربائیجان میں ہونے والے مظالم کے خلاف ایک جلسہ برپا کر کے اپنی آواز بلند کی تھی اور اخبارات کو تار دئے تھے۔''

(بحوالہ بازیافت لاہور شبلی نمبر ص ۱۳)

یہ کیا عجب اتفاق ہے کہ جس وقت سید محمد تقی فخر داعی گیلانی کے اقتباس سے علامہ شبلی کی حمیت اسلامی کا ذکر نقل کیا جارہا ہے آرمینیا اور آذربائیجان کے درمیان ایک صدی پرانی جنگ کا اختتام ہونے کو ہے۔آذربائیجان کا وہ علاقہ جو ایک صدی سے متنازع اور آرمینیا کے قبضہ میں تھا آذربائیجان کی بہادر افواج نے فتح کرلیا ہے اور وہ مساجد جس میں بدبخت آرمینیائی بدجانور باندھ کر ان کی بے حرمتی کررہے تھے،آذربائیجان کے جانباز سپاہیوں نے واگذار کر کے اللہ کے بندوں کے حوالہ کردی ہیں۔آذربائیجان کے صدر اور خاتون اول اس تقریب میں موجود رہ کر غیرت ایمانی کا ثبوت دیا ہے۔اگر آج علامہ شبلیؒ ہوتے تو غیرت اسلامی کا مجسم پیکر ہوتے۔اور آذرنائیجان کے لئے آنکھیں بچھا دیتے اور اس جوش و مسرت میں اپنی ملت اسلامیہ کو فتح وظفر کے نغمے سنا کر ان میں ایک بار پھر غیرت اسلامی کی روح پھونک دیتے۔

یہاں یہ بات عرض کرنا اگرچہ بے محل معلوم ہوگا،تاہم اس کا ذکر بوجوہ ضروری ہے۔اس لئے کہ اب گویا دنیا سے اتحاد اسلامی کا وہ تصور ہی مٹ گیا ہے،جس کا صور گذشتہ صدی کے اواخر میں شیخ جمال الدین افغانی[۱۸۳۸-۱۸۹۷ء] اور شیخ محمد عبدہ[۱۸۴۹-۱۹۰۵ء] وغیرہ نے پھونکا تھا۔اور ہندوستان میں جس کی آواز علامہ شبلی نے بلند کی تھی،جس کے نتیجہ میں انہیں خلافت عثمانیہ کا ایجنٹ تصور کیا گیا اور یہی سبب تھا کہ انہیں تمغہ مجیدیہ کے استعمال کی اجازت نہیں دی گئی، بلکہ ان پر پولیس کا پہرہ بٹھادیا گیا اور وہ برسوں انگریزوں کی خفیہ پولیس کے نرغہ میں رہے۔

علامہ شبلی کے بعد ان کے تلامذہ و منتسبین مولانا محمد علی جوہر [۱۸۷۸-۱۹۳۱ء] مولانا ظفر علی خاں [۱۸۷۳-۱۹۵۶ء] اور امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد [۱۸۸۸-۱۹۵۸ء] وغیرہ نے اتحاد اسلامی کا نعرہ اس قدر پر جوش اور بلند آہنگی سے بلند کیا تھا کہ ہندوستان کا بچہ بچہ اس جام سے گویا مخمور و سرشار تھا، بلکہ اسی نشہ کا اثر تھا کہ گاندھی جی [۱۸۶۹-۱۹۴۸ء] نے اولاً تحریک خلافت ہی کے ذریعہ ہندوستانی سیاست میں قدم رکھا۔ آج کم از کم ہندوستانی مسلمانوں کے دل و دماغ سے اس جذبہ اتحاد اسلامی کا فنا ہونا ملت اسلامیہ کے لئے کسی سانحہ اور بڑے ملی زیاں سے کم نہیں۔

سید محمد تقی فخر داعی گیلانی کا علامہ شبلیؒ سے متاثر ہونے کا ایک سبب ان کا جذبہ اتحاد اسلامی بھی تھا۔ اس لئے کہ وہ خود ایران کے اسی طرح کے اہل علم کے پروردہ تھے۔ سید گیلانی علامہ شبلی سے اپنی پہلی ملاقات کے ذکر کے بعد اپنی دیگر ملاقاتوں کا احوال بھی بیان کیا ہے اور کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے کہ

> ''ایک ہی دو ملاقاتوں میں میں اس نامور شخصیت کے بلند علمی مقام اور جامعیت کا شیفتہ ہو گیا اور خوش قسمتی سے ایسے اتفاقات ہوتے رہے کہ میں ان کی مصاحبت سے فیض یاب ہوتا رہا۔ بعد کی ایک ملاقات میں انہوں نے میرے کمرے میں آ کر مجھے مشرف کیا اور فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ اپنے قیام بمبئی کے دوران میں اور آپ دوپہر اور شام کا کھانا یکجا کھایا کریں۔ مجھے اس پیش کش کے قبول کرنے میں کسی قدر تامل تھا، مگر انہوں نے کمال بے تکلفی اور شرح صدر کے ساتھ جو ارباب دانش و کمال کا شیوہ ہوتا ہے فرمایا کہ چوں کہ میں چاہتا ہوں کہ ہم ایک دوسرے سے زیادہ سے زیادہ مانوس ہو جائیں، سو اگر آپ میری پیش کش کو قبول کرنے میں متامل ہیں تو ایسا کریں کہ جو کھانا آپ اپنے لئے تیار کرتے ہیں وہ یہاں لے آیا کریں۔ میری غذا اس وقت بڑی سادہ اور ناچیز ہوتی تھی جبکہ شبلی کے ہمراہ ایک ذاتی باورچی تھا جو ان کے لئے بہترین اور نہایت مرغوب اور مزے کے کھانے تیار کرتا تھا۔ چوں کہ میں اس استاد بزرگوار

کے قیام سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کرنا چاہتا تھا اس لئے میں نے ان کی تجویز سے اتفاق کیا۔ فراغت کے ان اوقات میں میں ان کے خرمن علم سے خوشہ چینی کرتا رہا۔ میں متعدد سوالات اور مسائل ان کے گوش گذار کرتا۔ وہ ان کے کامل اور شافی جواب اور حل مہیا کرتے۔ کبھی کبھی مجھے اپنے کمرۂ تحریر میں بھی لے جاتے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ شبلی اپنے تمام سفر میں متحرک کتب خانہ اپنے ساتھ رکھتے تھے۔ اپنی منزل پر پہنچ کر سب سے پہلے اپنے تحریر وانشا کے کمرے کو مرتب کرواتے، سفر میں ہوں یا حضر میں روزانہ چار گھنٹے تصنیف وتالیف میں صرف کرتے تھے۔ فرماتے تھے کہ جب سے میں نے لکھنے کا آغاز کیا اس معمول میں فرق نہیں آنے دیا۔ ایک دفعہ میں نے ان سے پوچھا کہ روزانہ چار گھنٹے کام کر کے وہ کیسے اس قابل ہوئے کہ اتنی ڈھیر ساری تالیفات وجود میں آ گئیں۔ فرمایا کسی بھی کام کی عمدہ پیش رفت کے لئے اصل چیز تسلسل اور انضباط ہے۔ زیادہ کام کرنا اور نڈھال ہو کر گھل جانا نہیں۔

(بحوالہ بازیافت لاہور شبلی نمبر ص ۱۳-۱۴)

سید محمد تقی فخر داعی گیلانی مزید لکھتے ہیں۔

''میں خود جنگ عظیم اول سے کچھ عرصہ پہلے استاذ بزرگوار کی پرنور صحبت سے فیض اندوز رہا ہوں۔ وہ سچائی اور لہجے کی صراحت سے متصف تھے۔ اپنے غیر معمولی دانش وعلم کے باوجود غرور اور عالمانہ کبر کے قریب بھی نہ پھٹکے تھے۔ حد درجہ متواضع، منکسر اور بے تکلف تھے۔ بڑے لطیف مزاج، شوخ اور بذلہ سنج تھے۔ ان کی روح کی نشاط چہرے بشرے کی جاذبیت، لطف صحبت، کشادہ روئی اور سب سے بڑھ کر لطف کلام ہی کی بدولت ہر شخص ان سے گفتگو کر کے محظوظ ہوتا تھا۔ ان میں طبیعت کی رفعت اور خودداری اس درجے تھی کہ سلاطین و امرا کے انعامات و ہدایا کو قبول نہیں

کرتے تھے۔ مما لک اسلامی کی سیاحت میں تمام اخراجات خود برداشت
کئے۔ تین زبانوں میں شعر کہتے تھے مگر کسی کا قصیدہ نہیں کہا۔ حیدرآباد کے
ایک ثروت مند وزیر نے انہیں انعام واکرام سے نوازنا چاہا۔ ایما یہ تھا کہ
شبلی ان کا قصیدہ لکھیں۔ فرمایا یہ میری عادت کے خلاف ہے۔ دوبارہ
اظہار کیا گیا تو شبلی نے سخت ناپسندیدگی کا اظہار کیا اور فرمایا میرے لئے
ممکن نہیں کہ کسی کا قصیدہ لکھوں۔

(بازیافت لاہور شبلی نمبر ص ۱۴)

علامہ شبلی نعمانی کو کتابوں سے جو عشق تھا اور جس کا متعدد اہل علم نے اپنے اپنے انداز سے ذکر کیا ہے، جو ان کی شخصیت کا ایک بڑا اہم پہلو ہے۔ اس کے اور بعض دوسرے قابل ذکر امور کے بارے میں سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے لکھا ہے کہ

کتاب خوانی اور لکھنے پڑھنے سے عشق تھا۔ کتاب ان کی بہترین مصاحب
تھی اور اس کی لذت کو ہر لذت پر ترجیح دیتے تھے۔ ان کی تحریروں پر جو
ایرادات اور اعتراضات ہوئے اور ہوتے رہے ان کا کبھی جواب نہ دیا۔
بعض مواقع پر ان کے شاگرد اور عقیدت مند ان کے حضور میں تشویش کا
اظہار کرتے اور جواب لکھنے کو کہتے تو فرماتے جو وقت اس کام میں صرف
کروں گا بہتر نہ ہوگا کہ اسے کسی نئے اور مفید علمی کام میں صرف کروں۔

(بازیافت لاہور شبلی نمبر ص ۱۴)

یہ طول طویل اقتباسات اس لئے نقل کئے گئے ہیں کہ یہ ایک ایسے اہل علم اور دانشور مصنف کے الفاظ اور خیالات ہیں جو علامہ شبلی کا فیض یافتہ شاگرد یا ہم وطن نہ تھا بلکہ اس نے علامہ شبلی کو دیکھا اور ان کے افکار و خیالات کو ان کی زبانی سنا تھا۔ ان کی تصنیفات کا بغور مطالعہ کیا تھا اور خود اس نے اپنی زندگی کا ایک بڑا قیمتی حصہ علامہ شبلی کی تصنیفات و تالیفات کے مطالعہ، ترجمہ اور اشاعت میں گذارا تھا اور جس کی بدولت ایران، افغانستان، تاجکستان اور ماوراء النہر کے بعض علاقوں میں شبلی اور تصانیف شبلی کا آوازہ وشہرہ پہنچا اور اس خطہ کے ایک غیر معروف رسم الخط

'سیریلیک' میں شعرالعجم کی اشاعت کا سبب بنا۔ یہ تمام معلومات بھی ضمناً اس کتاب میں آ گئی ہیں۔

سید محمد تقی فخر داعی گیلانی ہی کی طرح عمر رضا دوغرل بک نے ترکی میں۔ ملک الشعرا سرور خاں گویا اور ملا برہان الدین کشلکی نے افغانستان میں۔ مشہور مجاہد آزادی مولانا ظفر علی خاں اور پاکستان کے پہلے وزیر تعلیم فضل الرحمٰن نے پاکستان میں۔ اسی طرح مولانا محی الدین خاں اور مولانا لطف الرحمٰن وغیرہ نے بنگلہ دیش میں۔ اور مصر جدید میں جامعہ ازہر کے سابق وائس چانسلر ڈاکٹر یوسف عامر اور ڈاکٹر جلال سعید الحفناوی نے اپنے اپنے تراجم کے ذریعہ تصنیفات وافکار شبلی کی توسیع اور فروغ و اشاعت میں بڑا اہم رول ادا کیا ہے۔ یہ کتاب مذکورہ اہل علم و کمال کی شبلی شناسی کی ایک مختصر داستان بھی ہے۔

علامہ شبلی نعمانی ہندوستان کے ایک غیر معروف علاقہ اعظم گڑھ کے ایک گاؤں بندول میں پیدا ہوئے اور ان کا دائرہ کار بھی ہندوستان تک ہی محدود رہا۔ حج بیت اللہ اور روم ومصر وشام کے ایک تعلیمی سفر کے سوا انہوں نے ملک سے باہر قدم نہیں نکالا۔ مگر ان کے جذبہ اخلاص اور حمیت اسلامی نے ان کی تصنیفات کو سارے عالم کی آنکھوں کا نور بنا دیا ہے۔ زیر نظر کتاب دراصل عرب وعجم میں قدر دانی شبلی کے ذکر سے معمور ہے۔ یہ واقعہ ہے کہ ہندوستان میں ان کی قدر دانی اس قدر نہیں ہوئی جیسا کہ عرب وعجم میں ہوئی۔

تصانیف شبلی اور ان کے تراجم کی یہاں ایک اور فہرست درج کی جاتی ہے جس سے یہ واضح ہوگا کہ شبلی اور تصانیف شبلی سے دنیا بھر کے اہل علم و دانش نے کس درجہ دلچسپی لی۔ اور ان کے کتنے تراجم شائع ہوئے۔

۱۔ اردو ترجمہ مکاتیب شبلی................................ ۱

۲۔ الجزیہ.. ۸

۳۔ الغزالی... ۵

۴۔ الفاروق.. ۳۰

۵۔ الکلام.. ۱

۶۔ المامون.. ۳

۷۔ اورنگزیب عالم گیر پر ایک نظر........................	۶
۸۔ تاریخ بدءالاسلام....................................	۳
۹۔ رسائل شبلی..	۱
۱۰۔ سفرنامہ روم ومصروشام............................	۶
۱۱۔ سوانح مولانا روم..................................	۴
۱۲۔ سیرۃ النبیؐ..	۳۵
۱۳۔ سیرۃ النعمان......................................	۹
۱۴۔ شعرالعجم (اول تا پنجم)...........................	۱۸
۱۵۔ علم الکلام..	۲
۱۶۔ غزلیات..	۱
۱۷۔ کتب خانہ اسکندریہ..............................	۲
۱۸۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم.........................	۲
۱۹۔ مقالات شبلی (مجموعہ)...........................	۲
۲۰۔ مضامین..	۷

مذکورہ فہرست میں علامہ شبلی کی متعدد ایسی کتابیں ہیں جن کے ایک سے زاید ترجمے، ایک سے زاید مما لک سے شائع ہوئے ۔ مثلاً الجزیہ، الفاروق، سیرۃ النبی، سیرۃ النعمان اور شعرالعجم وغیرہ لیکن اس سے بھی زیادہ حیرت انگیز بات یہ ہے کہ دنیا کی مختلف زبانوں میں سیرۃ النبیؐ اور اس کے مقدمہ کے ۳۵، الفاروق کے ۳۰، اور شعرالعجم کے ۱۸ر ترجمے ہوئے۔ اس میں گو بعض تلخیصات بھی شامل ہیں، تاہم تراجم کی تاریخ کی یہ اس قدر بڑی تعداد ہے کہ اس کی دوسری مثال شاید ہی مل سکے گی۔ واقعہ یہ ہے کہ اردو کی کسی علمی و تحقیقی کتاب کو یہ شرف حاصل نہیں ہے جو الفاروق کو اور الفاروق کے ذریعہ علامہ شبلی کو حاصل ہے۔

انٹرنیٹ پر (worldcat.org) کے نام سے ایک ویب سائٹ ہے۔ جو ۲۱ر جنوری ۱۹۹۸ء کو قائم ہوئی تھی۔ اس میں مختلف مما لک اور بعض ٹریٹری، خطے اور علاقے کے کتب خانے

شامل ہیں۔اس میں۱۳رزبانوں کی کتابوں کی فہرست سازی کی گئی ہے۔جس میں اردو کتب کی فہرست بھی شامل ہے۔اس فہرست میں۱۷۹۰۰رلائبریریاں شامل ہیں۔اس سائٹ نے علامہ شبلی نعمانی کی سیرت وشخصیت پر لکھی گئی کتابوں کے ساتھ خودان کی تصنیفات وتالیفات اورتراجم کے اعدادوشمار بھی یکجا کئے ہیں۔اس کے اندراج کے مطابق:۹رزبانوں میں۶۵۰رکتابیں اوران کی ۱۲۱۲راشاعتیں شامل ہیں۔جو۴۳۰۱ کتب خانوں میں موجود ہیں۔اس میں تصانیف شبلی اور اس کے تراجم سے متعلق کتابوں کی جوتفصیلات نقل کی گئی ہیں وہ اس طرح ہیں:

۱۔الفاروق:اشاعت اول ۱۸۹۹ء سے ۲۰۱۵ء تک تین زبانوں میں اس کے ۴۴ر ایڈیشن شائع ہوئے ہیں۔جو دنیا کی ۲۱۱رورلڈکیٹ لائبریریوں میں پھیلے ہوئے ہیں۔

۲۔انگریزی ترجمہ الفاروق:۱۹۴۳ء سے ۱۹۸۱ء تک،۹۰رکتب خانوں میں ۲۱رایڈیشن موجود ہیں۔

۳۔شعرالعجم:۴زبانوں میں ۱۹۸۱ء تک شائع ہونے والے ۵۱رایڈیشن ورلڈکیٹ کے ۹۴رکتب خانوں میں محفوظ ہیں۔

۴۔امام ابوحنیفہ لائف اینڈ ورکس یعنی سیرۃ النعمان کا انگریزی ترجمہ:۱۹۲۹ء سے ۲۰۰۹ء تک ۸۹رایڈیشن ۱۸رکتب خانوں میں موجود ہیں۔

۵۔المامون:۱۸۸۷ء سے ۲۰۱۱ء کے درمیان مطبوعہ ۱۷راردوایڈیشن محفوظ ہیں۔

۶۔سیرۃ النبیؐ: ۵رزبانوں میں ۱۹۶۲ء سے ۲۰۱۱ء تک شائع ہونے والے ۲۲رایڈیشن ورلڈکیٹ کی ۳۷ لائبریریوں میں موجود ہیں۔

۷۔دی لائف آف دی پرافٹ،یعنی انگریزی ترجمہ سیرۃ النبیؐ:۴رزبانوں میں ۱۹۷۴ء سے ۲۰۰۲ء تک شائع ہونے والے ۱۷رایڈیشن ۵۸ کتب خانوں میں ہیں۔

۸۔رسائل شبلی:اردو میں ۱۸۹۸ء سے ۱۹۱۱ء تک ۱۲رایڈیشن،۵۳ ورلڈکیٹ کتب خانوں میں موجود ہیں۔

۹۔اورنگزیب عالم گیر پرایک نظر:اردواورفرنچ میں ۱۹۱۴ء سے ۱۹۹۹ء تک ۱۵رایڈیشن طبع ہوئے جو۵۲ ورلڈکیٹ کتب خانوں میں موجود ہیں۔

'اورنگزیب عالم گیر پر ایک نظر' کا فرنچ میں ترجمہ کا علم راقم کو نہیں تھا اور نہ ابتک کسی کتب خانہ میں ہونے کی اطلاع ہے۔اس کا بھی ایک ایڈیشن ورلڈ کیٹ لائبریری میں موجود ہے۔اور ہم نے اسی کی بنیاد پر اس ترجمے کا ذکر کیا ہے۔

۱۰۔ الغزالی: کے۱۹۰۱ء سے ۲۰۰۶ء تک اردو اور ترکی میں ۸/ایڈیشن نکلے ہیں جو ۵۱/ ورلڈ کیٹ کتب خانوں میں موجود ہیں۔

ورلڈ کیٹ کی یہ معلومات اس لئے نقل کی گئی ہیں کہ ان سے تصانیف شبلی کی مقبولیت اور دنیا کی ۱۸/زبانوں میں ان کے جو تراجم شائع ہوئے ہیں، اس کی تمام تفصیلات ہماری اس کتاب کے قارئین کے سامنے آ جائیں۔اس لئے کہ اس ویب سائٹ سے بہت کم ہی لوگ واقف ہوں گے اور اس سے یہ سبق آموز پہلو بھی ظاہر ہوتا ہے کہ زندہ قومیں اپنے تو اپنے، غیر قوموں کے علم و ادب کی کیونکر حفاظت کرتی ہیں۔

یہ کتاب دو ابواب پر مشتمل ہے۔ پہلے باب میں تصانیف شبلی اور مقالات شبلی کے ۱۸/ زبانوں میں ایک سو چالیس تراجم کا تعارف اور ان کی اشاعتی تفصیلات درج کی گئی ہیں۔ جبکہ دوسرے باب میں تصانیف شبلی کے ۹۳/مترجمین کا تعارف وتذکرہ قلم بند کیا گیا ہے۔ان مترجمین کا تعلق دنیا کے ۱۴/ممالک اور ۱۸/زبانوں سے ہے۔یہی وجہ ہے کہ تلاش وجستجو کی تمام تر کوشش کے باوجود بیشتر مترجمین کے تذکرے دستیاب نہیں ہو سکے۔ دراصل مترجمین کا تعلق بعض ایسی زبانوں سے ہے جن سے ناچیز سرے سے واقفیت نہیں رکھتا۔پشتو، بنگلہ،سندھی اور ترکی تراجم دستیاب ہونے کے باوجود ان سے ضروری معلومات زبان کی عدم واقفیت کے سبب کتاب میں درج نہیں کر سکا۔تاہم ان دشواریوں کے بعد بھی جہاں تک ممکن تھا اہل علم اور متعلقہ زبان سے واقفیت رکھنے والے احباب کے تعاون سے مترجمین کے حالات بھی قلم بند کرنے کی کوشش کی ہے۔

آخر میں پرستاران شبلی کے ذوق کی تسکین کے لئے متعدد تصانیف شبلی کے تراجم کی ایک فہرست اور ان کے سرورق کے عکس دئے گئے ہیں۔۱۳۴/تراجم میں سے محض چند ہی کے سرورق کے عکس اس لئے دئے گئے ہیں کہ اولاً تمام عکس کا دینا ممکن نہیں تھا اور اس سے کتاب کی ضخامت

بھی بہت بڑھ جاتی۔تاہم آپ اس سے تسکین قلب ونظر کے ساتھ ناچیز مصنف کی محنت وتحقیق اور تگ ودو کا اندازہ بھی کر سکتے ہیں۔

یہ کتاب میرے سلسلہ مطالعات شبلی کی انیسویں پیش کش ہے۔اس کی تکمیل واشاعت کو محض توفیق خداوندی کے اور کوئی نام نہیں دیا جاسکتا۔خود اس عاجز بے مایہ کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ 'شبلی شناسی' کا یہ سلسلہ اس قدر دراز ہوگا کہ ہماری ادبی تاریخ کا ایک مثالی اور قابل ذکر واقعہ قرار پاجائے گا۔اور اس کی اہمیت اور ضرورت کا اعتراف ہمارے عہد کے نامور ادبا اور اہل قلم کریں گے۔

یہ کتاب 'تصانیف شبلی کے تراجم' اردو میں غالباً اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔بالفاظ دیگر اردو مصنّفین میں علامہ شبلی نعمانی کے سوا اردو کے کسی مصنف کی تصانیف کے تراجم نہ اس قدر کثیر تعداد میں منظر عام پر نہ آئے اور نہ ان کی تفصیلات کتابی صورت میں یکجا پیش کی گئیں۔یہ سعادت بھی میرے رب کا خاص فضل ہے کہ اولیت کا یہ شرف بھی اس نے ناچیز کے مقدر میں لکھا۔میں اس کی تکمیل پر واشاعت پر اپنے مالک حقیقی اور خالق کون ومکاں کے سامنے سجدہ ریز ہوں کہ اس نے مجھ ناتواں کو پرستاران شبلی کی خدمت میں اس کتاب کو پیش کرنے کی توفیق بخشی۔

ذالک فضل الله یوتیه من یشاو .

ناچیز
محمد الیاس الاعظمی

۳۰/مارچ ۲۰۲۱ء

اظہار تشکر

میں اپنے رب کی رحمت اور شان کریمی پہ جس قدر ناز کروں وہ کم ہی ہوگا، اس لئے کہ میرے انتہائی ناگفتہ بہ حالات، کم علمی اور کم مائیگی کے باوجود اللہ رب العزت نے تصنیف و تالیف کی عظیم دولت سے سرفراز کیا۔ اور پھر ایک ایسے زریں سلسلہ تصنیفات 'شبلی شناسی' سے وابستہ کر دیا جس کی توقع کبھی میرے وہم و گمان میں بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ یہاں یہ بھی عرض کرتا چلوں کہ شبلی شناسی کے لئے جن علوم وفنون پر گہری نظر اور جس بصیرت کا ہونا ضروری ہے، ناچیز ان سے محروم ہے۔ اور جو لوگ میری تعلیم و تربیت، بلکہ مبلغ علم سے واقف ہیں، وہ میری کم علمی اور کم مائیگی کی شہادت دیں گے۔ بلکہ بعض دیتے بھی رہتے ہیں۔ البتہ تحدیث نعمت کے طور پر یہ بات عرض کرنا بھی ضروری ہے کہ اس میدان میں اپنی تہی مایگی کے باوجود جو کچھ کر سکتا تھا، اس میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔ اور نتائج بلکہ صلہ و ستائش کی پرواہ کئے بغیر اپنے کام میں منہمک رہا۔ اب اس کے نتائج بھی سب کے سامنے ہیں۔ اس کی بدولت دسیوں کتب و مقالات اور چند اہم واقعات ذخیرہ شبلیات میں اضافہ قرار پا چکے ہیں۔ جن سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ اب ان کا ذکر طوالت کا باعث ہوگا۔ یہاں بس ایک واقعہ کا ذکر اپنی گفتگو کی تکمیل کے لئے ضروری خیال کرتا ہوں۔

اردو میں متنی تحقیق و تدوین کا آغاز علامہ شبلی کے قلم سے ہوا۔ انہوں نے ہی سب سے اول مرزا علی خاں لطف کے تذکرہ 'گلشن ہند' کے متن کی تصحیح و تدوین کی۔ یہ کام ان کے زمانہ قیام حیدرآباد کا ہے۔ ۱۳۲۰ھ میں حیدرآباد میں جو زبردست سیلاب آیا تھا، اس میں کسی اہل علم کا کتب خانہ بہہ آیا۔ اسی میں تذکرہ 'گلشن ہند' کا مخطوطہ دریافت ہوا۔ مولوی غلام محمد مددگار کیبنٹ دولت آصفیہ نے اسے علامہ شبلی نعمانی کی خدمت میں پیش کیا۔ علامہ شبلی اس وقت انجمن ترقی اردو کے سکریٹری تھے۔ ان کی خواہش تھی کہ اسے انجمن کی طرف سے شائع کیا جائے۔ مگر انجمن اسے شائع

نہیں کرسکی۔علامہ شبلی جب حیدرآباد سے ندوہ لکھنوآنے لگے تو'گلشن ہند' کا مسودہ عبداللہ خاں ذمہ دار کتب خانہ آصفیہ کے حوالہ کیا کہ وہ اسے شائع کردیں۔مگرعبداللہ خاں نے اسے بابائے اردومولوی عبدالحق کے حوالہ کردیااورانہوں نے تذکرہ گلشن ہند سے علامہ شبلی کا مقدمہ نکال کراپنا مقدمہ شامل کردیااور علامہ شبلی کی تصحیح متن کی کوششوں کا بھی شایان شان طریقہ سے ذکرنہیں کیا، بلکہ بعض دوسرے پہلوؤں سے اپنے مقدمہ میں علامہ شبلی پرایسی تنقیدیں کیں کہ ان کی اس کاوش پر پردہ پڑگیا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ گذشتہ ایک صدی کے دوران تصحیح متن پر جو کچھ لکھا گیا،اس میں علامہ شبلی نعمانی کا نام تک نہ آیا۔اورادبی دنیااردو میں تدوین متن کے علامہ شبلی کے اس اولین کام سے ناواقف رہی۔راقم کواتفاقاً 'گلشن ہند' کا وہ مطبوعہ نسخہ ہاتھ آگیا تھا جوعلامہ شبلی کے زیرِمطالعہ بھی رہ چکا تھا۔اوراس پرانہوں نے طباعت کے بعدمزید تعلیقات وحواشی لکھے تھے۔اب وہ نسخہ کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں محفوظ کردیا گیا ہے۔

راقم نے علامہ شبلی کی 'گلشن ہند' کی تدوین متن کی کوشش پرایک مفصل مقالہ لکھا جو ہماری زبان دہلی میں شائع ہوااوراب راقم کی تصنیف 'آثارشبلی' میں شامل ہے۔اس مقالہ کے لکھنے کا یہ نتیجہ سامنے آیا کہ ابھی چنددن ہوئے ڈاکٹر عقیل احمد کا تحقیقی مقالہ 'اردو میں تدوین متن فن اور روایت' شائع ہوا ہے۔یہ مقالہ ممتاز محقق ڈاکٹر ظفراحمد صدیقی [۱۹۵۵-۲۰۲۰ء] مرحوم کی زیرنگرانی شعبہ اردوعلی گڑھ مسلم یونیورسٹی میں لکھا گیا ہے۔اس میں پہلی بار یہ اعتراف منظرعام پرآیا ہے کہ

> ''جہاں تک اردو میں تدوین متن کا تعلق ہے تو اس کے آغاز کا سہرا علامہ شبلی نعمانی کے سر بندھتا ہے۔شبلی نے گلشن ہند (مرزاعلی خاں لطف) کو مرتب کرکے ۱۹۰۶ء میں شائع کیا ہے۔اس سے قبل اردو میں اور کسی کتاب کومرتب کرنے کی روایت نہیں ملتی ہے۔...............

نوجوان محقق ومصنف ڈاکٹر عقیل احمد مزید لکھتے ہیں۔

> ''گلشن ہند' کی تدوین کواردو میں نقش اول کی حیثیت حاصل ہے۔
> اورعلامہ شبلی نعمانی کواردوتدوین میں اولین معمار کا افتخار حاصل ہے۔''
> (اردو میں تدوین متن،فن اورروایت ص۱۲)

تذکرۂ گلشن ہند' پر راقم کے لکھے گئے اس ایک مقالہ کی وجہ سے اردو میں تدوین متن کی روایت کا منظر نامہ بدل گیا ہے۔ ابتک تدوین متن کے آغاز کا سہرا حافظ محمود شیرانی اور مولوی عبدالحق وغیرہ کے سر باندھا جاتا تھا۔ کسی کو کیا معلوم تھا کہ شاگرد نے اولیت کا یہ مرتبہ کس طرح حاصل کیا ہے۔ میرے مطالعہ شبلی سے اور کچھ نہ ہوتا، بس یہی ایک عقدہ حل ہو جاتا تو بھی میں سمجھتا کہ میری محنت رائیگاں نہیں گئی، بلکہ صحیح معنوں میں کام آ گئی۔ اے میرے مالک! یہ کم مایہ تیرے سامنے سجدہ ریز اور سراپا شکر و سپاس ہے کہ جس طرح تو نے اس عارضی دنیا میں اس بے مایہ کو عزت بخشی۔ اسی طرح اخروی اور دائمی زندگی میں بھی کامیابی عطا فرما۔

اس کتاب کی تصنیف و تدوین میں متعدد اہل علم اور اصحاب ذوق نے میرا بڑا تعاون کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس قدر وسیع جو مختلف خطوں، علاقوں اور مختلف زبانوں میں پھیلا ہوا کام ہو اس وقت تک پایہ تکمیل کو نہیں پہنچ سکتا تھا جب تک کہ دوسرے احباب تعاون نہ کرتے۔ میرے ان کرم فرماؤں میں پروفیسر ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی ڈائرکٹر دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی، ڈاکٹر فخرالاسلام اعظمی جوائنٹ سکریٹری دارالمصنّفین، مولانا عمیر الصدیق ندوی دریابادی رفیق دارالمصنّفین اور برادرم ڈاکٹر عمیر منظر استاذ شعبہ اردو مانو لکھنو کے نام خصوصیت سے قابل ذکر ہیں۔ میں اپنے ان سب کرم فرماؤں کا صمیم قلب سے شکریہ ادا کرتا ہوں۔

ممتاز عالم و محقق ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی کا شکریہ بہر حال ضروری ہے۔ انہوں نے عدیم الفرصتی کے باوجود کتاب کا مطالعہ کیا۔ مفید مشورے دئے اور 'کتب خانہ اسکندریہ' کے ایک عربی ترجمہ و تلخیص کی نشاندہی کی جو المقتبس میں شائع ہوئی تھی۔ اور جواب الانتقاد طبع جدید میں شامل ہے۔ برادرم ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی استاذ شعبہ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ نئی دہلی کا شکریہ ادا کرنا بھی ضروری ہے۔ انہوں نے علامہ شبلی کی کئی تحریروں کو عربی جامہ پہنایا ہے۔ چنانچہ اپنے اور بعض دوسرے مترجمین کے تراجم کی تفصیلات انہوں نے بڑی خندہ پیشانی سے فراہم کیں۔

ان کے علاوہ میرے متعدد ایسے ہمدرد اور کرم فرما ہیں جو اگرچہ مجھ سے دور دوسرے شہروں میں آباد ہیں، تاہم ان کی ذات سے قریب والوں سے کم فیض نہیں پہنچا۔ ان میں گرامی قدر ڈاکٹر ارشد اسلام صاحب صدر شعبہ تاریخ و ثقافت انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی ملیشیا جو علامہ شبلی کے

ہم وطن ہیں، ان کا میں خاص طور پر شکر گذار ہوں۔ انہوں نے خاصی دلچسپی لی۔ ترکی اور بنگلہ تراجم کی متنوع تفصیلات ان ممالک میں موجود اپنے تلامذہ سے فراہم کرائیں۔ حقیقت یہ ہے کہ ان کی بدولت کتاب میں نہایت مفید اضافہ ہوا۔ مولانا سید عزیز الرحمٰن صاحب مدیر السیرہ العالمی کراچی، برادر گرامی مولانا شبیر احمد میواتی اور سیرت نبویؐ پر کتابوں کے عاشق و تاجر جناب محمد عارف گھانچی کراچی نے اپنی محبت کا ثبوت پیش کیا۔ میں ان سب کی محبتوں کا شکر گذار ہوں۔

ہندو پاک کے علمی حلقوں کی نہایت ممتاز شخصیت، نامور مصنف و محقق اور ادارہ تحقیقات اسلامی بین الاقوامی یونیورسٹی کے سابق چیف ایڈیٹر اور مجلّہ 'نقطہ نظر' کے مدیر ڈاکٹر سفیر اختر صاحب نے اس صدی کے آغاز میں، ہندو پاک کے ایک بڑے حلقے کو میری تصنیفات و تالیفات سے متعارف کرایا اور ان پر سہ ماہی فکر و نظر اسلام آباد اور جہات الاسلام لاہور میں نہایت عالمانہ اور محققانہ تبصرے لکھے۔ ان کی اس ذرہ نوازی کو میں کبھی فراموش نہیں کر سکتا۔ زیر نظر کتاب میں اپنے تاثرات سے انہوں نے اس کی زینت بڑھائی ہے۔ میں ان کا بے حد شکر گذار ہوں۔

'جنگ آزادی میں اردو کا حصہ' کے مصنف، برصغیر کے نامور اہل قلم اور ممتاز محقق و مصنف اور نقاد پروفیسر ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب [پ: ۲۵/جون ۱۹۴۶ء] کا میں دل کی گہرائیوں سے ممنون و مشکور ہوں کہ انہوں نے اپنے گراں قدر آراو خیالات اور حوصلہ افزا کلمات سے کتاب اور صاحب کتاب کی عزت افزائی کی اور ناچیز کی کوششوں کو 'شبلی شناسی' کی نئے قدم سے تعبیر کیا۔

عالم اسلام کے نامور مخطوطہ شناس جناب مولانا محمد ادریس سندھی سومرو صاحب ناظم القاسمیہ لائبریری نوشہرہ فیروز پور سندھ کا بھی میں نہایت ممنون ہوں کہ انہوں نے متعدد سندھی تراجم اور ان کے مترجمین سے متعلق مفید معلومات فراہم کیں۔

اس موقع پر نامور مورخ و مصنف، ماہر تعلیم اور ناچیز کے ایک بڑے محسن و کرم فرما پروفیسر احمد سعید مرحوم [۱۹۴۲ء- ۱۳/جنوری ۲۰۲۱ء] کی یاد ستا رہی ہے۔ وہ واقعی علم دوست تھے۔ ضعف اور پیرانہ سالی علمی تعاون سے انہیں روک نہیں سکتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ باوجود طول عمر کے وہ میری ہر ممکن علمی مدد کیا کرتے تھے۔ علامہ شبلی سے متعلق روزنامہ زمیندار لاہور اور اخبار پیسہ لاہور کے بعض نادر مضامین اور ان کے تراشے انہیں فاضل مرحوم کی بدولت ہاتھ آئے تھے۔ دعا ہے کہ

اللہ تعالیٰ ان کی تربت منور رکھے۔

ممتاز ادیب وشاعر، نقاد، مصنف ومحقق، 'شبلی کی آپ بیتی' اور 'اردو ترجمہ مکاتیب شبلی' کے مترجم ڈاکٹر خالد ندیم صاحب صدر شعبہ اردو یونیورسٹی آف سرگودھا، جن کے نام ان اوراق کا انتساب ہے ان کا خصوصی شکریہ ادا کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔ ان کی زیر نگرانی ایک ہونہار طالب علم جناب محمد عزیر نے 'ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی بحیثیت شبلی شناس' کے عنوان سے مقالہ لکھ کر شعبہ اردو یونیورسٹی آف سرگودھا سے ایم فل کی سند لی ہے۔ ان کی یہ محبت اور عزت افزائی میرے لئے ایک اہم اور قابل ذکر بات ہے۔ اس یادگار محبت کے لئے میں ان کا ہمیشہ ممنون احسان رہوں گا۔

عزیز دوست ڈاکٹر محمد شکیل اختر اے کے ماس کمیونیکیشن جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی، اور مولانا ظہیر الاسلام ندوی لکھنو نے بنگالی تراجم سے متعلق، اور ڈاکٹر کے پی شمس الدین صاحب نے ملیالم تراجم اور ان کے مترجمین سے متعلق بعض اہم اور بنیادی معلومات مہیا کیں۔ میں ان سب کی علم دوستی اور ادب نوازی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔

مولانا غلام ربانی صاحب سری نگر کشمیر کا بھی شکریہ ادا کرنا لازمی ہے۔ ان کی بدولت 'الفاروق' کے کشمیری اور گوجری تراجم کا علم ہوا۔ اسی طرح ڈاکٹر اقبال لون صاحب نے علامہ شبلی کی مقبول ترین کتاب 'سیرۃ النعمان' کے گوجری مترجم سے میرا تعارف کرایا۔ میں ان کا اور مترجم جناب عبدالغنی عارف کا خاص طور پر ممنون کرم ہوں۔ محترم مولانا حسن عبداللہ صاحب بھدکودروی بھڑوچ گجرات کا بھی شکرگذار ہوں۔ موصوف نے 'الفاروق' کا مطبوعہ گجراتی ترجمہ بھیجا اور اس سے متعلق ضروری معلومات بھی بہم پہنچائیں۔ برادرم مولانا محمد عرفات اعجاز اعظمی نے حسب توقع پوری دلچسپی لی اور اس کا اشاریہ بھی بنایا۔ برادرم سلیم جاوید ناظر کتب خانہ دارالمصنّفین نے بھی حق برادرانہ نبھایا۔ میں ان سب کا شکرگذار ہوں۔ اہلیہ شائستہ ریاض فلاحی اور بچوں کے لئے خاص طور پر دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ انہیں دین ودنیا کی کامرانیوں سے ہم کنار کرے۔

ناچیز
محمد الیاس الاعظمی
ادبی دائرہ اعظم گڑھ

۳۱/مارچ۔۲۰۲۱ء

باب اول

تصانیفِ شبلی کے تراجم

[ا]

اردوتراجم

'اردو' زبان دنیا کی بڑی اور زیادہ بولی جانے والی زبانوں میں ایک ہے۔اپنی شیریں اور نرم لب و لہجے کے لئے بھی یہ عالمی شہرت رکھتی ہے۔اور بلاتفریق مذہب وملت سب کی زبان ہے۔پاکستان کی سرکاری زبان ہے۔اور ہمارے یہاں متعدد ریاستوں میں اسے سرکاری اور دفتری زبان کا درجہ حاصل ہے۔یہ اگرچہ پاکستان کی سرکاری زبان ہے تاہم اس کے زیادہ بولنے والے ہندوستان ہی میں ہیں۔بنگلہ دیش ،نیپال اور عرب ممالک میں بھی اس بولنے والے آباد ہیں۔ایک حقیقت یہ بھی ہے کہ یہ پیدا بھی ہندوستان ہی میں ہوئی۔اور تمام بڑے ادیب و شاعر یہیں پیدا ہوئے۔غالب،میر،مومن،سرسید اور شبلی سب کے سب یہیں پیدا ہوئے۔اور اسی کے آسمانوں میں ان کے نغمے گونجے۔

علامہ شبلی نعمانی[۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] کی دو کتابیں 'اسکات المعتدی علی انصات المقتدی' اور ' الانتقاد' عربی زبان میں ہیں۔علاوہ ازیں بعض خطوط اور مراسلات بھی عربی زبان میں ہیں۔اسی طرح فارسی زبان میں دادسخن کے علاوہ بعض تقریظات اور دیباچے بھی لکھے ہیں۔ایک پرستار شبلیؒ نے انہیں اردو میں منتقل کیا ہے۔موضوع کی مناسبت سے یہاں ان کا ذکر ضروری ہے۔

اردوترجمہ مکاتیب شبلی

اردو کے ذخیرہ مکتوباتی ادب میں علامہ شبلی نعمانی کا ایک منفرد مقام ہے۔گرچہ اردو مکتوب نگاروں میں ان کا شمار مرزا غالب[۱۷۹۷-۱۸۶۹ء] کے بعد ہوتا ہے اور بلا شبہ مرزا غالب کو اس

میدان ادب میں اولیت اور فوقیت حاصل ہے، لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ متعدد وجوہ واسباب سے مکاتیب شبلی بھی انفرادیت کے حامل قرار دئے جاتے ہیں۔ غالباً اسی بنیاد پر وفیسر خورشید الاسلام [۱۹۱۹-۲۰۰۶ء] نے علامہ شبلی نعمانی کے مکاتیب کو قومی اعمال نامہ قرار دیا ہے۔(۱)

علامہ شبلی نعمانی کے مکاتیب کے کئی مجموعے شائع ہوئے۔ سب سے پہلے مولانا سید سلیمان ندوی [۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] نے دو جلدوں میں 'مکاتیب شبلی' شائع کئے۔ 'خطوط شبلی' کے نام سے ایک مجموعہ مکاتیب محمد امین زبیری [۱۸۷۰-۱۹۵۸ء] نے شائع کیا۔ ایک صدی بعد ایک مجموعہ مکاتیب مرتب کرنے کی توفیق اس ناتواں کے حصہ میں بھی آئی۔ جو 'مکتوبات شبلی' کے نام سے ۲۰۱۳ء میں ادبی دائرہ اعظم گڑھ سے شائع ہوا ہے۔

علامہ شبلی نے اردو کے علاوہ عربی و فارسی میں بھی خط و کتابت کی ہے۔ بلکہ ابتدا میں وہ فارسی ہی میں خط و کتابت پسند کرتے تھے۔ مکاتیب شبلی جلد دوم میں متعدد فارسی و عربی مکتوبات شامل ہیں۔ اردو کے ممتاز ادیب، شاعر اور نقاد ڈاکٹر خالد ندیم [پ: ۹ر فروری ۱۹۶۳ء] صدر شعبہ اردو یونیورسٹی آف سرگودھا نے ان مکاتیب کا اردو میں ترجمہ کیا ہے۔ ان پر مفید اور قیمتی حواشی بھی لکھے ہیں۔ جن سے ان مکاتیب کی افادیت بہت بڑھ گئی ہے۔ ۶۴ر صفحات پر مشتمل یہ ترجمہ شبلی صدی کے موقع پر دارالمصنّفین اعظم گڑھ سے شائع ہوا ہے۔ اس کا سنہ اشاعت ۲۰۱۵ء ہے۔ تقدیم پروفیسر اشتیاق احمد ظلی ڈائرکٹر دارالمصنّفین اعظم گڑھ کے قلم سے ہے۔

الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی

علامہ شبلی نعمانی نے مشہور مصری متعصب عیسائی مورخ جرجی زیدان [۱۸۶۱-۱۹۱۴ء] کی کتاب ''تاریخ التمدن الاسلامی'' کا تحقیقی و تنقیدی جائزہ لے کر اس کی غلط بیانیوں کی تردید اور اس کی ہرزہ سرائیوں کی پردہ دری کی ہے۔ علامہ شبلی کی یہ تحریر اولاً علامہ سید رشید رضا مصری [۱۸۶۵-۱۹۳۵ء] کے عربی مجلّہ 'المنار' میں شائع ہوئی اور پھر ہندوستان اور مصر سے دونوں ممالک سے ۱۹۱۲ء میں کتابی صورت میں شائع ہوئی۔ (۲) جرجی زیدان کی خواہش تھی کہ علامہ شبلی اس سے اپنی برأت کا اظہار کر دیں۔ مگر علامہ شبلی نے اس کے خط کا جواب تک نہیں دیا۔

علامہ شبلی نعمانی نے اپنی اس گراں مایہ تحقیقی کتاب کا اردو میں خلاصہ تیار کر کے شائع کرایا، جو 'مقالات شبلی' میں شامل ہے۔ (جلد چہارم ص ۱۳۵-۱۷۸، طبع جدید ۲۰۱۴ء)

'الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی' علامہ شبلی نعمانی کی بڑی اعلیٰ پایہ کتاب اوران کی تحقیق وتنقید کا ایک نمونہ ہے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ [۱۹۳۷-۲۰۰۸ء] سابق ناظم دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی نے اپنے دور نظامت میں اس کا ایک ایڈیشن ڈاکٹر محمد عارف عمری [پ:۱۹۶۱ء] سابق رفیق دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کی تصحیح ومراجعت سے شائع کیا تھا۔ اس پر سنہ اشاعت درج نہیں ہے۔ البتہ دارالمصنّفین کے موجودہ ڈائرکٹر پروفیسر اشتیاق احمد ظلی [پ:۱۹۴۲ء] نے دیگر تصانیف شبلی کی طرح اس کی اشاعت خاص پر توجہ دی اور ممتاز محقق ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی [پ:۱۹۵۳ء] کی تحقیق وتعلیق سے شبلی صدی مطبوعات کے تحت دیدہ زیب ایڈیشن شائع کیا۔ ۲۰۱۹ء میں مصر کے ایک اشاعتی ادارے درۃ الغواص نے اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کیا ہے۔

الجزیہ

'الجزیہ' علامہ شبلی نعمانی کا بہت مشہور تحقیقی اور تاریخی مقالہ ہے۔ ۱۸۸۹ء میں لکھا گیا اور مطبع مجتبائی لاہور سے شائع ہوا۔ اس میں علامہ شبلی نے جزیہ کی تعریف اور اس کی حقیقت بیان کرنے کے ساتھ اس پر وارد بعض اعتراضات کی تردید کی ہے اور اسے زحمت کے بجائے رحمت قرار دیا ہے۔

علامہ شبلی نے اپنی اس تصنیف کا خود اردو میں ترجمہ کیا اور مطبع مفید عام آگرہ سے ۱۸۹۴ء میں طبع کرایا۔ البتہ یہ عام طور سے دستیاب نہیں ہے۔

تاریخ بدءالاسلام

علامہ شبلی نعمانی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] نے سرسید احمد خاں [۱۸۱۷-۱۸۹۸ء] کی فرمائش پر ایم اے او کالج علی گڑھ کے طلبہ کے لئے 'تاریخ بدءالاسلام' مرتب کی تھی۔ (۳) جو عرصہ تک کالج کے نصاب تعلیم میں شامل رہی۔ یہ سیرت نبویؐ پر ایک مختصر سا رسالہ ہے۔ اس میں تاریخ ابوالفدا،

ابن اثیر کی الکامل اور قاضی عیاض کی الشفاء کے اقتباسات نقل کئے گئے ہیں۔ یہ کتاب دراصل سیرت نبویؐ کا تخم ہے۔ اس کے مفصل تعارف و تجزیے کے لئے راقم کی تصنیف 'آثار شبلی' ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔

'تاریخ بدء الاسلام' کے دو ترجمے شائع ہوئے۔ پہلا فارسی میں اور دوسرا اردو میں۔ اردو ترجمہ میمونہ سلطان شاہ بانو (بیگم نواب حمید اللہ خاں آف بھوپال) نے 'آغاز اسلام' کے نام سے کیا ہے۔ یہ اصل عربی کتاب کے بجائے مولانا حمید الدین فراہی [۱۸۶۳-۱۹۳۰ء] کے فارسی ترجمہ کا اردو ترجمہ ہے۔ جو ۱۹۱۵ء میں مطبع سلطانی بھوپال سے شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ دارالمصنّفین اعظم گڑھ میں موجود ہے۔ اس کے دو اور ایڈیشن دہلی سے شائع ہوئے ہیں۔ ایک مہتاب پریس دہلی سے طبع ہوا ہے۔ جبکہ دوسرا نگین پریس دہلی نے ۱۹۲۴ء میں شائع کیا ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن ۱۹۸۷ء میں اردو اکیڈمی سندھ کراچی نے بھی شائع کیا ہے۔ اس کے مرتب جمیل احمد نقوی ہیں۔

'آغاز اسلام' کا ایک اور ایڈیشن یونیورسل بکس لاہور نے ۱۹۸۲ء میں 'سیرت طیبہ' کے نام سے شائع کیا ہے۔ یہ ایڈیشن محمد احسان الحق نے مرتب کیا ہے۔ فاضل مرتب نے بڑے مفید اور معلوماتی حواشی لکھے ہیں، جس کی تفصیل خود ان ہی کے قلم سے ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں۔

> ''موجودہ اشاعت میں میمونہ سلطان کے اردو ترجمہ کو متن کی ضروری تصحیح اور ضروری حواشی کے ساتھ پیش کیا جارہا ہے۔ متن میں آنے والی آیات کے نمبر اور متعلقہ سورتوں کے نام درج کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے ترجموں میں جہاں کہیں الجھاؤ کا احساس ہوا ہے وہاں شاہ بانو کے ترجمہ آیت کی جگہ نامور علماء و مفسرین میں سے کسی ایک کا ترجمہ شامل کردیا گیا ہے۔ حواشی میں اس قسم کے اضافوں کے ساتھ ساتھ اصحاب و اشخاص و مقامات کتاب کے بارے میں ضروری تصریحات و توضیحات بھی شامل کردی گئی ہیں۔ امید ہے کہ تہذیب و تحشیہ کے اس کام سے کتاب زیادہ مفید اور معلومات افزا ہوجائے گی۔'' (۴)

'سیرت طیبہ' پر ناموراہل قلم اور مجلس ترقی ادب لاہور کے ڈائرکٹر ڈاکٹر تحسین فراقی [پ: ۱۷رستمبر ۱۹۵۰ء] نے تفصیلی مقدمہ لکھا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ بہت عمدہ، جامع اور معلومات افزا مقدمہ سپرد قلم کیا ہے۔

'تاریخ بدء الاسلام' کا ایک اور اردو ترجمہ 'حیات النبیؐ' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ محمد عنایت اللہ نے کیا ہے اور رحمانی پریس دہلی سے شائع ہوا ہے۔ تاریخ وسنہ اشاعت درج نہیں ہے ۔۲۰۱۴ء میں علامہ شبلی صدی تقریبات بڑے پیمانہ پر منعقد ہوئیں۔ اس موقع پر 'تاریخ بدءالاسلام' کا ایک نہایت محقق ایڈیشن ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی صاحب کی تحقیق وتعلیق سے دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نے شائع کیا۔ اس میں علامہ حمیدالدین فراہی اور میمونہ سلطان شاہ بانو [م ۔۱۹۸۲ء] کے تراجم بھی شامل ہیں۔

عطیہ شبلی

علامہ شبلی نعمانی کو فارسی زبان وادب پر بے انتہا قدرت اور اس کی تاریخ پر بڑی گہری نظر تھی۔ وہ فارسی کے نہایت قادرالکلام شاعر تھے۔ ان کی غزلیہ شاعری کی بنیاد پر بعض نقادوں نے انہیں حافظ ہند قرار دیا ہے۔ فارسی کلام کے کئی مجموعے خود انہوں نے شائع ہوئے۔ ابتدا میں 'مجموعہ نظم شبلی' اور 'دیوان شبلی' شائع ہوئے۔ آخر میں مجموعہ غزلیات 'دستہ گل'، 'بوئے گل'۔ بعد از وفات 'برگ گل' شائع ہوا۔ 'برگ گل' مولانا حاجی معین الدین ندوی [۱۸۹۲-۱۹۴۱ء] نے مرتب کیا تھا۔ سب سے آخر دارالمصنّفین اعظم گڑھ سے مولانا سید سلیمان ندوی [۱۸۸۴- ۱۹۵۳ء] نے ان کا فارسی کلیات شائع کیا۔

اکبر علی خاں عرشی زادہ [۱۹۴۰-۱۹۹۷ء] علامہ شبلی نعمانی کے شیدائیوں میں تھے۔ انہوں نے ۱۹۷۸ء میں ماہنامہ تحریک دہلی کے سلور جبلی نمبر کے لئے علامہ شبلی کے مجموعہ غزلیات 'دستہ گل'، 'بوئے گل' اور 'برگ گل' کی ۲۶ منتخب غزلوں کا اردو میں منظوم ترجمہ کیا۔ جو ماہ نامہ تحریک دہلی کے سلور جبلی نمبر [۱۹۷۸ء ص ۵۷۷-۵۹۸] میں شائع ہوا ہے۔ راقم الحروف نے اسے اپنی کتاب 'شبلی سخنوروں کی نظر میں' مطبوعہ ادبی دائرہ اعظم گڑھ ۲۰۱۱ء میں شامل کیا ہے۔

یہ منظوم اردو ترجمہ علامہ شبلی کو اپنی نوعیت کا ایک منفرد خراج اور ایک اہم ادبی کاوش ہے۔ اس سے علامہ شبلی کے وہ افکار جوان کی فارسی غزلوں میں نہاں ہیں، اس کی تفہیم آسان ہوگئی ہے۔ بطور نمونہ ایک فارسی غزل اور اس کا منظوم اردو ترجمہ یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

غزل فارسی از علامہ شبلی	منظوم اردو ترجمہ از عرشی زادہ
نثار بمبئی کن ہر متاع کہنہ و نو را طراز مسند جمشید وفر تاج خسرو را	نثار بمبئی کیجئے متاع کہنہ ونو کو طراز مسند جمشید و فر تاج خسرو کو
بہ ہر سو از ہجوم دلبران شوخ و بے پروا گذشتن از سر رہ مشکل افتادست رہروا	ہجوم دلبران شوخ بے پروا ہے وہ ہرسو گزرنا راستوں سے ہوگیا دشوار رہرو کو
فغاں از گرمی ہنگامہ خوباں زردشتی بہم آمیختہ از زلف و عارض ظلمت وضورا	غضب ہے گرمی ہنگامہ خوباں زردشتی کیا ہے زلف و عارض میں بہم کیا ظلمت وضو کو
بدہ ساقی مے باقی کہ در جنت نخواہی یافت کنار آب چوپاٹی و گل گشت اپالورا	پلا ساقی مئے باقی کہ جنت میں نہ پائے گا کنار آب چوپاٹی وگل گشت اپالو کو
بیا شبلی بہ یاد پنجہ گیرائے مژگانش دگر رہ پارہ سازم ایں قبائے زہد صدتو را	مناسب ہے یہی شبلی بیاد پنجہ مژگاں کریں پھر پارہ پارہ ہم قبائے زہد صدتو کو

مشہور شاعر وادیب علامہ حکیم آزاد انصاری کے مجموعہ کلام ''معارف جمیل'' کی غزل کا ایک شعر ہے۔

نثار اس شوخ کے جس نے شب وصل
خود آئین ہم آغوشی سکھایا(۵)

اس پر خود شاعر حکیم آزاد انصاری نے یہ نوٹ لگایا ہے کہ ''یہ شعر علامہ شبلی نعمانی مرحوم کے

حسب ذیل مشہور فارسی شعر کا ترجمہ ہے۔

من فدائے بت شوخے کہ بہ ہنگام وصال
بہ من آموخت خود آئین ہم آغوشی را(۶)

اس ترجمہ سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ فارسی دانوں میں علامہ شبلی کی فارسی شاعری کس درجہ مقبول تھی۔

اکبر علی خاں عرشی زادہ نے علامہ شبلی کی جن فارسی غزلوں کا منظوم اردو ترجمہ کیا ہے اس میں وہ غزل بھی شامل ہے، جس کا وہ شعر ہے۔عرشی زادہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو:

اس بت شوخ پہ مرتا ہوں کہ جس نے دم وصل
خود سکھایا مجھے آئین ہم آغوشی کو(۷)

دونوں تراجم کے موازنہ سے واضح ہوتا ہے کہ اکبر علی خاں عرشی زادہ کا منظوم ترجمہ حکیم آزادانصاری کے مقابلہ میں اصل شعر کے زیادہ قریب ہے۔

حواشی

(۱) خورشیدالاسلام۔تنقیدیں،ص۵۲،دہلی۔۱۹۶۴ء
(۲) محمدالیاس الاعظمی۔الانتقاد:ایک جائزہ۔فکرونظر اسلام آباد،اکتوبر تادسمبر۲۰۰۲ء
(۳) مقالات یوم شبلی ص۱۱
(۴) میمونہ سلطان شاہ بانو،سیرت طیبہ ص۱۰،یونیورسل بکس لاہور۱۹۸۲ء
(۵) معارف جمیل ص۲۱۹
(۶) معارف جمیل ص۲۱۹
(۷) شبلی سخنوروں کی نظر میں ص۲۴۴

انگریزی تراجم

انگریزی زبان سارے عالم کو اپنے حصار میں لئے ہوئے ہے اور پوری دنیا میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق انگریزی زبان دنیا میں سب سے زیادہ پڑھی اور سمجھی جانے والی زبان ہے۔اور یہ بھی واقعہ ہے کہ دنیا بھر میں رابطے کی زبان یہی انگریزی ہے۔۲۰۱۹ء کی مردم شماری کے مطابق ۳۷۹۰۰۷۱۴۰/افراد کی یہ مادری زبان ہے۔جبکہ ۷۵۳۳۵۹۵۴۰/ افراد کی یہ دوسری زبان ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کی تمام اہم اور بنیادی کتابیں اردو میں ہیں۔تاہم وہ اپنی بعض کتابوں کے انگریزی ترجمہ کے خواہش مند تھے۔ان کی وفات کے بعد ان متعدد کتابوں اور مقالات کو انگریزی میں منتقل کیا گیا۔مگر جس پیمانہ پر یہ کام ہونا چاہئے تھا ابتک نہیں ہوسکا۔بہرحال جو کچھ انگریزی میں ترجمہ ہوا ہے، یہاں انہی کی تفصیلات درج کی گئی ہیں۔

الجزیہ

سرسید احمد خاں [۱۸۱۷-۱۸۹۸ء] نے علامہ شبلی نعمانی کے تحقیقی مقالہ 'الجزیہ' کا انگریزی میں ترجمہ کرایا تھا۔(۱) باوجود تلاش بسیار کے وہ ترجمہ ابتک دستیاب نہیں ہوا ہے اور نہ یہ معلوم ہوسکا ہے کہ یہ ترجمہ کس نے کیا تھا اور اسے کس ادارہ نے شائع کیا تھا۔

'الجزیہ' کا ایک اور انگریزی ترجمہ دارالمصنّفین کے سابق ناظم سید صباح الدین عبدالرحمٰن [۱۹۱۱- ۱۹۸۷ء] نے کیا ہے، جو انگریزی مجلّہ اسلامک کلچر حیدرآباد (Islamic cultur Hyderabad) کی کسی اشاعت میں شائع ہوا۔اس کی مزید تفصیل دستیاب نہیں ہوسکی۔

الفاروق

’الفاروق‘ علامہ شبلی نعمانی کی نہایت معرکہ آرا اور اردو زبان کی مقبول ترین کتاب ہے۔ علامہ شبلی نے اس کی تصنیف کے لئے ممالک اسلامیہ کا سفر کیا اور وہاں کے متعدد کتب خانوں کی خاک چھانی۔ نادر و کمیاب کتابوں سے استفادے کے بعد اسے قلم بند کیا۔ خود علامہ شبلی کو اپنی تمام تصنیفات میں ’الفاروق‘ سب سے زیادہ پسند تھی۔(۲) الفاروق جنوری ۱۸۹۹ء میں مطبع نامی کانپور سے پہلی بار طبع ہوئی۔ اس وقت سے آج تک برابر طبع ہو کر اہل علم اور صاحبان ذوق کی تشنگی بجھا رہی ہے۔ یہی نہیں دنیا کی مختلف زبانوں مثلاً عربی، فارسی، انگریزی، ترکی، پشتو، مراٹھی اور ملیالم میں ترجمہ ہو کر ان کے حلقوں میں بھی مقبول و متداول ہے۔ جن کا ذکر آئندہ اوراق میں آ رہا ہے۔

’الفاروق‘ کا پہلا ایڈیشن ۱۸۹۹ء میں مطبع نامی کان پور سے طبع ہو کر شائع ہوا تو اسے انگریزی میں ترجمہ کرنے کی کئی اشخاص نے کوشش کی۔ سب سے پہلے علامہ شبلی کے ایک شاگرد (۳) مولانا ظفر علی خاں [۱۸۷۳-۱۹۵۶ء] نے شمس العلما مولانا سید علی بلگرامی [۱۸۵۱-۱۹۱۱ء] اور مولوی عزیز مرزا [۱۸۶۵-۱۹۱۲ء] کی تحریک پر اس کام کا آغاز کیا۔ اور الفاروق کا ترجمہ کیا۔ (۴) جسے ۱۹۳۹ء میں شیخ محمد اشرف تاجر کتب اسلامیہ کشمیری بازار لاہور نے شائع کیا۔ اس ترجمہ کے اب تک درجنوں ایڈیشن علی الترتیب ۱۹۳۹ء، ۱۹۴۳ء، ۱۹۴۷ء، ۱۹۵۶ء، ۱۹۵۷ء، ۱۹۵۹ء، ۱۹۶۱ء، ۱۹۶۶ء اور ۱۹۷۶ء میں شائع ہو چکے ہیں۔ ایک ایڈیشن ۱۹۵۶ء میں عماد پبلی کیشن دہلی نے بھی شائع کیا۔ یہیں سے اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۷ء میں شائع ہوا۔ دہلی کے آدم پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرس نے علی الترتیب ۲۰۰۶ء اور ۲۰۰۹ء میں دو ایڈیشن شائع کئے۔ اسی طرح انٹرنیشنل اسلامک پبلی کیشن نئی دہلی نے ۱۹۴۲ء میں ادارہ اشاعت دینیات نئی دہلی نے ۱۹۹۶ء میں، رائٹ وے پبلی کیشن نئی دہلی نے ۲۰۰۴ء میں کم از کم الفاروق کے ایک ایک ایڈیشن شائع کئے۔

مولانا ظفر علی خاں [۱۸۷۳-۱۹۵۶ء] کے انگریزی ترجمہ کی جمیل احمد قریشی نے تلخیص کی ہے۔ جو (abridged edition of Shibli Nomani's Umar al Farooq) کے نام سے آکسفورڈ یونیورسٹی پریس نئی دہلی سے شائع ہوئی ہے۔ یہ تلخیص ۱۵۷ر صفحات پر مشتمل ہے

اور۲۰۰۴ء میں شائع ہوئی ہے۔

'الفاروق' کا انگریزی ترجمہ پروفیسر شیخ عطاء اللہ[۱۸۹۶-۱۹۶۸ء] پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور نے بھی شروع کیا تھا۔مگر وہ اسے پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکے۔(۵)

''الفاروق'' کا ایک انگریزی ترجمہ ظفر حسن ایبک[۱۸۹۵-۱۹۸۹ء] نے کیا تھا،عمر رضا دوغرل بک نے جس سے ترکی ترجمہ کیا اور وہ شائع ہوا۔مگر انگریزی ترجمہ کے بارے میں کسی قسم کی معلومات نہیں۔

اس کا تیسرا انگریزی ترجمہ محمد سلیم کے قلم سے لاہور سے شائع ہوا۔یہ ترجمہ ۵۵۳ صفحات پر مشتمل ہے۔اسے شیخ محمد اشرف تاجر کتب اسلامیہ لاہور نے ۱۹۵۷ء میں شائع کیا۔ ۱۹۶۲ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شیخ محمد اشرف تاجر کتب اسلامیہ لاہور ہی سے شائع ہوا۔

'الفاروق' کا ایک انگریزی ترجمہ ۲۰۰۴ء میں لندن سے شائع ہوا ہے۔مگر اس پر مترجم کا نام درج نہیں ہے۔

اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر

۱۹۰۶ء میں علامہ شبلی نعمانی[۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] نے اپنے شاگرد رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہر[۱۸۷۸-۱۹۳۰ء] کی خواہش پر بڑودہ کا سفر کیا۔جہاں وہ ملازمت کرتے تھے۔انہوں نے علامہ شبلی نعمانی سے درخواست کی کہ اورنگزیب عالم گیر پر عائد ناعاقبت اندیش مورخین کے الزامات واتہامات کے ردو ابطال پر ایک مفصل مضمون ارقام فرمائیں۔(۶) چنانچہ سفر سے واپسی کے بعد علامہ شبلی نے عالم گیر پر ایک سلسلہ مضامین لکھا۔علامہ شبلی اس زمانہ میں ماہنامہ الندوہ لکھنؤ کے مدیر تھے۔یہ سلسلہ مضامین اس میں قسط وار شائع ہو کر مقبول ہوا۔(۷) ۱۹۰۹ء میں پہلی بار مطبع نول کشور لاہور سے کتابی صورت میں طبع ہوا۔۱۹۱۱ء میں مطبع نظامی کان پور نے 'مضامین عالمگیر' کے نام سے ایک اور ایڈیشن شائع کیا۔اب تک اس کے متعدد ایڈیشن مختلف ناشرین نے شائع کئے ہیں۔اہمیت کے پیش نظر مولانا محمد علی جوہر اس کے انگریزی ترجمہ کے آرزومند تھے۔(۸) مگر وہ اپنی مصروفیات کے سبب یہ کام اخیر تک نہ انجام دے سکے۔اس زمانہ میں اس کام کی

سعادت ڈاکٹر سید محمود [۱۸۸۹-۱۹۷۱ء] نے پائی۔ علامہ شبلی کی اجازت سے انھوں نے اس کا انگریزی میں ترجمہ یا خلاصہ لندن کے کسی جریدے میں شائع کیا۔(۹) جس کا حوالہ راقم الحروف کو دستیاب نہ ہوسکا۔

اس کتاب کا انگریزی ترجمہ جو دستیاب ہے ۱۹۸۱ء میں سید صباح الدین عبدالرحمٰن سابق ناظم دارالمصنّفین کی کاوش ہے۔ جو عالمگیر (Alamgeer) کے نام سے ادارہ ادبیات دلی، دہلی سے ۱۹۸۱ء میں شائع ہوا۔ ۲۰۰۸ء میں دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نے اس کا دوسرا اڈیشن شائع کیا ہے۔

جہاں گیر

علامہ شبلی نے 'جہاں گیر اور تزک جہاں گیری' کے عنوان سے ایک مفصل تاریخی مقالہ لکھا تھا جو مولانا ظفر علی خاں کے رسالہ ماہنامہ 'دکن ریویو' حیدرآباد دکن اور 'پنجاب ریویو' لاہور میں بالاقساط [جنوری تا مارچ ۱۹۰۴ء] شائع ہوا تھا۔ یہ تاریخی مقالہ اب 'مقالات شبلی' جلد چہارم مطبوعہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں شامل ہے۔

علامہ شبلی کے اس مشہور اور تاریخی مقالہ کو دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے اس وقت کے ناظم اور مشہور مورخ سید صباح الدین عبدالرحمٰن نے انگریزی میں ترجمہ کیا۔(۱۰) یہ ترجمہ راقم کی نظر سے نہیں گذرا ہے۔

سفرنامہ روم و مصر و شام

'سفرنامہ روم و مصر شام' کا انگریزی ترجمہ Turkey, Egypt, and Syria کے نام سے ڈاکٹر میکس بروس (Gregory Maxwell Bruce) نے کیا ہے۔ جسے Syracuse University Press New York نے اسی سال یعنی ۲۰۲۰ء میں شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر میکس بروس نادر نے ترجمہ کے ساتھ تعلیقات وحواشی میں خاصی محنت کی ہے۔ اس کے لئے وہ ہندوستان بھی آئے اور مختلف شہروں کا دورہ کیا۔ اعظم گڑھ آئے تو دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی میں کئی روز قیام

کیا۔ علامہ شبلیؒ کی کتابیں اوران کے مسودات کو بنظر غائر دیکھا۔ غالبًا ترکی کا بھی سفر کیا۔ علامہ شبلیؒ نے اپنے 'سفرنامہ روم ومصروشام' میں جن ترک اہل علم و دانش کا ذکر کیا ہے ڈاکٹر میکس نے بڑی تلاش وتحقیق سے ان کے حالات، خدمات، بالخصوص ان کے ادبی، تعلیمی اور سیاسی نظریات کا ذکر کیا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے مجھ سے ذکر کیا تھا۔ ان تمام تفصیلات پر مبنی انہوں نے ایک گراں قدر مقدمہ لکھا ہے اور جس طرح یورپ کے محققین ترتیب وتدوین کے لئے جانے جاتے ہیں ڈاکٹر میکس بروس (Dr.Gregory Maxwell Bruce) نے اس کا بہت کچھ خیال رکھا ہے۔ بلاشبہ یہ بہت اہم کام انہوں نے انجام دیا ہے۔ انہیں اپنے مفصل اور معلومات افزا مقدمہ کو اردو میں بھی شائع کرانا چاہئے۔

سیرۃ النبیؐ

سیرت النبی نہ صرف علامہ شبلی نعمانی کی بلکہ اردو زبان کی مایہ ناز تصنیف ہے۔ علامہ شبلیؒ کی خواہش تھی کہ اس کا انگریزی میں ترجمہ شائع کیا جائے تاکہ یورپ کے خیالات کی اصلاح ہو سکے۔ (۱۱) چنانچہ 'سیرۃ النبی' کی طباعت واشاعت کے آغاز ہی سے اہل علم اور ارباب ذوق نے اس کے انگریزی ترجمہ کی کوششیں شروع کر دی تھیں۔ سب سے پہلے مولانا محمد علی جوہر نے اس کام کو اپنے ذمہ لیا اور مولانا سید سلیمان ندوی [۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] سے یہ خواہش ظاہر کی کہ 'سیرۃ النبی' کی جو کاپیاں چھپتی جائیں وہ ان کے پاس بھیجتے جائیں تاکہ طباعت کے ساتھ ساتھ ترجمہ بھی ہوتا جائے۔ (۱۲) مولانا سید سلیمان ندوی نے اس کا اہتمام بھی کیا۔ اس کے باوجود مولانا محمد علی جوہر اپنی گہری سیاسی اور ملی مصروفیات کی وجہ سے یہ کام انجام نہیں دے سکے۔ ان کے علاوہ اور بھی متعدد اہل علم نے انگریزی ترجمہ کی اجازت چاہی، جسے مولانا سید سلیمان ندوی نے بخوشی منظور کیا۔ انہوں نے لکھا ہے کہ

> ''سیرت کے انگریزی ترجمہ کا خیال بھی مدتوں سے ہے۔ اور کئی صاحبوں نے اس کی اجازت بھی مانگی اور دی گئی، مگر پورا کسی نے نہیں کیا۔ اسی اثنا میں خود اپنے یہاں اس کام کو شروع کیا گیا، مگر کچھ ایسے اسباب ہوئے کہ

یہ کام رک گیا۔اب لاہور کے ایک ممتاز صاحب دل اور صاحب قلم خواجہ
عبدالحمید سکریٹری اسلامک ریسرچ سوسائٹی نے ہمت کی اور اس کے
دیباچہ کا انگریزی ترجمہ خدام الدین کے انگریزی پرچے 'اسلام' میں شائع
کیا اور اب وہ ہمت کر رہے ہیں کہ پوری کتاب کا ترجمہ انگریزی میں
کریں۔خدا کرے یہ کام بھی تکمیل کو پہنچے۔''(۱۳)

دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے سابق ناظم مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی[۱۹۰۳-
۱۹۷۴ء] نے لکھا ہے کہ

''پاکستان میں کئی اصحاب نے سیرت کے انگریزی ترجمہ کی اجازت چاہی
جو دیدی گئی۔ایک وکیل صاحب نے جن کا نام یاد نہیں رہ گیا ایک انگریز کی
مدد سے پہلی جلد کا ترجمہ شروع بھی کر دیا تھا اور اس سلسلہ میں انھوں نے خط
وکتابت بھی کی، لیکن پھر اس کا انجام نہیں معلوم ہوا۔''(۱۴)

انگریزی ترجمہ کی مذکورہ کوششیں اگرچہ بارآور ثابت نہ ہوسکیں، تاہم بعد میں یہ سعادت
انگریزی زبان کے ایک بڑے اہل قلم مسٹر فضل الرحمٰن [۱۹۰۵-۱۹۶۶ء] نے حاصل کی۔انھوں
نے سیرۃ النبیؐ کی ابتدائی دونوں جلدوں کو انگریزی قالب عطا کیا۔جسے پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی
کراچی نے علی الترتیب ۱۹۶۷ءاور ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔ان اولین اشاعتوں کے بعد بھی اس کی
اشاعتوں کا سلسلہ جاری رہا، لیکن بعد کی اشاعتوں کی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

'سیرۃ النبی' کا ایک انگریزی ترجمہ مجاہد آزادی مسٹر ظفر حسن ایبک[۱۸۹۵-۱۹۸۹ء] نے
ترکی میں اس لئے کیا کہ اس سے عمر رضا دوغرل بک[۱۹۰۵-۱۹۷۶ء] ترکی ترجمہ کرسکیں۔مگر اب
اس ترجمے کا کسی کو علم نہیں کہ وہ کیا ہوا۔

'سیرۃ النبی' کی ابتدائی دونوں جلدوں کا دوسرا انگریزی ترجمہ مولوی طیب بخش بدایونی
[۱۹۲۷-۱۹۹۲ء] نے کیا ہے، جو قاضی پبلشرز لاہور سے ۱۹۷۹ءاور ۱۹۸۰ء میں شائع ہوئے۔ان
تراجم کو دہلی کے ادارہ ادبیات دلی نے بھی ۱۹۷۹ء میں شائع کیا۔۱۹۸۳ء میں جلد اول کا دوسرا
ایڈیشن بھی شائع ہوا ہے۔یہ ترجمے کتب خانہ دارالمصنّفین میں موجود ہیں۔

طیب بخش بدایونی کے ترجمہ کی ایک تلخیص رائٹ وے پبلی کیشنز دہلی نے ۲۰۰۱ء میں شائع کی تھی۔ یہ تلخیص راقم کو دستیاب نہیں ہوئی، اس لئے یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ تلخیص کس کے قلم کی مرہون منت ہے۔ اور تلخیص انہوں نے کن اصولوں کو برتا ہے۔

'سیرۃ النبیؐ' کا ایک اور انگریزی ترجمہ عبدالمجید صاحب نے (Last Prophet and his teachings) کے نام سے کیا ہے۔ ۶۵۶ صفحات پر مشتمل یہ ترجمہ نور پبلی کیشنز دہلی سے ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا۔ ۱۹۸۸ء میں یہیں سے دوسرا ایڈیشن بھی طبع ہوا۔ اس کا ایک ایڈیشن ملیشیا کسی نیک بخت نے ۱۹۹۹ء میں کوالالام پور ملیشیا سے شائع کیا۔ یہ راقم الحروف کی نظر سے نہیں گذرا ہے۔

''سیرت النبی'' کا ایک انگریزی ترجمہ محمد سعید صدیقی کے قلم سے ہے۔ اسے ۲۰۰۰ء میں کتاب بھون نئی دہلی نے شائع کیا ہے۔

مولوی سبطین احمد بدایونی [۱۸۹۸-۱۹۷۱ء] نے بھی ''سیرت النبی'' کی ابتدائی دونوں جلدوں کے انگریزی ترجمہ کی سعادت حاصل کی۔ حصہ اول کے ترجمہ کے متعلق ۳ر فروری ۱۹۶۵ء کو ایک خط میں جو پروفیسر ضیاء احمد بدایونی کے نام ہے، وہ لکھتے ہیں۔

> ''یہ سن کر آپ کو مسرت ہوگی کہ سیرت النبیؐ جلد اول کا ترجمہ ختم ہو چکا ہے۔ اب نظر ثانی کر رہا ہوں۔'' (۱۵)

جلد اول کا یہ ترجمہ شائع نہیں ہوا۔ بلکہ آج تک شائع نہیں ہوا۔ تسلیم غوری بدایونی نے مذکورہ اقتباس کے نقل کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ''یہ حصہ اول کے ترجمہ کی کہانی ہے، جو ان کے نام سے شائع نہ ہوسکا اور کسی دوسرے کے لئے مال مفت بنا۔'' (۱۶) مگر انہوں نے اس کی نشاندہی نہیں کی ہے کہ وہ کون شخص تھا جس نے ایسی کمینہ حرکت کی۔

حصہ اول کی تکمیل کے بعد مولوی سبطین احمد صاحب دوسری جلد کے ترجمہ کی طرف متوجہ ہوئے۔ اور اسے پورا کیا۔ پروفیسر ضیاء احمد بدایونی کو ایک خط میں لکھتے ہیں۔

> ''خالی بیٹھا ہوں۔ ابھی تک جلد دوم سے مصروف رہتا تھا۔ وہ بھی ختم کر لی تو اب ذرا سستا رہا ہوں۔ مگر اس جلد کو بڑی مشاطگی درکار ہے۔ جس کی

اہلیت نہیں۔ ذرا دم لے لوں تو جو کچھ بن پڑے گا کروں گا۔'' (۱۷)

حصہ دوم کا یہ انگریزی ترجمہ ادارہ جمعیت الفلاح کراچی نے شائع کیا ہے۔ اس پر سنہ اشاعت درج نہیں ہے۔ مترجم نے اس کا جو تعارف لکھا ہے، اس پر ۲۰/جنوری ۱۹۷۱ء کی تاریخ درج ہے۔ تسلیم غوری بدایونی صاحب نے اس سے تاریخ اشاعت ۱۹۷۱ء نکالی ہے۔

یہ ترجمہ ۴۳۷/صفحات پر مشتمل ہے۔ اصل ترجمہ تو ۳۷۹/صفحات میں آیا ہے۔ بقیہ صفحات میں اشاریے وغیرہ دئے گئے ہیں۔

تسلیم غوری بدایونی صاحب نے مولوی سبطین احمد کی حیات وادبی خدمات پر ایک رسالہ لکھا ہے۔ راقم نے مذکورہ بالا تفصیلات اسی مقالہ سے درج ہیں۔ غوری صاحب کو ماہنامہ معارف کے جس مقالہ نے یہ مقالہ لکھنے پر مجبور کیا وہ مقالہ اس ناچیز نے نومبر ۱۹۹۹ء میں لکھا تھا۔ اور جس میں مولوی سبطین احمد صاحب کے ترجمے کا بقول تسلیم غوری صاحب ذکر نہیں تھا۔ حالانکہ حقیقت محض اس قدر ہے کہ اس ترجمہ کا مجھے علم نہیں تھا۔ اور بعد میں اس کے متعلق جو معلومات دستیاب ہوئی وہ ادھوری اور نامکمل تھیں۔

اس ترجمہ کے علاوہ افادیت کے خیال سے مولانا رفیق عبدالرحمٰن نے 'سیرۃ النبیؐ' کی تمام جلدوں کی اردو میں تلخیص شائع کی۔ جو ہندوستان اور پاکستان میں علی العموم دستیاب ہے۔ اس تلخیص کا انگریزی ترجمہ بھی کسی حوصلہ مند نے کر دیا ہے۔ جو دارالاشاعت کراچی سے ۲۰۰۳ء میں شائع ہوا ہے۔ چونکہ یہ تلخیص راقم کی نظر سے نہیں گذری، اس لئے مترجم کا نام معلوم نہیں ہو سکا۔

سیرۃ النعمان

علامہ شبلی کو امام اعظم ابوحنیفہؒ [۶۹۹-۷۶۷ء] کی ذات سے بڑی والہانہ عقیدت تھی۔ جس کی بنا پر ان کے استاد مولانا محمد فاروق چریاکوٹی [م: اکتوبر ۱۹۰۹ء] نے انھیں 'نعمانی' کا لقب دیا تھا۔ (۱۸) اور جوان کے نام کا جزو لاینفک ہوگیا۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ سے عقیدت وشیفتگی کا ایک مظہر یہ تصنیف بھی ہے۔ جو دراصل ان کے سلسلہ ناموران اسلام کی ایک کڑی ہے۔ ۱۸۹۰ء میں پایہ تکمیل کو پہنچی اور ۱۸۹۱ء میں ایم، اے، او، کالج (M.A.O.Collage) علی گڑھ کی جانب سے

پہلی بار شائع ہوئی۔اب اس اشاعت پر ایک صدی بیت چکی ہے۔اس وقت سے اب تک مسلسل طبع ہورہی ہے۔دیگر زبانوں کے علاوہ انگریزی میں بھی منتقل ہوچکی ہے۔اسے انگریزی قالب (Imam Abu Hanifa Life and Works) کے نام سے محمد ہادی حسین نے عطا کیا ہے۔ ۲۵۶رصفحات پر مشتمل یہ ترجمہ ۱۹۷۲ء میں انسٹی ٹیوٹ آف اسلامک کلچر لاہور سے شائع ہوا۔اس کے علاوہ چار اورایڈیشن علی الترتیب ۱۹۷۷ء،۱۹۷۸ء،۱۹۸۲ء اور ۱۹۸۸ء میں انسٹی ٹیوٹ اسلامک کلچر لاہورہی سے شائع ہوئے ہیں۔یقینی طور پر ۱۹۸۸ء کے بعد بھی شائع ہوئے ہوں گے۔جس کی تفصیلات ہاتھ نہ آسکیں۔البتہ بکس ڈپازری نوری انٹرنیشنل لندن نے ۲۰۱۹ء میں ایک ایڈیشن شائع کیا ہے۔

محمد ہادی حسین کے انگریزی ترجمے کے متعدد ایڈیشن مختلف اشاعتی اداروں سے شائع ہوئے ہیں۔صرف کتاب بھون نئی دہلی نے علی الترتیب ۱۹۸۸ء، ۱۹۹۵ء، ۱۹۹۶ء ، ۱۹۹۸ء، ۲۰۰۱ء،۲۰۰۳ء اور ۲۰۰۵ء میں سات ایڈیشن شائع کئے ہیں۔۱۹۹۸ء میں اسلامک بک سروس دہلی نے بھی اس کا ایک ایڈیشن شائع کیا تھا۔اس کے بعد لاہور کے ایک مشہور اشاعتی ادارہ دارالاشاعت نے بھی ایک خوب صورت ایڈیشن شائع کیا۔دارالاشاعت لاہور کی اشاعت پر سنہ طباعت واشاعت درج نہیں ہے۔

ان متنوع اشاعتوں سے علامہ شبلی کی تصنیف 'سیرۃ النعمان' کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔اس کی اردو اشاعتوں کا تو شمار بھی دشوار ہے۔

کتب خانہ اسکندریہ

یورپ نے اس الزام کو بڑی شہرت دی تھی کہ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ بن خطاب کے زمانہ میں جب مسلمانوں نے مصر واسکندریہ فتح کیا تو انھوں نے وہاں کے قدیم یونانی کتب خانہ کو جو بطلیموسیوں کے زمانہ سے قائم تھا جلا کر خاک کردیا۔اس بے سروپا الزام کے جواب میں علامہ شبلی نے قلم اٹھایا اور بہ دلائل تردید کی اور ثابت کیا کہ مسلمانوں پر یہ الزام سراسر غلط ہے۔ اور فتح اسکندریہ سے پہلے ہی اسے خود عیسائیوں نے تباہ وبرباد کردیا تھا۔اوراس کی بربادی میں عیسائیوں

کے بڑے بڑے مذہبی پیشوا شریک تھے۔

علامہ شبلی کا یہ محققانہ مقالہ شاندار اسلوب اور مضبوط دلائل کے سبب بہت مقبول ہوا اور متعدد بار مختلف اداروں سے کتابچہ کی صورت میں شائع ہوا۔ مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ اس مضمون کا ترجمہ دوسری زبانوں میں بھی ہوا۔ (۱۹) مگر اس کی انہوں نے نشاندہی نہیں کی ہے۔ اصلاً اس مضمون کو انگریزی جامہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے سابق ناظم سید صباح الدین عبدالرحمٰن [۱۹۱۱-۱۹۸۷ء] نے پہنایا۔ جو دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی میں موجود ہے۔ البتہ اس پر سن طباعت اور ناشر کا پتہ درج نہیں ہے۔

اس مقالہ کا پہلا انگریزی ترجمہ (An enquiry into the destruction of the ancient Alxandria Library) کے نام سے محمد غوث سعید نے علامہ شبلی کی زندگی میں ان کی اجازت سے کیا تھا۔ جسے ۱۸۹۳ء میں مسرس وسٹ کمپنی ماؤنٹ روڈ حیدرآباد نے طبع کرایا۔ اس میں مترجم کو مولوی عزیز مرزا کا تعاون حاصل رہا۔ تقدیم میں ان کا شکریہ بھی ادا کیا گیا ہے، اس ترجمہ کا انتساب نواب محسن الملک مولوی مہدی علی خاں بہادر کے نام ہے۔ مترجم کا خیال ہے کہ نواب صاحب نے علم کے فروغ کے لئے بڑی خدمات انجام دی ہیں۔

اس سال یعنی ۲۰۲۰ء میں اس کا نیا ایڈیشن پرنو بکس دہلی (Parnaw Books Delhi) نے شائع کیا ہے۔ ایک اور ایڈیشن گیان بکس دہلی نے بھی طبع کیا ہے۔

علامہ شبلی کی ایک نظم کا انگریزی ترجمہ

زمیندار لاہور کے ایڈیٹر مولانا ظفر علی خاں [۱۸۷۳-۱۹۵۶ء] علامہ شبلی کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ انہیں انگریزی اور انگریزی ادبیات پر بڑا عبور حاصل تھا۔ ترجمہ کی بھی ان میں بڑی صلاحیت تھی۔ چنانچہ انہوں نے متعدد کتابوں کا اردو زبان میں ترجمہ کیا۔ 'معرکہ مذہب وسائنس' ان کا ایک معرکہ آرا ترجمہ ہے۔ انہوں نے اپنے استاذ کی شہرہ آفاق کتاب 'الفاروق' کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا ہے، جس کے ایک سے زاید ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔ اور جس کی تفصیل گذشتہ صفحات میں آچکی ہے۔

'الفاروق'ہی نہیں انہوں نے اپنے استاذ کی ایک مشہور نظم جو انہوں نے سانحہ مسجد کانپور پر لکھی تھی اس کا بھی انگریزی میں ترجمہ کیا ہے۔اس نظم کا عنوان ہے:

ہم کشتگان معرکہ کان پور ہیں

چونکہ یہ علامہ شبلی کی اردو شاعری کا انگریزی میں پہلا اور غالبًا اکلوتا نمونہ ہے۔اس لئے اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔ پہلے' کلیات شبلی' سے اصل نظم نقل کی جاتی ہے۔ بعدازاں انگریزی ترجمہ،تا کہ اہل زبان دونوں کی معنویت سے آگاہ ہوسکیں۔

کل مجھ کو چند لاشہ بے جاں نظر پڑے
دیکھا قریب جاکے توزخموں سے چور ہیں
کچھ طفل خورد سال ہیں جو چپ ہیں خود مگر
بچپن یہ کہہ رہا ہے کہ ہم بے قصور ہیں
آئے تھے اس لئے کہ بنائیں خدا کا گھر
نیند آگئی ہے منتظر نفخ صور ہیں
کچھ نوجواں ہیں بے خبر نشہ شباب
ظاہر میں گرچہ صاحب عقل وشعور ہیں
اٹھتا ہوا شباب یہ کہتا ہے بے دریغ
مجرم کوئی نہیں ہے مگر ہم ضرور ہیں
سینہ پہ ہم نے روک لئے برچھیوں کے وار
از بسکہ مست بادہ ناز وغرور ہیں
ہم آپ اپنا کاٹ کے رکھ دیتے جو سر
لذت شناس ذوق دل ناصبور ہیں
کچھ پیر کہنہ سال ہیں دلدادۂ فنا
جوخاک وخون میں بھی ہمہ تن غرق نور ہیں

پوچھا جو میں نے کون ہو تم؟ آئی یہ صدا
ہم کشتگان معرکہ کان پور ہیں

انگریزی ترجمہ

I saw some lifeless bodies yesterday,
All pierced through with gaping wounds were they.
And some were children silent as the tomb,
Their tender years reproached their tragic doom.
"We came to build the House of God on high,
But feeling drowsy slept, they seemed to sigh"
"And now we wait till Israfil shall sound,
His clarion which will bring senses round"
And some were young, even in the prime of life,
Versed in world`s ways, skilled in stress and strife.
Their singing youth in tones of burning pride,
Confessed the guilt which weakness strove to chide.
Their haughty valour made their brawny breast,
A living shield for lance set in rest.
Their eager souls forestalled their ghostly fate,
Their right hands cut their throats, they scorned to wait.
And some were old men here not with rage and toil,
Who moved to shuffle off this mortal coil.
And as they rolled in dust and blood it seemed,
A halo round their beaming bodies gleamed.
I said "who are you" and could say no more,
A voice replied, "The victims of Cawnpore". (20)

حواشی

(۱) حیات شبلی ص ۲۲۷

(۲) مکاتیب شبلی ج ۲ ص ۲۳۵۔ مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۷۱ء۔ علامہ شبلی

کا یہ قول سیرۃ النبیؐ کی تالیف سے پہلے کا ہے۔

(۳) عبیداللہ خاں، البصیر شبلی نمبر ص ۶۷۔ اسلامیہ کالج چنیوٹ ۱۹۸۷ء

(۴) شذرات سلیمانی حصہ سوم ص ۲۲۵

(۵) البصیر۔ شبلی نمبر ص ۶۷

(۶) محمد سرور۔ خطوط محمد علی ص ۵۹۔ مکتبہ جامعہ ملیہ دہلی ۱۹۴۰ء

(۷) اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر ایک جائزہ۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، جون ۲۰۰۰ء

(۸) خطوط محمد علی، ص ۵۹

(۹) حیات شبلی ص ۴۵۴

(۱۰) ماہنامہ نیا دور لکھنؤ، یادرفتگاں نمبر ص ۱۴۹، مدیر امیر احمد صدیقی۔ اپریل۔ دسمبر ۱۹۸۸ء

(۱۱) مقالات شبلی ج ۸ ص ۳۶، مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی۔ دارالمصنّفین اعظم گڑھ ۱۹۳۸ء

(۱۲) مشاہیر کے خطوط ص ۸۵ و ۹۲۔ مطبوعہ دارالمصنّفین اعظم گڑھ ۱۹۹۲ء

(۱۳) ماہنامہ معارف فروری ۱۹۴۰ء

(۱۴) شاہ معین الدین احمد ندوی۔ حیات سلیمان ص ۵۷۴۔ دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۸۰ء

(۱۵) ضیاء احمد بدایونی۔ مکتوبات ص ۸۹

(۱۶) سبطین احمد حیات وادبی خدمات ص ۳۶

(۱۷) ضیاء احمد بدایونی۔ مکتوبات ص ۹۲

(۱۸) حیات شبلی ص ۶۹

(۱۹) ایضاً ص ۲۲۶

(۲۰) حیات سلیمان ص ۴۷۴

[۳]

بنگالی تراجم

بنگالی زبان بنگلہ دیش اور ہمارے ملک کی ریاست مغربی بنگال کی سرکاری زبان ہے۔ تری پورہ، آسام جزائرانڈمان ونکوبار میں بھی اس کے بولنے والے آباد ہیں۔اس کا شمار ہندایرانی زبانوں میں ہوتا ہے۔تقریباً ۲۲۰ ملین آبادی کی یہ مادری زبان ہے۔ایک جائزہ کے مطابق ۳۰۰ ملین افراد بنگالی زبان میں گفتگو کر سکتے ہیں۔اس کا رسم الخط فارسی اور دیوناگری دونوں ہے۔ البتہ بنگلہ دیش میں اس کا رسم الخط دیوناگری ہے۔بنگالی زبان کے معاملہ میں بڑے حساس واقع ہوئے ہیں۔ایک بار مولانا سید سلیمان ندوی نے ڈھاکہ یونیورسٹی میں لکچر دیتے ہوئے دیوناگری رسم الخط کے بجائے فارسی رسم الخط اختیار کرنے کا مشورہ دیدیا تو بنگالیوں نے ان کی گاڑی پر حملہ کر دیا۔کسی طرح سے ان کی جان بچائی گئی۔

علامہ شبلی نعمانی کی متعدد کتابوں کا بنگالی زبان میں ترجمہ ہوا ہے۔اور وہاں کے متعدد ارباب کمال نے کیا ہے۔البتہ ان کا خط دیوناگری ہی ہے۔ان کی جو تفصیلات ہاتھ آئیں وہ درج ذیل ہے۔

الغزالی

'الغزالی' علامہ شبلی کی بہت مشہور کتاب ہے۔جس میں حجۃ الاسلام ابوحامد امام محمد غزالیؒ [۱۰۵۸-۱۱۱۱ء] کے حالات وسوانح، افکاروخیالات اور ان کے عظیم الشان کارناموں کی تفصیل شرح وبسط کے ساتھ قلم بند کی گئی ہے۔یہ اپنے موضوع پر پہلی کتاب ہے۔علامہ شبلی نعمانی سے اس کے لکھنے کی تمنا سرسید احمد خاں [۱۸۱۷-۱۸۹۸ء] نے کی تھی۔

علامہ شبلی کی یہ کتاب بھی بہت مقبول ہوئی اور اس کا متعدد زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ جناب محمد منصور الدین صاحب بی اے (خلیل پور) نے بنگلہ زبان میں اس کا ترجمہ کیا۔ جو بنگلہ زبان کے مشہور اسلامی ماہنامہ 'شے تک' ڈھاکہ میں بالاقساط شائع ہوا۔ (۱) اس کی مزید تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔ ضرورت ہے کہ اسے حاصل کر کے کتابی صورت میں شائع کیا جائے۔ تاکہ علامہ شبلی نعمانی کا پیغام بنگلہ بولنے والوں تک بھی پہنچے۔ اب یہ کام بنگلہ دیش کے اہل قلم اور صاحب فضل و کمال کا ہے کہ وہ اس جانب توجہ دیں اور علامہ شبلی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] کو ڈھاکہ اور حکیم حبیب الرحمٰن [۱۸۸۰-۱۹۴۷ء] سے جو تعلق خاطر تھا، اس کا حق ادا کریں۔

'الغزالی' کا ایک اور بنگلہ ترجمہ 'امام غزالی: جیون ودرشن' کے نام سے بنگلہ اہل قلم جناب کوثر بن خالد نے کیا ہے۔ اور جسے ذکیہ سلطانہ موکول نے معراج پرنٹنگ پریس ڈھاکہ سے طبع کرایا ہے۔ اس ترجمہ کا پہلا ایڈیشن ۲۰۰۷ء میں شائع ہوا تھا۔ ۲۰۱۲ء میں دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ یہ طبع جدید راقم کی نظر سے گذرا ہے۔ اس کی قیمت ۲۰۰/روپئے ہے۔ اسے کوہ نور لائبریری بنگلہ بازار ڈھاکہ سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

الفاروق

'الفاروق' کا بنگلہ زبان میں بھی ترجمہ شائع ہوا ہے۔ اسے امدادیہ لائبریری ڈھاکہ نے شائع کیا ہے۔ اس کا ایک اور ایڈیشن ۲۰۱۲ء میں امدادیہ بک ہاؤس لیمٹیڈ ڈھاکہ نے شائع کیا ہے۔ یہ اس ترجمہ کا پانچواں ایڈیشن ہے۔ اس کے مترجم بنگلہ دیش نامور عالم ومصنف اور مترجم مولانا محی الدین خاں صاحب ہیں۔

الفاروق کا بنگلہ زبان میں ایک اور ترجمہ مولانا مفتی لطف الرحمٰن نے کیا ہے۔ اس کا پہلا ایڈیشن مینا بک ہاؤس ڈھاکہ بنگلہ دیش نے شائع کیا ہے۔ اس کا آئی ایس بی این نمبر ISBN: 9789849115540 ہے۔ اس کے صفحات کی تعداد اور دیگر تفصیلات نہ مل سکیں۔

'الفاروق' کا ایک اور بنگلہ ترجمہ جناب مولانا معید الدین خاں ایم ایم صاحب نے کیا ہے۔ جسے احمدیہ پستک پرائیویٹ لمیٹیڈ ڈھاکہ نے نومبر ۲۰۱۳ء میں شائع کیا تھا۔ جنوری ۲۰۲۰ء

میں احمدیہ پستک پرائیویٹ ڈھاکہ ہی سے نیا ایڈیشن بھی شائع ہوا ہے۔ جس کی قیمت ۴۲۰؍ روپئے ہے۔ اس کے پبلشر جناب مولانا محمود حسن صاحب اور کمپوزر شاہ محمد سلیم صاحب ہیں۔ محمود پریس اینڈ پبلی کیشنز، چاندلین ڈھاکہ بنگلہ دیش سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔ یہ سب سے نیا ایڈیشن ہے اور نہایت دیدہ زیب چھپا ہے۔

المامون

'المامون' بھی علامہ شبلی نعمانی کی ابتدائی تصنیفات میں ایک نہایت اہم کتاب ہے۔ اس نے بھی اپنے عہد میں خاصی شہرت پائی تھی۔ اور اب بھی مقبول ہے۔ بنگلہ زبان میں اسے مہدی حسن نے ترجمہ کیا ہے۔ اس ترجمہ کے ناشر کا نام دارالوفاء بنگلہ بازار ڈھاکہ ہے۔ سنہ طباعت یا اشاعت معلوم نہیں ہوسکا۔

'المامون' کو بنگلہ لباس مولانا محمد اختر ایم اے ،ایم ایم نے بھی عطا کیا ہے۔ اس کے پبلشر کا نام اور سنہ اشاعت وغیرہ تفصیلات معلوم نہ ہوسکیں۔

اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر

اورنگزیب عالم گیر پر ایک نظر علامہ شبلی نعمانی کا ایک بڑا تاریخی کارنامہ ہے۔ مغل بادشاہ اورنگ زیب عالم گیر پر عیسائی اور ہندو متعصب مورخین کی طرف سے عائد الزامات کی انہوں نے بہ دلائل تردید کی ہے۔ ہم نے اپنی کتاب'' آثار شبلی'' میں اس پر مفصل نقد و تبصرہ لکھا ہے۔ اس کے انگریزی ترجمہ کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ بنگلہ زبان میں اس کا ترجمہ حسن علی نے ''چتر و چار'' کے نام سے کیا ہے۔ جسے ۱۹۶۹ء میں دب پرکاش، بنگلہ بازار ڈھاکہ نے شائع کیا تھا۔ ۲۰۱۶ء میں اس کا دوسرا تصحیح شدہ ایڈیشن دب پرکاش ڈھاکہ ہی نے شائع کیا ہے جس کا ISBN: نمبر 9789848803073 ہے۔ اس کا ایک اور نیا ایڈیشن ''اورنگزیب: کیرکٹر ججمنٹ'' (Aurangzeb Charecter-judgment) کے نام سے شائع ہوا ہے۔ جسے بنگلہ اکیڈمی ڈھاکہ نے ۱۹۸۲ء میں شائع کیا ہے۔ مترجم حسن علی کے بارے میں کسی قسم کی معلومات ابتک نہیں مل سکی ہیں۔

سفرنامہ روم ومصروشام

'سفرنامہ روم ومصروشام' کوبھی بنگلہ اہل قلم نے بنگلہ زبان میں منتقل کیا ہے۔مترجم کا نام حسن محمد شریف ہے۔اسے مکتبہ الحراء بنگلہ بازار ڈھاکہ نے ربیع الثانی ۱۴۳۸ء/جنوری ۲۰۱۷ء میں شائع کیا ہے۔

سیرۃ النبیؐ

سیرۃ النبی بنگلہ بولنے والے مسلمانوں کے درمیان بھی خاصی مقبول ومتداول رہی ہے۔ بنگلہ زبان میں اس کے متعدد تر جمے شائع ہوئے ہیں۔ یہاں ان کا ذکر کیا جاتا ہے۔

'سیرۃ النبیؐ' کی ابتدائی دونوں جلدیں علامہ شبلی نعمانی کے سحر طراز قلم کا نمونہ ہیں۔بقیہ پانچ جلدیں ان کے شاگرد رشید مولانا سید سلیمان ندوی نے سپرد قلم کی ہیں۔ان تمام جلدوں کی تلخیص مولانا محی الدین خاں کے قلم سے بنگلہ زبان میں شائع ہوئی ہے۔ یہ تلخیص ۱۹۹۶ء میں مدینہ پبلی کیشنز ڈھاکہ بنگلہ دیش سے شائع ہوئی ہے اور ۲۶۷/صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا دوسرا ایڈیشن ستمبر ۲۰۱۲ء میں مدینہ پبلی کیشنز ڈھاکہ ہی نے شائع کیا۔

اسی طرح 'سیرۃ النبیؐ' کی دوسری پانچوں جلدوں کا جو مولانا سید سلیمان ندوی کے قلم سے ہیں ان کا بنگلہ ترجمہ مولانا اے، کے، ایم، فضل الرحمٰن منشی نے بھی کیا ہے۔ جسے بنگلہ دیش کی تاج کمپنی ڈھاکہ نے اکتوبر ۲۰۱۶ء میں شائع کیا ہے۔

'سیرۃ النبیؐ' کا ایک بنگلہ ترجمہ مولانا عبدالرزاق پرنسپل کے قلم سے شائع ہوا ہے، جس کا انگریزی عنوان (The Prophet (peace be upon him) ہے۔اور جو بنگلہ دیش میں بے حد مقبول ومشہور ہے۔اس ترجمہ کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ابتک اس کے نو ایڈیشن طبع ہو چکے ہیں۔ یہ ۶۰۸ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا ساتواں ایڈیشن ۲۰۰۹ء میں مینا بک ہاؤس ڈھاکہ نے شائع کیا تھا۔طبع جدید کا ISBN: 9848360086 ہے۔ مینا بک ہاؤس نے اس کا نواں ایڈیشن ۲۰۱۷ء میں شائع کیا تھا۔ یقین ہے اس کے بعد بھی شائع ہوا

ہوگا۔مگراس کی تفصیل ہمیں نہیں مل سکی۔

ایک اور ترجمہ 'سیرۃ النبیؐ' (The Prophet (peace be upon him) life and work) کے نام سے سلیمانیہ بک ہاؤس ڈھاکہ نے ۲۰۱۸ء میں شائع کیا ہے۔ یہ اس کا ریوائزڈ ایڈیشن ہے۔گویا کم از کم ایک اور ایڈیشن اس سے پہلے بھی شائع ہوا ہوگا۔

بنگلہ زبان میں 'سیرۃ النبیؐ' کا چوتھا ترجمہ مولانا محمد شمس الہدیٰ کے قلم سے شائع ہوا تھا۔اس کی تفصیل دریافت نہیں ہوئی۔اب اس ترجمہ کو محمد نوراللہ آزاد نے ایڈٹ کر کے سلیمانیہ بک ہاؤس ڈھاکہ سے شائع کیا ہے۔۲۰۱۵ء میں اس ترجمہ کا پانچواں ایڈیشن شائع ہوا ہے۔ظاہر ہے اس کے بعد بھی طباعت کا سلسلہ جاری ہی ہوگا۔

پانچواں بنگلہ ترجمہ 'سیرۃ النبیؐ' الحاج مولانا امام الدین کے قلم سے نکل کر شائع ہوا ہے۔ اس کا انگریزی عنوان ہے: (Contains a biographical album of the Prophet Muhammad (peace be upon him) ہے۔اسے محمود پبلی کیشن ڈھاکہ نے ۲۰۱۵ء میں شائع کیا ہے۔ یہ اس کا طبع اول ہے۔۲۰۱٦ء میں بھی اس کا ایک ایڈیشن شائع ہوا ہے۔اس کا ISBN: 984838030X ہے۔ یہ گویا طبع دوم ہے۔

سیرۃ النبیؐ کا ایک بنگلہ ترجمہ مولانا عبدالرحمٰن خندکار نے کیا ہے۔ جسے سلیمانیہ بک ہاؤس بنگلہ بازار ڈھاکہ نے شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ بھی خاصا مقبول ہے۔ڈھاکہ سے اس کے ابتک چار ایڈیشن علی الترتیب ۱۹۹۰ء،۲۰۰۸ء،۲۰۱۹ءاور ۲۰۲۰ء میں شائع ہو چکے ہیں۔

مولانا عبدالرحیم صاحب نے بھی سیرت کو بنگلہ زبان میں منتقل کیا ہے اور اسے بھی مینا بک ہاؤس ڈھاکہ ہی نے شائع کیا ہے۔مگراس کی تفصیل راقم کے ہاتھ نہیں آسکی۔

سیرۃ النبی کا نواں ترجمہ سلیمانیہ بک ہائس ڈھاکہ نے شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ مولانا مفتی انعام الحق صدیقی اور مولانا ابوظفر محمد صالح کی مشترکہ کوششوں کا نتیجہ ہے۔ ان دونوں بزرگوں کا تعلق دیوبندی حلقۂ فکر سے ہے اور غالباً اس حلقہ سے کیا جانے والا یہ پہلا ترجمہ ہے۔

سیرۃ النبی کے ان بنگلہ تراجم اوران کی متعدد ایڈیشن کی اشاعتوں سے بنگلہ دیش میں علامہ شبلی اوران کی سیرۃ النبی کی شہرت ومقبولیت کی ایک جھلک ضرور سامنے آتی ہے۔اس سے یہ

واضح ہوتا ہے کہ سیرۃ النبی کی مقبولیت اور محبوبیت بنگلہ دیش میں کسی ملک سے کم نہیں۔

سیرۃ النعمان

بنگلہ زبان میں 'سیرۃ النعمان' کا ایک ترجمہ 'امام اعظم حضرت ابوحنیفہ' کے نام سے شائع ہوا ہے۔اس کے مترجم مولانا محمد رضی نعمانی ہیں۔اسے امدادیہ لائبریری ڈھاکہ نے ۲۰۰۱ء میں شائع کیا ہے۔امدادیہ لائبریری ڈھاکہ نے اس کا ایک اور ایڈیشن ۲۰۱۷ء میں بھی شائع کیا ہے۔اس جدید ایڈیشن کا ISBN: 9848382216 ہے۔

'سیرۃ النعمان' کا ایک اور ترجمہ مولانا عبدالجبار صدیقی نے کیا ہے۔اسے اگست ۲۰۰۵ء میں مدینہ پبلی کیشنز ڈھاکہ نے شائع کیا ہے۔

سوانح مولانا روم

اس کتاب کی تکمیل کے بعد ہمارے ایک کرم فرمانے سوانح مولانا روم کا بنگالی ترجمے کا سرورق بھیجا۔یہ ترجمہ مفتی ہارون الرشید نعمانی نے کیا ہے۔تفصیلات بنگلہ میں درج ہیں۔اس لئے پبلشر اور سنہ اشاعت کا اندراج نہیں کیا جاسکا ہے۔

حواشی

(۱) شذرات سلیمانی حصہ دوم ص ۱۷۶

[۴]

پشتو تراجم

پشتو زبان دنیا کی اہم زبانوں میں سے ایک ہے۔افغانستان میں یہ دوسری سرکاری زبان ہے۔اس کا تعلق ہند یورپی زبانوں کے خاندان سے ہے۔ایک جائزے کے مطابق افغانستان میں ۴۵ سے ٦۵ فیصد لوگوں کی مادری زبان پشتو ہے۔ پاکستان کی یہ دوسری بڑی علاقائی زبان ہے۔ یہ فارسی رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔فارسی ادب میں اسے افغانی اور ہندی وار دو ادب میں پٹھانی کا نام بھی دیا جاتا ہے۔اس کے بولنے والوں کو پشتو اور پختون کہا جاتا ہے۔افغانستان اس کا اصل مرکز ہے۔ پشتو اہل قلم نے علامہ شبلی نعمانی[۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] کی تصنیفات وتالیفات سے بڑی گہری دلچسپی کا مظاہرہ کیا ہے۔ اوران کی متعدد ادبی اوبعض سوانحی کتب کا پشتو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔اس کی معلوم تفصیل یہ ہے۔

الغزالی

''الغزالی'' کے انگریزی اور بنگالی تراجم کے بعد ایک بڑے ہونہار، حوصلہ مند نوجوان اور ممتاز اہل قلم بشیر احمد ریان مرحوم[م:۲٦/مارچ ۲۰۱۳ء] نے 'الغزالی' کو پشتو زبان میں منتقل کیا۔ ۲٦۱/صفحات پر مشتمل یہ ترجمہ صدیقی خپر ندویہ تولنہ کاسی روڈ کوئٹہ پشاور پاکستان سے شائع ہوا ہے۔ افغانستان کے دو بڑے شہر کابل وقندھار میں بھی اس کے ملنے کے پتے میں کتاب درج ہیں۔

الفاروق

الفاروق کا پشتو زبان میں بھی ترجمہ کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ پشتو کے ممتاز اہل قلم غلام قادر کا

کارنامہ ہے۔ یہ ترجمہ ۱۹۴۹ء میں کراچی سے شائع ہوا ہے۔ راقم کی نظر سے نہیں گذرا ہے۔

سوانح مولانا روم

'سوانح مولانا روم' اردو کے سوانحی ادب کی ایک اہم سوانح عمری اور علامہ شبلی کے سلسلہ تصنیفات علم الکلام کی ایک کڑی ہے۔ حال ہی میں اس کا ایک پشتو ترجمہ دستیاب ہوا ہے۔ جس کا پشتو نام 'مولانا وافکاراؤ' ہے۔ مترجم کا نام حافظ رابعہ نورستانی ہے۔

حافظ رابعہ نورستانی نے تقدیم میں 'سوانح مولانا روم' کی اہمیت اور پشتو ترجمہ کے اسباب بیان کئے ہیں۔ فاضل مترجمہ نے علامہ شبلی نعمانی کے مختصر حالات زندگی اور ان کے متنوع کارناموں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ اہمیت کے پیش نظر سید محمد تقی فخر داعی گیلانی کا فارسی مقدمہ بھی کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔ یہ ترجمہ ۲۳۵ رصفحات پر مشتمل ہے۔ شروع کے ۳۲ صفحات ابجد شماری کے تحت ہیں، جبکہ متن کتاب کے ۲۰۳ رصفحات ہیں۔ اسے مرکز نشرات سعید، دیلی منور شاہ قصہ خوانی بازار پشاور پاکستان نے شائع کیا ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ خانہ فرنگ جمہوری اسلامی ایران لاہور کے کتب خانہ 'امام علیؑ' میں محفوظ ہے۔

سیرۃ النبیؐ

'سیرۃ النبیؐ' کے انگریزی ترجمہ کی طرح پشتو زبان میں بھی اس کے کئی ترجمے شائع ہوئے ہیں۔ ممتاز پشتو اہل قلم ملا برہان الدین کشککی نے 'سیرۃ النبیؐ' کی ابتدائی دونوں جلدوں کا پشتو زبان میں ترجمہ کیا۔ جو پشتو تولنہ کابل سے علی الترتیب ۱۳۲۶ھ اور ۱۳۲۸ھ میں شائع ہوا۔ یہ دونوں جلدیں کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں موجود ہیں۔ پہلی جلد ۴۴۸ صفحات اور دوسری جلد ۵۵۱ رصفحات پر مشتمل ہے۔

'سیرۃ النبیؐ' کی پہلی اور دوسری جلد کو جناب عزیز الرحمٰن سیفی نے بھی پشتو میں ترجمہ کیا ہے اور پشتو تولنہ کابل افغانستان ہی سے ۱۳۵۰ھ اور ۱۳۵۴ھ میں یہ دونوں حصے شائع ہوئے ہیں۔ یہ دونوں جلدیں علی الترتیب ۴۲۹، اور ۳۵۳ صفحات پر مشتمل ہیں۔ کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی

اعظم گڑھ میں ان کے نسخے بھی موجود ہیں۔عزیز الرحمٰن سیفی نے مولانا سید سلیمان ندوی کی 'سیرۃ النبی' جلد سوم تا ششم کا بھی پشتو ترجمہ کیا ہے۔

'سیرۃ النبی' کی ابتدائی دونوں جلدوں کا ایک اور پشتو ترجمہ پشتو زبان کے ممتاز ادیب مولانا محمد اسرائیل کے قلم سے بھی شائع ہوا ہے۔ ۶۴۷ رصفحات پر مشتمل جلد اول کو پشتو اکیڈمی پشاور پاکستان نے ۱۹۷۰ء میں شائع کیا۔جبکہ جلد دوم کا پہلا ایڈیشن ۱۹۷۰ء میں اور دوسرا ایڈیشن ۱۹۸۸ء میں پشتو اکیڈمی پشاور یونیورسٹی نے شائع کیا۔اس کا پیش لفظ پروفیسر محمد نواز کے قلم سے ہے۔مولانا محمد اسرائیل نے 'سیرۃ النبی' جلد سوم از مولانا سید سلیمان ندوی کو بھی پشتو جامہ پہنایا ہے، جو پشتو اکیڈمی پشاور ہی سے چھپا ہے۔

'سیرۃ النبی' کا ایک اور پشتو ترجمہ محمد نواز محزون نے کیا ہے۔ جسے دعوہ اکیڈمی اسلام آباد نے ۱۹۹۸ء میں شائع کیا ہے۔اس کے صفحات کی تعداد ۸۰۳ ہے۔

مولانا محمد اسماعیل نے بھی 'سیرۃ النبی' کی ابتدائی دونوں جلدوں کو پشتو جامہ پہنایا تھا۔ان دونوں جلدوں کو پشتو اکیڈمی پشاور نے شائع کیا، مگر اس کی تفصیلات نہ مل سکیں۔

پشتو زبان میں 'سیرۃ النبی' کا ایک اور ملخص ترجمہ 'آخری پیام بر' کے نام سے پشتو اکیڈمی پشاور نے ۱۹۵۸ء میں شائع کیا۔اس کے مترجم عبدالکریم خان مظلوم ہیں۔

ان کے علاوہ ایک اور پشتو ترجمہ سیرۃ النبی بنام 'سوانح حیات رسول مقبول' کا ذکر ملتا ہے۔ جسے تاج کمپنی کراچی نے شائع کیا ہے۔لیکن سخت تعجب ہے کہ یہ محض ۸۰ رصفحات پر مشتمل ہے۔مصنف علامہ شبلی نعمانی تو ہیں، مگر مترجم کا نام درج نہیں ہے۔اس کی جگہ تاج کمپنی درج ہو گیا ہے۔اسی طرح سنہ اشاعت بھی درج نہیں ہے۔صفحات کی تعداد سے اندازہ ہوتا ہے کہ شاید یہ محض مقدمہ 'سیرۃ النبی' کا ترجمہ ہوگا۔

اہمیت اور افادیت کے پیش نظر 'سیرۃ النبیؐ' کے باب 'اخلاق نبوی' کو متعدد پبلشرز نے کتابی صورت میں شائع کیا ہے۔اس باب کا پشتو زبان میں ترجمہ 'اخلاق نبی' کے نام سے نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد پاکستان نے شائع کیا ہے۔اس کا ایک دوسرا ترجمہ پروفیسر عزیز الرحمٰن سیفی کے قلم سے بھی ہے۔ جو 'نبویؐ اخلاق' کے نام سے صداقت خپر ندویہ تولنہ قندھار افغانستان

نے ۲۰۰۹ء میں شائع کیا۔ جو ۲۰۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

غزوہ بدر کے بارے میں علامہ شبلی کا موقف عام علماء سے قدرے مختلف ہے۔ اس پر انہوں نے 'سیرۃ النبیؐ' میں قدرے تفصیل سے لکھا ہے۔ غالبًا اسی انفرادیت کے پیش نظر اسے کتابچہ کی صورت میں بھی شائع کیا گیا۔ پشتو اہل علم محمد اسرائیل بن عبدالمجید نے اسے بھی پشتو میں منتقل کیا ہے۔ پشتو میں اس کا نام 'د بدر غزا' ہے۔ یہ ۸۳ صفحات پر مشتمل ہے۔

'سیرۃ النبیؐ' کے ایک اور پشتو ترجمے کا ذکر ملتا ہے۔ جو بلوچستان کے رہنے والے شہید عبدالصمد خان نے کیا ہے۔ وہ سیاسی آدمی تھے۔ اردو سے بہت محبت کرتے تھے۔ اپنے علاقہ سے اردو اخبار بھی جاری کیا تھا۔ ان کے ترجمہ کی مزید تفصیل باوجود تلاش و جستجو کے ابتک نہیں مل سکی ہے۔ یہ بھی نہیں معلوم ہوسکا کہ وہ شائع بھی ہوا تھا یا نہیں۔ انہوں نے سیرت النبیؐ کے علاوہ مولانا ابوالکلام آزاد [۱۸۸۸-۱۹۵۸ء] کی 'تفسیر ترجمان القرآن'، شیخ سعدی کی 'گلستاں' اور امام غزالی کی 'کیمیائے سعادت' کا بھی پشتو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔

'سیرۃ النبیؐ' کی ایک درمیانی اور ذیلی تحریر 'ہجرت مدینہ' کا اس کی اہمیت اور افادیت کے پیش نظر مولانا محمد اسرائیل ابن عبدالمجید [۱۹۱۱-۱۹۷۲ء] نے پشتو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جسے پاکستان کے مشہور طباعتی ادارے نیشنل بک فاؤنڈیشن اسلام آباد نے شائع کیا ہے۔ ابتک اس کی کئی اشاعتیں منظر عام پر آچکی ہیں۔

سیرۃ النعمان

'سیرۃ النعمان' کے متعدد تراجم کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ پشتو زبان میں اس کے دو ترجمے شائع ہوئے ہیں۔ پہلا ترجمہ محمد سعادت نے کیا ہے جو پشاور سے ۱۳۱۵ھ میں شائع ہوا ہے اور جو ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔

اس کا دوسرا بہت خوب صورت ترجمہ بشیر احمد ریان کے قلم سے گذشتہ سال زیور طباعت سے آراستہ ہوا ہے۔ جو ۳۳۴ صفحات پر مشتمل ہے۔ صدیقی خپرندویہ تولنہ کاسی روڈ کوئٹہ پاکستان نے اسے شائع کیا ہے۔

[۵]

تاجک تراجم

تاجک زبان تاجکستان اورافغانستان کی دفتری زبان ہے۔ یہ فارسی اوردری کے مماثل زبان ہے۔ تاجکستان، ایران اور افغانستان میں کثرت سے بولی جاتی ہے۔اس کے کئی رسم الخط مثلاً سیریلیک رسم الخط، فارسی وعربی رسم الخط اورلاطینی رسم الخط ہیں۔۲۰۱۰ء کی مردم شماری کے مطابق 7.9 ملین افرادتاجک زبان بولتے ہیں۔اس زبان میں علامہ شبلی کی محض ایک کتاب 'سیرۃ النعمان' کاترجمہ ہوا ہے۔

سیرۃ النعمان

امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت[۶۹۹-۷۶۷ء] کی سوانح عمری 'سیرۃ النعمان' کے کئی ترجموں کا ذکراوپرآچکا ہے اورآئندہ صفحات میں بھی آئے گا۔اس لئے کہ اس کے متعدد زبانوں میں ترجمے شائع ہوچکے ہیں۔تاجک زبان میں 'سیموئے امامی ابوحنیفہ' کے نام سے ایک ترجمہ دوشنبے کے ادارہ پوئے می اوشنو نے ۲۰۰۹ء میں شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ ۲۹۸ر صفحات پر مشتمل ہے۔مترجم کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔اس کی تمام تفصیلات تاجک زبان میں تھیں۔راقم انہیں پڑھنے اورسمجھنے سے قاصر رہا۔اور ہماری دسترس میں کوئی ایسا شخص بھی نہیں تھا جس سے سمجھنے کی کوشش کرتے۔

[۶]

ترکی تراجم

ترکی زبان دنیا کی اہم اورعلمی زبانوں میں سے ایک ہے۔اس کے بولنے والے تقریباً ۱۵ارملین ہیں۔جوبطور مادری زبان کے بولتے ہیں۔ترکی کے علاوہ جرمنی، بلغاریہ،شمالی مقدونیہ، شمالی قبرص، یونان ،قفقاز، اوریورپ میں مقیم ترک تارکین وطن اسی زبان میں گفتگو کرتے ہیں۔اس کا رسم الخط عربی تھا۔۱۹۲۸ءکی کمال اتاترک کی اصلاحات کے نتیجہ میں اس لاطینی رسم لخط رائج ہوا۔اب یہ دونوں استعمال ہوتے ہیں۔

علامہ شبلی کوترکوں سے بے پناہ محبت تھی۔جیسا کہ سفرنامہ روم ومصروشام سے معلوم ہوتا ہے۔چنانچہ ترکوں نے ان کی کئی کتابوں کوترکی لباس عطا کیا ہے۔

الغزالی

علامہ شبلی کے سلسلہ کلامیہ کی مشہور تصنیف ’الغزالی‘ بنگلہ اور پشتو کے علاوہ ترکی زبان میں بھی منتقل ہوئی ہے۔ایک ترک اہل قلم اور فاضل ندوہ جناب یوسف صالح قراچہ نے ’الغزالی‘ کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔’الغزالی‘ کا یہ ترجمہ ۲۰۱۲ء میں استانبول سے شائع ہوا ہے۔اس کا مطبوعہ نسخہ کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں موجود ہے۔ جو مترجم کی طرف سے دارالمصنّفین کے لئے تحفہ ہے۔

الفاروق

علامہ شبلی نعمانی کوترکوں سے خاص محبت تھی۔نوجوانی میں جنگ روم وروس کے زمانہ میں

انہوں نے اعظم گڑھ سے تین ہزار روپئے یکجا کر کے قسطنطنیہ بھیجے تھے۔ان کے سفر ترکی کا ایک سبب ان کی ترکوں سے محبت بھی تھی۔اولاً عمر رضا دوغرل بک[۱۹۰۵-۱۹۷۶ء] نے 'الفاروق' کا ترکی میں ترجمہ کر کے اس محبت کا حق ادا کیا۔ جسے آمدی مطبع سی استنبول نے ۱۹۲۶ء مطابق ۱۳۴۵ھ میں حضرت عمرؓ کے نام سے شائع کیا۔اس ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن کون طوغدی مطبع سی استنبول نے ۱۹۲۸ء مطابق ۱۳۴۷ھ میں شائع کیا۔یہ دونوں مطبوعہ تراجم کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں موجود ہیں۔

ترک دانشور عمر رضا دوغرل بک کا ترکی ترجمہ علامہ شبلی کے دوست اور مجاہد آزادی مولانا عبیداللہ سندھی [۱۸۷۲-۱۹۴۴ء] کے ایک مجاہد شاگرد ظفر حسن ایبک [۱۸۹۵-۱۹۸۹ء] کے انگریزی ترجمہ سیرت کا ترکی ترجمہ ہے۔ اس کی تفصیل ظفر حسن ایبک نے اپنی خودنوشت 'خاطرات' میں قلم بند کی ہے۔وہ لکھتے ہیں۔

> ''میں نے عمر رضا دوغرل بک سے مولانا شبلی مرحوم کی تصانیف کا ترجمہ کر کے ترکی میں چھپوانے کے امکانات پر گفتگو کی۔فیصلہ یہ ہوا کہ میں ان کتابوں کا ترجمہ اردو سے انگریزی میں کروں اور عمر رضا دوغرل بک اس انگریزی مسودے کا ترکی میں ترجمہ کریں۔[میں اس زمانہ میں ترکی نہ جانتا تھا]اور یہ ترکی ترجمہ کتب خانہ آثار علمیہ کی طرف سے استانبول میں چھاپا جائے۔اس سے میرے گذارے کا بھی انتظام ہو جائے گا۔
>
> میں نے بھائی صاحب کو کرنال لکھ کر ان سے 'الفاروق' اور 'سیرۃ النبی' کی چاروں جلدیں، عبداللہ منہاس مرحوم کی تصنیف کردہ پیام امن جیسی مذہبی کتابیں بھیجنے کی درخواست کی۔کتابیں آنے پر میں نے سب سے پہلے الفاروق کا انگریزی ترجمہ کیا۔عمر رضا دوغرل بک نے اس ترجمہ سے کتاب کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا اور اس کو ۱۰/مارچ ۱۹۲۷ء کو چھپنے کے لئے کتب خانہ آثار علمیہ کو دیدیا۔یہ کتاب ترکی میں ''حضرت عمرؓ'' کے عنوان سے چھپی اور بہت مقبول عام ہوئی۔ میں نے اس ترجمے کے

معاوضے میں پیسہ لینا نہ چاہا اور ترکی میں اپنی سب سے پہلی علمی کوشش کو
کتب خانہ آثار علمیہ کو بطور ہدیہ پیش کر دیا۔ اس کتاب کے فروخت سے
کتب خانہ کے مالک اشرف ادیب بک کو یقین ہو گیا کہ ایسے
ترجموں سے اس کو کافی نفع ہو گا۔''(۱)

'الفاروق' کا ترکی ترجمہ کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی میں محفوظ ہے۔ یہ ترجمہ جب دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ پہنچا تو مولانا سید سلیمان ندویؒ [۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] نے قارئین ماہنامہ معارف اعظم گڑھ سے اس کا ذکر بڑے سرشارانہ انداز میں کیا اور لکھا کہ

''اردو کتابوں میں سے مولانا شبلی مرحوم کی مشہور آفاق کتاب الفاروق کا
ترجمہ حضرت عمرؓ کے نام سے ترکی میں ابھی شائع ہوا ہے۔ ظفر حسن
صاحب نے پہلے اس کا اردو سے انگریزی میں اور عمر رضا بے نے اس
انگریزی ترجمہ سے اس کا ترکی میں ترجمہ کیا جو ۵۱۴ صفحوں میں متوسط تقطیع
پر ٹائپ میں چھپا ہے۔ یہ اچھا کیا کہ اصل کتاب کے حوالے بھی حاشیہ
میں باقی رکھے ہیں۔ آخر میں دو ضمیمے ہیں، پہلے ضمیمہ میں حضرت شاہ ولی
اللہ صاحب دہلوی کے مختصر حالات اس تعلق سے دئے گئے ہیں کہ
الفاروق میں شاہ صاحبؒ کا بارہا حوالہ آتا ہے۔ دوسرے ضمیمہ میں خود
مصنف یعنی مولانا شبلی مرحوم کے مختصر سوانح درج ہیں جن میں دارالمصنّفین
کا بھی ذکر آ گیا ہے۔''(۲)

یہ ایک قابل ذکر پہلو ہے کہ اس بات کی طرف کسی بھی شخص کا ذہن بھی منتقل نہیں ہوا کہ مسٹر ظفر حسن ایبک کے انگریزی تراجم شائع کر دئے جائیں، یا کم از کم محفوظ کر دیا جائیں۔ اگر وہ شائع ہوئے ہوتے تو علامہ شبلی کی 'الفاروق' اور 'سیرۃ النبی' کا غلغلہ شاید اور پہلے یورپ وافریقہ میں بلند ہو گیا ہوتا۔ ظفر حسن ایبک نے انگریزی ترجمہ پھر اس سے ترکی ترجمہ کی پوری داستان اپنی مفصل خودنوشت 'خاطرات' میں لکھی ہے۔ پروفیسر غلام حسین ذوالفقار [۱۹۲۴-۲۰۰۷ء] نے 'خاطرات' مرتب کر کے شائع کرائی تھی۔ انھوں نے بھی انگریزی ترجمہ کے محفوظ ہونے کے

سلسلہ میں کچھ صراحت نہیں کی ہے۔

بعد کے ادوار میں 'حضرت عمرؓ' کے نام سے 'الفاروق' ترکی زبان میں ایک اور ترجمہ حکمت دعویٰ کیج استانبول نے ۱۹۷۵ء میں شائع کیا۔ یہ ۳۹۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ اور ترک ادیب اور دانشور جناب طالپ یاسر الپ اس کے مترجم ہیں۔ یہ ترجمہ ہماری نظر سے گذرا ہے۔

سفر نامہ روم ومصر وشام

'سفر نامہ روم ومصر وشام' میں علامہ شبلی نے ترکوں سے اپنی جس محبت کا ذکر کیا ہے اور ان کو ترکوں سے ہمیشہ جو تعلق خاطر رہا، اس سے یہ خیال پیدا ہونا فطری تھا کہ ترک اہل علم ودانش ان کے سفر نامے سے زیادہ دلچسپی لیں گے۔ مگر یہ ہماری خام خیالی تھی۔ البتہ ایک صدی کے بعد اس کا پہلا ترکی ترجمہ ترک اہل قلم یوسف صالح قراچہ ندوی نے کیا۔ جو ۲۰۰۲ء میں استنبول سے شائع ہوا ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۲۰۱۶ء میں بقول مترجم بیس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا۔

یوسف صالح قراچہ ندوی کو علامہ شبلی نعمانی اور ندوہ سے بڑا تعلق تھا۔ چنانچہ انہوں نے علامہ شبلی کی کئی کتابوں کے ترکی زبان میں ترجمے کئے۔ اسی دلچسپی کے سبب وہ ۲۰۱۴ء میں شبلی صدی تقریبات میں شرکت کے لئے دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ تشریف لائے۔ افسوس اب وہ ہمارے درمیان نہیں رہے۔ چند روز ہوئے ۲۴ / دسمبر ۲۰۲۰ء کو وہ اپنے مالک حقیقی سے جا ملے۔

سیرۃ النبیؐ

'سیرۃ النبی' از علامہ شبلی نعمانی کا ترکی ترجمہ 'الفاروق' کے مترجم محمد عمر رضا دوغرل بک ہی نے کیا ہے۔ جسے کتب خانہ آثار علمیہ قسطنطنیہ استانبول ترکی نے ۱۹۲۸ء میں شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ کتب خانہ دارالمصنّفین میں موجود ہے۔

ظفر حسن ایبک نے 'الفاروق' کے بعد 'سیرۃ النبی' کے ترجمے کا آغاز کیا۔ اس میں انہیں ایک سال سے زاید کا عرصہ لگا۔ اس کے لئے انہیں بعض تکلیفیں بھی برداشت کرنی پڑیں۔ اس کی تفصیل انہی کے قلم سے ملاحظہ ہو:

''اس کے بعد 'سیرۃ النبی' کی تین جلدوں کا ترجمہ کرنے میں مجھے تقریباً
ایک سال لگا، جس سے مجھے اتنی آمدنی ہوتی رہی کہ نہ صرف میں اپنا گذارہ
کر سکا بلکہ بعض ہندوستانی مسلمان غریب مہاجروں کی بھی مدد کرتا رہا۔
'سیرۃ النبی' کی تین جلدوں کا ترکی ترجمہ ''عصر سعادت'' کے نام سے چار
جلدوں کی صورت میں یکم دسمبر ۱۹۲۸ء میں چھپ کر شائع ہوا۔ ترکی میں
اس کتاب کو سب علماء نے بہت ہی پسند کیا اور اس کے متعلق اخبارات
میں بہت سے مقالے لکھے۔ یہ ساری کتابیں پرانے ترکی حرفوں (عربی
حروف) میں چھپی تھیں۔ صرف 'عصر سعادت' سیرۃ النبی کی آخری جلد
پرانے ترکی حرفوں (یعنی عربی رسم الخط) میں چھپوانے میں ذرا مشکلات
پیش آئیں، کیونکہ اس زمانے میں ترکی میں عربی حرفوں کی بجائے رومن
حروف کے استعمال کے بارے میں قانون بن گیا تھا اور نومبر ۱۹۲۸ء کے
مہینے کے بعد کوئی کتاب یا اخبار عربی حرفوں میں نہ چھپ سکتا تھا۔'' (۳)

مجاہد آزادی ظفر حسن ایبک نے لکھا ہے کہ ترکی کے نئے قوانین کے مطابق یہ ترجمہ نہیں
کیا جا سکتا تھا، اس لئے کہ انہوں نے ترک شہریت حاصل کر کے اور وہاں کی فوج میں شمولیت
اختیار کی اور پھر ترجمہ کیا۔ وہ لکھتے ہیں:

''میں ترکی رعایا بننے کے بعد یکم اگست ۱۹۲۸ء کو فوج میں داخل ہو گیا تھا
اور چھاؤنی یعنی فوجی بارک میں رہنے لگا تھا، جہاں اس قسم کا ترجمہ وغیرہ
کرنا ناممکن تھا، اس لئے میں مختلف بہانے سے باہر جا کر ایک دوست
کے گھر میں کتاب کا ترجمہ کیا کرتا تھا۔ خدا خدا کر کے میں نے یہ ترجمہ ستمبر
کے آخر تک ختم کیا اور عمر رضا دوغرل بک نے ترکی ترجمہ اکتوبر میں پورا کیا
اور کتاب کا آخری حصہ نومبر کے شروع میں پریس میں دیدیا گیا جس سے
کتاب بروقت مقررہ عربی حرفوں میں چھپ کر تیار ہو گئی۔'' (۴)

ظفر حسن ایبک نے ترکی ترجمہ کی اطلاع مولانا سید سلیمان ندوی کو ایک خط سے دی تو

انہوں نے یہ خوش خبری ماہنامہ معارف کے قارئین کو سنائی اور لکھا کہ

''قسطنطنیہ کے ایک خط مورخہ ۲۵رمئی ۱۹۲۸ء کے ذریعہ سے یہ معلوم کر کے خوشی ہوئی کہ الفاروق کے بعد سیرۃ النبی کے ترجمہ کا کام بھی ظفر حسن صاحب نے شروع کر دیا ہے۔ چنانچہ پہلی جلد کا ترجمہ ختم ہو کر اس کی چھپائی بھی ختم ہو رہی ہے۔ خط میں انہوں نے توقع دلائی ہے کہ عیدالاضحیٰ کے موقع پر وہ شائع ہو جائے گی۔ امید ہے اب وہ ٹرکی میں شائع ہو چکی ہوگی۔''(۵)

اور جب یہ ترکی ترجمہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ پہنچا تو مولانا سید سلیمان ندوی نے قارئین معارف کو یہ مژدہ سنایا کہ

''گذشتہ معارف میں سیرت نبوی جلد اول کے ترکی ترجمہ کا ذکر کیا گیا تھا اس مہینہ میں وہ ترجمہ مکمل ہو کر ہمارے پاس پہنچ گیا۔اس کے مترجم عمر رضا بے ہیں۔کتاب کا نام ''عصر سعادت'' رکھا ہے۔ متوسط تقطیع کے ۵۵۰رصفحوں پر باریک ٹائپ میں چھپی ہے۔ حاشیوں اور حوالوں کو بعینہ باقی رکھا گیا ہے۔ مصنف، دارالمصنّفین اور جامع سیرت کا بھی مقدمہ میں ذکر کیا گیا ہے۔ امید دلائی گئی ہے کہ سیرت کے بقیہ حصے بھی عنقریب شائع ہوں گے۔ شائع کرنے والی مجلس کا نام آثار علمیہ کتب خانہ سی قسطنطنیہ ہے۔''(۶)

اور جب ترک اہل قلم کا یہ عزم پورا ہوا اور انہوں نے سیرت نبویؐ کے دوسرے حصہ کا بھی ترجمہ کر کے شائع کرا دیا تو مولانا سید سلیمان ندوی نے یہ خوش خبری قارئین ماہنامہ معارف کو اس طرح سنائی۔ اور اس طرح کہ

''سیرۃ النبی کے ترکی ترجمہ کی پہلی جلد 'عصر سعادت' کا ذکر اس سے پہلے آچکا ہے اب اس مہینہ میں اس کی دوسری جلد چھپ کر قسطنطنیہ سے آئی ہے۔ اس میں عہد رسالت کے اخیر سالوں کی تاریخ، حجۃ الوداع، وفات،

احکام کی تاریخ اور اخلاق وشمائل اور ازواج مطہرات اور آل اطہار رضی اللہ عنہم کے حالات ہیں۔عمر رضا آفندی مترجم نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ تیسری جلد بھی زیر طبع ہے۔ دوسری جلد کے خاتمہ میں موصوف نے ہمارے رفقاء مولانا حمید الدینؒ صاحب بی اے، پروفیسر عبدالباری ندویؒ اور مولانا عبدالسلام ندویؒ کا بھی تذکرہ کیا ہے۔''(۷)

'الفاروق' اور 'سیرۃ النبیؐ' کے ترکی ترجمہ کی یہ داستان مجاہد آزادی ظفر حسن ایبک کی آپ بیتی 'خاطرات' میں بھی محفوظ ہوگئی ہے۔عمر رضا دوغرل بک کے ترجمے کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں موجود ہیں۔عمر رضا دوغرل بک کے ترکی ترجمے راقم کی نظر سے گذرے ہیں۔دیباچے میں اس کی صراحت موجود ہے کہ اسے ظفر حسن ایبک نے پہلے انگریزی میں ترجمہ کیا۔ پھر اس کو ترکی قالب میں ڈھالا گیا۔ افسوس کہ ظفر حسن ایبک نے 'خاطرات' میں اپنے 'الفاروق' اور 'سیرۃ النبیؐ' کے انگریزی تراجم کے محفوظ ہونے یا نہ ہونے کا کہیں ذکر نہیں کیا ہے۔ حالانکہ یہ ترجمے خاصے اہمیت رکھتے ہیں۔الفاروق کے جو انگریزی ترجمے مولانا ظفر علی خاں اور شیخ محمد سلیم وغیرہ کے قلم سے شائع ہوئے ہیں۔ وہ غالباً ظفر حسن ایبک کے تراجم کے بعد کے ہیں۔ اسی طرح 'سیرۃ النبیؐ' کے انگریزی تراجم بھی ظفر حسن ایبک کے بعد کے ہیں۔ان تراجم کا کہیں سراغ نہیں ملتا۔ممکن ہے وہ استانبول کے کسی کتب خانے میں محفوظ ہوں۔مسٹر ظفر حسن ایبک اور عمر رضا دوغرل بک کے ذاتی اثاثہ میں بھی محفوظ ہوسکتے ہیں۔افسوس ترک اسکالر بالخصوص یوسف صالح قراچہ اب نہیں رہے، ورنہ ان تراجم کی تلاش وجستجو کا کام وہ کر سکتے تھے۔اگر ان کی طرف توجہ دی جائے تو شاید وہ کہیں دستیاب ہو جائیں۔

علامہ شبلی کو ترکوں سے بے پناہ تعلق تھا اور یہ تعلق ان کے عہد شباب ہی میں پیدا ہو گیا تھا۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے جنگ روم وروس کے زمانہ میں اعظم گڑھ میں چندہ کر کے تین ہزار کی رقم ترکی بھیجی تھی اور غالباً اسی لئے انہوں نے علمی وتعلیمی مطالعہ ومشاہدہ کے لئے مصر وشام کے ساتھ ترکی کا بھی انتخاب کیا تھا۔ وہ ترکی میں تقریباً تین ماہ مقیم رہے۔ وہاں نہ صرف کتب خانوں اور تعلیم گاہوں کا جائزہ لیا بلکہ وہاں کی مختلف شخصیات سے ملاقاتیں بھی کیں۔مولانا ابوالکلام آزاد

[۱۸۸۸-۱۹۸۱ء] کی صراحت کے مطابق یہاں اتحاد اسلامی کے دونوں بزرگوں شیخ جمال الدین افغانی اور شیخ محمد عبدہ سے ان کی ملاقاتیں رہیں۔ (لسان الصدق نومبر ۱۹۰۳ء)

ترکوں نے بھی علامہ شبلی سے اپنی محبت کا ثبوت دیا۔ ترک سپہ سالار غازی عثمان پاشا جیسے بااثر شخص نے شرف ملاقات بخشا اور دست بوسی کی۔ خلیفہ وقت نے بھی نہ صرف ملاقات کا شرف بخشا بلکہ ایک بڑے اعزاز 'تمغہ مجیدیہ' سے سرفراز کیا۔ اس کی تفصیل 'سفرنامہ روم ومصر وشام' میں موجود ہے۔

ظفر حسن ایبک اور محمد رضا دوغرل بک کی کاوشیں علامہ شبلی کے سفر کے ۳۵ رسال بعد منظر عام پر آئیں۔ تصانیف شبلی کے ترکی تراجم اور ان کے متعدد ایڈیشن سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ سلسلہ کئی برس تک قائم رہا اور اس نے بڑی مقبولیت پائی۔ ایک ترک فاضل سید محمد توفیق بے ۱۹۲۸ء میں ہندوستان آئے تو انہوں نے مولانا سید سلیمان ندوی کو خط لکھا کہ ترکی میں سیرۃ النبی کے ترجمہ نے بڑی دلچسپی پیدا کردی اور لوگ اس کو ذوق وشوق سے پڑھ رہے ہیں۔(۸)

۱۹۳۲ء میں نواب فخر یار جنگ بہادر حیدرآباد دکن سیاحت کے لئے ترکی گئے۔ واپسی پر انہوں نے جانشین شبلی مولانا سید سلیمان ندوی کو ایک خط کے ذریعہ یہ مژدہ سنایا کہ

> ''میں کچھ عرصہ ہوا ترکی گیا تھا اور باوجود اس کے کہ جن لوگوں کے ہاتھ زمام حکومت ہے وہ اس سے زیادہ تعلق نہیں رکھتے، ایک بڑی جماعت ایسے لوگوں کی ملی جو سیرۃ النبیؐ مبارک کی بڑی مداح ہے اور اس کا جو ترجمہ ترکی میں ہو چکا ہے اس کو وہ بہت شوق سے مطالعہ کرتے ہیں۔ خود استنبول تو چونکہ مغرب زدہ ہو چکا ہے وہاں زیادہ لوگ نہیں ملے، لیکن بروصا میں جو شاہان عثمانیہ کی فتح استنبول سے پہلے قریب ڈیڑھ سال کے دارالحکومت رہا ہے بہت احباب کو سیرۃ النبیؐ کا دلچسپی سے ذکر کرتے سنا۔ خدا آپ کے مساعی جمیلہ کو بارآور کرے۔''(۹)

اس خط پر مولانا سید سلیمان ندوی نے اپنی مسرت کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے۔

> ''اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس نے دارالمصنّفین کے اس نیک عمل کو

یہ عزت بخشی کہ اس کے ذریعہ سے ترکی میں جس کے متعلق ہر روز خدا
جانے کیا کیا کہا جاتا ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا فیض
پہنچایا۔''(۱۰)

۱۹۷۳ء میں 'سیرت النبی' کا ایک اور ترکی ترجمہ عمر رضا دوغرل بک، عثمان زکی اور ملا محمد گل کا مشترکہ طور پر کیا ہوا کتب خانہ ناویزی استانبول نے شائع کیا ہے۔ یہ راقم کی نظر سے نہیں گذرا ہے۔ غالباً عثمان زکی اور ملا محمد گل نے محمد عمر رضا دوغرل بک کے ترجمہ سے استفادہ کر کے نیا ترجمہ تیار جدید زمانہ کے مطابق کیا ہے۔

عہد حاضر کے مشہور ترک عالم و دانشور جناب یوسف صالح قراچہ ندوی نے 'سیرۃ النبی' کی ابتدائی دونوں جلدوں کا ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمے ان کے مطابق ۲۰۱۰ء میں استانبول سے شائع ہوئے تھے۔ ۲۰۱۴ء میں ان کا دوسرا ایڈیشن بھی طبع ہو گیا ہے۔ جو راقم کی نظر سے گذرا ہے۔ بڑی سائز کے ۷۰۴ر صفحات پر مشتمل یہ ترجمہ اشاریہ کے ساتھ شائع ہوا ہے۔

حواشی

(۱) خاطرات ص ۳۱۷-۳۱۸

(۲) ایضاً، حصہ دوم ص ۱۲۷

(۳) خاطرات حصہ ص ۳۲۵-۳۲۶

(۴) خاطرات حصہ ص ۳۲۶

(۵) ایضاً، حصہ دوم ص ۱۹۳

(۶) ایضاً، حصہ دوم ص ۲۰۱

(۷) ایضاً، حصہ دوم ص ۲۱۷

(۸) ایضاً، حصہ دوم ص ۲۲۴

(۹) ایضاً، حصہ سوم ص ۱

(۱۰) ایضاً حصہ سوم ص ۱-۲

---

[۷]

تمل تراجم

تمل زبان ہندوستان، سری لنکا، ملائیشیا، سنگاپور، برما اور ماریشش مختلف علاقوں اور خطوں میں بولی جاتی ہے۔ ریاست تمل ناڈو اور سری لنگا کی یہ سرکاری زبان ہے۔ تقریباً ۷۰ رملین افراد یہ زبان بولتے ہیں۔ علامہ شبلی کی شہرۂ آفاق کتاب سیرۃ النبی کا تمل میں ترجمہ شائع ہوا ہے۔

سیرۃ النبیؐ

'سیرۃ النبی' کو ہندوستان کی ایک علاقائی زبان تمل میں بھی ترجمہ ہونے کا شرف حاصل ہوا ہے۔ اسے بی داؤد شاہ (بی۔اے) اور حافظ محمد یوسف فاضل باقوی نے تمل لباس عطا کیا ہے۔ یہ ترجمہ کتب خانہ دارالسلام مدراس نے گارڈن پریس سے طبع کرا کے ۱۹۳۲ء میں شائع کیا۔ اس کا ایک نسخہ کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں موجود ہے۔

اس کے علاوہ 'سیرۃ النبی' کا ایک اور تمل ترجمہ شائع ہوا ہے، جو اگرچہ ہماری نظر سے نہیں گذرا، تاہم جانشین شبلی مولانا سید سلیمان ندوی [۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] نے اس کا ذکر ماہنامہ معارف کے صفحات میں کیا ہے۔ اور لکھا ہے کہ

> ''اس سلسلہ میں ایک خوش خبری بھی سنانی ہے کہ ہماری سیرت نبویؐ کی ضخیم جلدوں کا اس وقت ٹامل زبان میں ترجمہ کا کام ہو رہا ہے۔ محمد علی صاحب ملک (بازار روڈ وے پیٹھ مدراس) جو ٹامل کے اچھے ادیب اور اردو سے کماحقہ واقف ہیں۔ انہوں نے بڑی محنت سے سیرت کی پہلی جلد اور دوسری جلد کا ترجمہ مکمل کرلیا ہے۔ پہلی جلد مطبع میں جا چکی ہے۔ ملک

صاحب چندروز ندوہ بھی ہوآئے ہیں۔اور مولانا (شبلی) مرحوم کے سخت معتقدوں میں ہیں۔''(۱)

سری لنکا کے تمل مسلمانوں کے حالات سے ہم واقف نہیں ہیں۔کبھی کبھی فسادات کے زمانہ میں ان کا ذکر آجاتا ہے۔تعجب تو یہ ہے کہ ہمارے ملک کے صوبہ تمل ناڈو میں بڑی تعداد میں مسلمان آباد ہیں۔ان کی بڑی اہم تاریخ بھی ہے۔اس علاقہ میں متعدد اردو اہل قلم سرگرم ہیں۔ وہاں کے علم وادب کی وہ تاریخ بھی لکھتے رہتے ہیں۔مگر ان کی زبان پر تمل مسلمانوں کا موجودہ علمی وادبی منظر نامہ اوران کی مذہبی صورت حال کا ذکر نہیں آتا۔ ہمارے ادبی لیجنڈ سرسید، حالی، شبلی، آزاد، نذیر احمد وغیرہ کے کچھ اثرات وہاں مرتب ہوئے یا نہیں۔ یا ان کے افکار ونظریات سے تمل مسلمانوں کو کس درجہ واقفیت ہے، کچھ معلوم نہیں۔

حواشی

(۱) شذرات سلیمان حصہ دوم ص۳۳

[۸]

سندھی تراجم

سندھی زبان دنیا کی قدیم ترین زبانوں میں سے ایک ہے۔ یہ محض ایک زبان نہیں بلکہ تہذیب کا نام ہے۔اس کا اصل مرکز پاکستان کا صوبہ سندھ ہے۔ ہندوستان میں بھی بولی جاتی ہے۔ سندھ کے چار کروڑ باشندوں اور ہندوستان کے تقریباً ۷۰ رلاکھ باشندوں کی زبان سندھی ہے۔ پاکستانی سندھی کا رسم الخط عربی ہے۔ جبکہ تقسیم ہند کے بعد ۱۹۴۸ء میں ہندوستان میں سندھی کا عربی رسم الخط بدل کر دیوناگری کر دیا گیا ہے۔

علامہ شبلی نعمانی کی تصنیفات سے سندھی اہل قلم اوراد یبوں نے بھی دلچسپی لی اوران کی تین کتابوں کا سندھی ترجمہ شائع کیا۔اس کی تفصیل یہ ہے۔

الغزالی

'الغزالی' علامہ شبلی کے سلسلہ کلامیہ کی بڑی مشہور ومقبول کتاب ہے۔ پروفیسر غلام عباس سریوال (بی اے، آنرس) استاذ گورنمنٹ سندھ کالج آف کامرس حیدرآباد سندھ نے اس کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جسے نسیم بک ڈپو شاہراہ قائداعظم حیدرآباد سندھ نے شائع کیا ہے۔ پیش لفظ پروفیسر سیف اللہ بلوچ سابق صدر شعبہ اسلامی تاریخ سندھ یونیورسٹی حیدرآباد سندھ نے لکھا ہے۔ سنہ اشاعت درج نہیں ہے۔ البتہ پروفیسر سیف اللہ بلوچ کے پیش لفظ پر ۱۶ رفروری ۱۹۸۳ء کی تاریخ درج ہے۔اس سے قیاس ہوتا ہے کہ یہ ترجمہ اسی سنہ ۱۹۸۳ء میں شائع ہوا ہوگا۔

الفاروق

انجینئر عبدالمالک میمن نے 'الفاروق' کا سندھی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جسے دعوہ اکیڈمی

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد نے ۱۹۹۵ء میں شائع کیا۔اس کی نظر ثانی کا کام ڈاکٹر شہاب الدین غازی نے کیا ہے۔

دعوہ اکیڈمی بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد سے یہ ترجمہ مسلسل شائع ہورہا ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۹۹۸ء میں شائع ہوا۔اس کے بعد بھی ایک ایڈیشن طبع ہوا ہے،مگر اس کا سنہ اشاعت معلوم نہ ہوسکا۔

دعوہ اکیڈمی بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد کے بعد ۲۰۱۰ء میں مہران اکیڈمی شکار پور نے اس ترجمہ کو اپنے سلسلہ مطبوعات میں شامل کیا۔اس سندھی ایڈیشن کی قیمت ۱۸۰؍روپے ہے۔۲۰۱۶ء میں مہران اکیڈمی شکار پور نے دوسرا ایڈیشن بھی شائع کیا ہے۔ ۳۸۶؍صفحات پر مشتمل اس ایڈیشن کی قیمت ۳۵۰؍روپے ہے۔طباعت خوب صورت اور دیدہ زیب ہے۔پیش لفظ مہران اکیڈمی پشاور کے سکریٹری قمر میمن کے قلم سے ہے۔انہوں نے علامہ شبلی نعمانی اور 'الفاروق' کی تعریف وتوصیف کے ساتھ الفاروق کے سندھی ترجمہ کی ضرورت واضح کی ہے۔ انہوں نے مترجم کو اس کاوش پر داد دی ہے۔ترجمہ کے لئے مہران اکیڈمی کی طرف سے ان کا شکریہ ادا کیا ہے اور ترجمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ترجمہ اس قدر عمدہ ہے کہ اصل کا گمان ہوتا ہے۔

کتاب کے آخر میں مہران اکیڈمی شکار پور پاکستان کی فہرست مطبوعات درج کی گئی ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مہران اکیڈمی پشاور سندھی زبان کا ایک اہم اور سرگرم اشاعتی ادارہ ہے اور اس نے متعدد اردو کتابوں کے سندھی تراجم اہتمام سے شائع کئے ہیں۔اس کی فہرست مطبوعات میں امام الہند مولانا ابوالکلام آزاد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی[۱۹۱۴-۱۹۹۹] اور طالب الہاشمی [۱۹۲۳-۲۰۰۸ء] کی کتابیں بھی شامل ہیں۔یہ ایڈیشن ہمارے ایک سندھی کرم فرما عبدالغنی دایو صاحب نے بطور تحفہ بھیجا ہے۔اس عنایت کے لئے ہم صمیم قلب سے ان کے شکر گذار ہیں۔

سیرۃ النبیؐ

'سیرۃ النبی' کا سندھی ترجمہ ایک سندھی اہل قلم سید صالح محمد شاہ کے قلم سے نکلا ہے۔نام ہے 'مجالس نبوی'۔اس کی مزید تفصیلات دستیاب نہیں ہوسکیں۔

[۹]

عربی تراجم

عربی ہماری مذہبی زبان ہے۔ یہ سامی زبانوں میں سب سے بڑی زبان ہے۔۲۸۰/ ملین افراد کی یہ مادری زبان ہے۔ اور ۲۵۰/ملین افراد کی غیر مادری زبان ہے۔۲۲ سے زیادہ مسلمان ملکوں کی یہ سرکاری زبان ہے۔اور سب سے بڑھ کر یہ قرآن پاک کی زبان ہے۔

علامہ شبلی کی عربی زبان وادب پر بڑی گہری نظر تھی۔انہوں نے عربی میں چند کتابیں بھی لکھیں۔ان کی خواہش تھی کہ 'الفاروق' اور 'سیرۃ النبی' وغیرہ کا عربی میں ترجمہ کیا جائے۔ان کی زندگی میں اگر چہ یہ ممکن نہ ہوسکا۔لیکن وفات کے بعد ان کی کئی کتابوں کا عربی میں ترجمہ ہوا۔خود 'الفاروق' کے چار ترجمے عربی میں شائع ہوئے ہیں۔اس کی تفصیل آئندہ صفحات میں آئے گی۔

الجزیہ

'الجزیہ' علامہ شبلی نعمانی کا ایک ایسا تحقیقی کارنامہ ہے جس پر دنیائے تحقیق وتصنیف ہمیشہ ناز کرے گی۔ یہ مقالہ انہوں نے ۱۸۸۹ء میں اردو میں لکھا تھا۔ جسے مطبع مجتبائی لاہور نے ۱۸۹۱ء میں پہلی بار شائع کیا تھا۔ بعدازاں اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہوئے۔افادیت کے پیش نظر خود مصنف علامہ شبلی نعمانی نے اس کا عربی میں ترجمہ کیا۔اور مطبع مفید عام آگرہ سے ۱۳۱۲ھ /۱۸۹۴ء میں شائع کرایا تھا۔گذشتہ اوراق میں 'الجزیہ' کے دیگر زبانوں میں تراجم کا ذکر آچکا ہے۔واقعہ یہ ہے کہ اردو میں الجزیہ ایک مستقل موضوع قرار پایا اور متعدد مصنّفین اور محققین نے اس پر کتابیں لکھیں۔مولانا سید سلیمان ندوی نے جو مضامین اس موضوع پر لکھے وہ علاحدہ ہیں۔ ضلع اعظم گڑھ کے ایک اور لائق اہل قلم اور ماہر تعلیم سعید انصاری [۱۸۹۴-۱۹۶۲ء] نے بھی ایک

رسالہ لکھا ہے۔اسے خدا بخش اورینٹل پبلک لائبریری پٹنہ نے شائع کیا ہے۔

الفاروق

علامہ شبلی نعمانی کی خواہش تھی کہ 'الفاروق' کا عربی میں ترجمہ کیا جائے۔تا کہ عربی داں طبقہ کے لئے اس سے استفادہ آسان ہو۔مگر ان کی یہ خواہش ان کی زندگی میں تو پوری نہ ہوسکی۔ تاہم اب بحمد للہ ایک صدی بعد ان کی یہ تمنا پوری ہوئی ہے۔علماء اور اہل قلم کی ایک جماعت نے اسے عربی مبین میں منتقل کیا ہے۔ دکتور سمیر عبدالحمید ابراہیم صاحب استاذ جامعہ امام محمد بن سعود الاسلامیہ سعودی عربیہ نے اس پر نظر ثانی کی اور مفصل مقدمہ سے ترجمہ کی اہمیت میں بھی اضافہ کیا۔اسے مکتبہ دارالسلام ریاض نے ۱۹۹۹ء میں دیدہ زیب کتابت وطباعت کے ساتھ شائع کیا ہے۔۲۵۲ رصفحات پر مشتمل ہے۔ابتدا میں مکتبہ دارالسلام ریاض کے ذمہ دار عبدالمالک مجاہد نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا ہے۔

اس ترجمہ کے تعارف وتجزیے پر ایک محققانہ مقالہ ممتاز عالم دین مولانا مقتدیٰ حسن ازہری[م:۱۹۳۹-۲۰۰۹ء] نے لکھا ہے۔ جو ماہنامہ معارف اعظم گڑھ جون ۲۰۰۵ء میں شائع ہوا ہے۔ مولانا مقتدیٰ حسن ازہری ایک صاحب نظر عالم ومحقق اور مصنف تھے۔ انہوں نے 'الفاروق' کے اس ترجمہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر لکھی جانے والی بعض دوسری عربی کتب کا بھی ذکر کیا ہے۔ دکتور سمیر عبدالحمید ابراہیم کے مقدمہ پر بھی اظہار خیال کیا ہے۔جس میں متعدد طباعتی اغلاط کی نشاندہی کے ساتھ ترجمہ اور ترجمانی کے بھی بعض تسامحات کی نشاندہی کی ہے۔البتہ ترجمہ کو بحیثیت مجموعی معتبر قرار دیا ہے۔

ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی میں ۲۰۰۲ء میں 'الفاروق' پر ایک سمینار ہوا تھا۔جس میں اتفاقاً میں بھی شریک ہوگیا تھا۔اور الفاروق کے تراجم پر مقالہ پیش کیا تھا۔علی گڑھ جانے سے پہلے دارالسلام ریاض کا ترجمہ 'الفاروق' ملا تھا اور میں نے اسے بھی مقالہ میں شامل کرلیا۔ مجھے اس اعتراف میں کوئی باک نہیں بلکہ شرمندگی ہے کہ اس ترجمہ کو دکتور سمیر عبدالحمید ابراہیم سے منسوب کرنے کی غلطی مجھ ہی کم علم سے ہوئی تھی۔اس کے لئے میں اپنے احباب اور قارئین سے معذرت

خواہ ہوں۔اس اعتراف سے یقین ہے اعتراف حقیقت کو بھی فروغ ملے گا۔

’الفاروق‘ کا ایک اور عربی ترجمہ ’’حکومة عمر بن خطابؓ‘‘ کے نام سے الدار العربیہ بیروت نے ۲۰۰۴ء میں شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ ترکی سے عربی میں کیا گیا ہے۔ اور غالباً نامور عراقی ادیب وشاعر اور مصنف فہمی المدرس [۱۸۷۳-۱۹۴۴ء] کی کاوش ہے۔ اس لئے یہ ان کی وفات کے بعد ان کے اثاثہ میں عراقی اکیڈمی میں آیا تھا۔ دکتور صباح یاسین الاعظمی اسی اکیڈمی سے وابستہ تھے۔

صباح یاسین الاعظمی عرب دنیا میں ایک مصنف اور صحافی کی حیثیت سے معروف ہیں۔ انہوں نے ’حکومت عمرؓ بن خطاب‘ کے نام سے الفاروق کی تحقیق وتعلیق [م:۲۰۰۴ء] کے علاوہ بھی کئی کتابیں سپردِ قلم کی ہیں۔ ان میں ’اعلام المجمع العلمی العراقی ۱۹۴۷-۲۰۰۴ء‘ (الدار العربیہ للموسوعات بیروت، ۲۰۰۵ء) ’المجمعیون فی العراق ۱۹۴۷-۱۹۹۷ء‘ (م:۱۹۹۷ء)’الاعلام حریة فی انهیار‘ اور’معجم المولفین المعاصرین فی آثارهم المخطوطة والمفقودة وما طبع منها‘ وغیرہ معروف ہیں۔

صباح یاسین الاعظمی غالباً بغداد عراق کے باشندہ ہیں اور امام اعظم ابوحنیفہؒ سے منسوب محلّہ اعظمیہ کی نسبت سے خود کو اعظمی لکھتے ہیں۔ یہ جامعہ ازہر قاہرہ مصر میں غالباً زیر تعلیم بھی رہے ہیں۔ ان کے مزید اور صحیح حالات اور دیگر کارناموں کا علم نہیں ہوسکا۔

علامہ شبلی نعمانی کی کئی کتابوں کے مترجم دکتور جلال سعید الحفناوی استاذ شعبہ اردو عین شمس یونیورسٹی مصر نے بھی ’الفاروق‘ کا عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اسے المجلس الاعلی للثقافة، القاهره نے ۲۰۰۰ء میں شائع کیا ہے۔

حال میں معلوم ہوا کہ ’الفاروق‘ کا ایک اور عربی ترجمہ ’سیرة الفاروق عمر بن خطابؓ‘ کے نام سے ایک ندوی فاضل، اور سرزمین اعظم گڑھ کے ممتاز فرزند ڈاکٹر آفتاب عالم اعظمی ندوی [پ:۱۵/اگست ۱۹۶۱ء] نے کیا ہے۔ جسے دار القلم دمشق نے ۱۴۳۶ھ مطابق ۲۰۱۵ء میں شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ ۶۲۲/صفحات پر مشتمل ہے۔ مترجم چونکہ ہم وطن ہیں اس لئے ان سے رابطہ میں آسانی ہوئی۔ انہوں نے اپنے ترجمہ کی تفصیلات خود فراہم کیں۔

المامون

''المامون'، علامہ شبلی کی پہلی مستقل تصنیف ہے، جو بہت مقبول ہوئی۔ ہندو پاک اور بنگلہ دیش سے اس کے متعدد ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔البتہ مترجمین نے المامون کی طرف خاطر خواہ توجہ نہیں دی۔اب ہمارے دوست اور جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے شعبہ عربی کے استاذ ڈاکٹر اورنگزیب الاعظمی نے اسے عربی جامہ پہنایا ہے۔ترجمہ کے آغاز میں 'المامون' سے متعلق سید صباح الدین عبدالرحمٰن کا ایک مقالہ شامل کیا گیا ہے۔اسے دارالکتب العلمیہ بیروت نے ۲۰۱۷ء میں شائع کیا ہے۔ یہ ترجمہ ۱۷۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ جناب مولانا نایاب حسن نے اس ترجمہ کے بارے میں لکھا ہے کہ

> ''ترجمہ نہایت شگفتہ، سلیس اور خوب صورت ہے۔ترجمے کے الفاظ میں بھرپور روانی ہے۔تعبیرات وتراکیب کو بوجھل بنانے سے احتراز کیا گیا ہے۔جس کی وجہ سے ترجمے میں اصل کا لطف پیدا ہو گیا ہے۔''(۱)

پردہ اور اسلام

پردہ اور اسلام کے موضوع پر علامہ شبلی کا یہ مختصر سا مضمون ماہنامہ الندوہ لکھنو مئی ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ اصلاً ایک جوابی مضمون ہے اور جسٹس سید امیر علی[۱۸۴۹-۱۹۲۸ء] کے مضمون کے جواب میں لکھا گیا ہے۔اور پردہ کے سلسلہ میں جسٹس سید امیر علی کے شکوک وشبہات رفع کئے گئے ہیں۔

یہاں یہ واضح کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ علامہ شبلی نعمانی پردہ بلکہ روایتی پردہ کے قائل تھے۔جیسا کہ ان کے اس مضمون سے بھی واضح ہوتا ہے۔ان کا یہ مضمون 'مقالات شبلی' جلد دوم میں بھی شامل ہے۔تاریخی اہمیت کے ساتھ ایک اہم معاشرتی مسئلہ ہونے کے پیش نظر ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی استاذ شعبہ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے اسے 'الحجاب فی الاسلام' کے عنوان سے عربی میں ترجمہ کر کے اپنے 'مجلّہ الہند' دہلی کے علامہ شبلی نمبر میں شائع کیا ہے۔

تراجم ۔(التراث المنقول)

’تراجم‘ علامہ شبلی کا ایک بہت اہم ،مبسوط اور مشہور مقالہ ہے۔اس کی حیثیت کسی تصنیف سے کم نہیں ۔اس میں عہد ماضی میں مسلمانوں نے تراجم سے جس قدر دلچسپی لی اور قدیم علوم وفنون اور کتب مصادر کے جو ترجمے کئے اور کرائے اس کی مفصل تاریخ قلم بند کی گئی ہے۔ خاص طور پر پانچویں اور چھٹی صدی ہجری میں جن علوم وفنون کی کتابیں عربی میں ترجمہ کی گئیں ان کے ذکر کے ساتھ ان علوم وفنون کے جو ماہرین تھے،ان کے احوال بھی علامہ شبلی نعمانی نے لکھے ہیں ۔عہد اکبر اور بعض دوسرے ادوار کے تراجم کی طرف بھی اشارے کئے گئے ہیں ۔ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی نے علامہ شبلی نعمانی کے اس بے بہا مقالے کو بھی عربی مبین میں ’التراث المنقول ‘ کے نام سے منتقل کیا ہے۔ اس کے آغاز میں مولانا ضیاء الدین اصلاحی مرحوم سابق ناظم دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کی ایک تحریر کو بطور تقدیم شامل کیا گیا ہے۔اس موضوع پر ڈاکٹر سید اطہر عباس رضوی کا ایک مفصل مقالہ فاضل مترجم نے شامل کیا ہے۔ ۱۶۰ رصفحات پر مشتمل یہ ترجمہ دارالکتب العلمیہ بیروت سے ۲۰۱۷ء میں شائع ہوا ہے۔ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی نے عمدہ ترجمہ کیا ہے۔ چونکہ فاضل مترجم کو عربی زبان پر دسترس حاصل ہے،اس لئے وہ اصل مفہوم کو بیان کرنے میں بخوبی کامیاب رہے۔

زیب النساء بیگم

بعض متعصب مورخین نے اورنگ زیب عالم گیر کو مطعون کرنے کے لئے اس کی بیٹی شہزادی زیب النساء کی شخصیت پر بعض رکیک اور بے بنیاد الزامات عاید کئے تو علامہ شبلی نعمانی نے ان کا جواب لکھ کر ثابت کیا کہ یہ الزامات لغو، بے بنیاد اور تعصب کے سوا کچھ بھی نہیں ۔اسی کے ساتھ زیب النساء کی سوانح اور اس کی علمی وادبی عظمت اور شاعرانہ بلندی کو مستند دلائل سے قلم بند کیا۔ نیز اس کے مقام ومرتبہ کی بھی نشاندہی کی ۔ان کی یہ تحریر اگر چہ یہ ایک مختصر سا مقالہ ہے،تاہم افادیت کے لحاظ سے بے حد اہمیت کا حامل ہے۔ ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ

نے اسی افادیت کے پیش نظر اسے 'زیب النساء اشعر شاعرات الهند واجود کاتبا تھا' کے عنوان سے عربی زبان میں ترجمہ کیا۔ یہ ترجمہ 'مجلۃ الہند' دہلی کے شبلی نمبر میں شائع ہوا ہے۔ اسے انگریزی میں بھی ترجمہ کرنے کی ضرورت ہے۔

سیرۃ النبیؐ

'سیرۃ النبیؐ' کے عربی ترجمہ کی متعدد کوششیں ہوئیں۔ علامہ شبلی کی طرح ان کے جانشین مولانا سید سلیمان ندوی کی بھی آرزو تھی کہ 'سیرۃ النبیؐ' کو عربی میں منتقل کیا جائے۔ اس کے لئے وہ مصر کے سفر کا بھی ارادہ رکھتے تھے تاکہ وہاں کچھ دن رہ کر طباعت واشاعت کی نگرانی کرسکیں۔ (۲) لیکن بوجوہ وہ اس کے لئے وقت نہیں نکال سکے۔

اس زمانہ میں متعدد اہل علم نے 'سیرۃ النبیؐ' کے عربی ترجمہ کی طرف نہ صرف توجہ دلائی بلکہ متعدد اصحاب زبان وقلم نے ترجمہ کرنے کے لئے اجازت بھی طلب کی تھی۔ ایک فاضل پروفیسر عبدالوہاب عزام [۱۸۹۴-۱۹۵۹ء] نے جو قاہرہ یونیورسٹی مصر میں اردو اور فارسی کے استاذ تھے۔ 'سیرۃ النبیؐ' کے عربی ترجمہ کی اجازت چاہی۔ جسے مولانا سید سلیمان ندوی نے بخوشی منظور کرلیا۔ عبدالوہاب عزام نے مولانا سید سلیمان ندویؒ کو جو خط لکھا تھا اس کا ایک اقتباس ملاحظہ ہو۔

> ''میں نے آپ کی سیرۃ نبویہ کا ترکی ترجمہ پڑھا تو اس کو میں نے اس لائق پایا کہ خود قرآن کی زبان میں اس کا ترجمہ کیا جائے اس لئے میں نے اور چند ہندوستانی بھائیوں نے ارادہ کیا ہے کہ ہم عربی میں اس کا ترجمہ کریں۔'' (۳)

یہ اطلاع مولانا سید سلیمان ندوی کے لئے کسی بشارت سے کم نہ تھی۔ چنانچہ انھوں نے قارئین ماہنامہ معارف کو بھی دسمبر ۱۹۳۳ء کے شذرات کے ذریعہ یہ خوش خبری سنائی کہ مصر کے چند ادبا نے سیرت کے عربی ترجمہ کے لئے آمادگی ظاہر کی ہے۔ (۴) مگر پھر یہ نہ معلوم ہوسکا کہ ترجمہ ہوا یا نہیں۔؟ ان کے بعد میں مصر سے اس کام کی اجازت ندوۃ العلما کے ایک فاضل مولانا محمد اسماعیل ندوی مدراسی نے طلب کی۔ ارباب دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نے بخوشی اس کی

بھی منظوری دیدی۔ کچھ دنوں تک انھوں نے رابطہ رکھا۔ (۵) مگر اس کے بعد مولانا اسماعیل مدراسی مصر سے الجزائر منتقل ہوگئے اور پھر وہیں ان کا انتقال ہوگیا۔ ان کے علمی متروکات جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ کے حصے میں آئے ۔جس میں 'سیرۃ النبیؐ' جلد اول کے عربی ترجمہ کا مسودہ بھی تھا۔ ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی صاحب نے اس کا عکس حاصل کیا اور مدینہ منورہ ہی میں دارالمصنّفین کے اس وقت کے ناظم اور مشہور مورخ سید صباح الدین عبدالرحمٰن کے حوالہ کیا۔ انھوں نے مولانا سید ابوالحسن علی ندویؒ کی خدمت میں پیش کیا تاکہ وہ اپنے اثر ورسوخ اور وسائل و ذرائع سے اسے جلد از جلد شائع کرادیں۔

کچھ ہی دنوں بعد رابطہ ادب اسلامی کا ایک سمینار لکھنؤ میں منعقد ہوا تھا، جس میں شرکت کے لئے قطر کے وزیر اوقاف جناب عبداللہ ابراہیم انصاریؒ ندوہ تشریف لائے تھے۔ انھوں نے 'سیرۃ النبیؐ' کے عربی ترجمہ پر اپنی مسرت کا اظہار کرتے ہوئے یہ خواہش بھی ظاہر کی کہ اس کی دوسری جلدوں کو بھی عربی میں منتقل کرادیا جائے۔ ان کے اخراجات کی ذمہ داری خود انھوں نے اپنے سر لے لی۔ مگر پھر بھی ترجمہ ہوا نہ شائع ہوا۔ عبداللہ ابراہیم انصاری صاحب اس کی حسرت لئے دنیا سے رخصت بھی ہوگئے۔

مولانا محمد اسماعیل ندوی مدراسی کے ترجمہ 'سیرۃ النبیؐ' کی اشاعت کے لئے دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے سابق ناظم مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ بھی فکرمند تھے۔ مگر وہ بھی دارالمصنّفین کے محدود وسائل کے سبب شائع نہ کرا سکے۔ حالانکہ انہوں نے کمر ہمت باندھ لی تھی اور مسودہ کسی عربی داں کمپوزر کو کمپوزنگ کے لئے دیدیا تھا۔

'سیرۃ النبیؐ' کے عربی ترجمہ کا اہم کام اب پایہ تکمیل کو پہنچا ہے۔ پروفیسر ڈاکٹر سید یوسف عامر استاذ شعبہ اردو وتراجم اور وائس چانسلر جامع از ہر سیرت النبیؐ کی ابتدائی دونوں جلدوں کو خود عربی جامہ پہنایا ہے۔ جبکہ 'سیرۃ النبیؐ' کی بقیہ جلدوں کو دوسرے اہل قلم نے عربی میں منتقل کیا ہے۔ یہ تراجم 'دائرۃ المعارف فی سیرۃ النبی' (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نام سے ۲۰۰۵ء میں دارالسلام قاہرہ نے شائع کردئے ہیں۔ اس کی تمام جلدوں کی پی ڈی ایف انٹرنیٹ پر موجود ہے۔ البتہ اس میں ناشر کا پتہ درج نہیں ہے۔

سفرنامہ روم ومصروشام

مصری مصنف ومولف اورعلامہ شبلی نعمانی کی کئی کتابوں کے مترجم ڈاکٹر جلال سعید الحفناوی نے علامہ شبلی نعمانی کے سفرنامہ روم ومصروشام کو ''رحالة هندی فی بلاد الشرق العربی'' کے نام سے عربی میں منتقل کیا ہے۔ یہ ترجمہ ۲۰۰۲ء میں ''المجلس الاعلی للثقافة القاهره نے شائع کیا ہے۔

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی نے مجلة الہند دہلی کے 'شبلی نمبر' میں اس ترجمہ کا تحقیقی جائزہ لیا ہے۔انھوں نے بدلائل ثابت کیا ہے کہ ڈاکٹر جلال سعید الحفناوی سے زبان وبیان کے متعدد تسامح سرزد ہوئے ہیں۔مثلاً انہوں نے 'دقت' کا ترجمہ 'وقت' کردیا ہے۔'موزوں طبع' کا ترجمہ 'الانسان الشاعری' کیا ہے۔'متصل' کا ترجمہ 'متصل' ہی کیا ہے۔اس طرح کے زبان سے ناواقفیت کے سبب متعدد اغلاط راہ پاگئے ہیں۔علاوہ ازیں بعض ایسے جملوں کی بھی نشاندہی کی ہے جو اصل کتاب میں ہیں ہی نہیں۔(۶) ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی کی نشاندہی کے بعد اب ضروری ہوگیا ہے کہ ڈاکٹر جلال سعید الحفناوی کے دیگر تراجم کا تنقیدی جائزہ لیا جائے اور ان سے جو اغلاط سرزد ہوئے ہیں ان کی نشاندہی کی جائے۔ورنہ مصنف کے بارے غلط رائے قائم ہوسکتی ہے۔

ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی نے علامہ شبلی پر لکھے گئے چند اہم اردو مقالات کو بھی عربی زبان میں منتقل کیا ہے۔جس کی تفصیل ایک مضمون نگار جناب مولانا نایاب حسن قاسمی نے اپنی کتاب 'عکس ونقش' میں درج کی ہے۔(۷)

دیار پورب اور دارالعلوم ندوۃ العلما کے ممتاز فرزند ڈاکٹر محمد اکرم ندوی نے علامہ شبلی کے 'سفرنامہ روم ومصروشام' کا ''رحلة شبلی النعمانی الی القسطنطنیه و بیروت وا لقدس والقاهرة'' کے نام سے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔جسے دارالقلم دمشق نے ۱۴۳۲ھ مطابق ۲۰۱۱ء میں شائع کیا ہے۔اس کا آغاز فاضل مترجم نے علامہ شبلی نعمانی کے تذکرہ وسوانح سے کیا ہے۔علامہ شبلی ندوہ کے بانیوں میں ہیں اور ڈاکٹر محمد اکرم ندوی اس کے نامور فرزند۔ان کو عربی زبان وادب پر دسترس حاصل ہے۔بلاشبہ 'سفرنامہ روم ومصروشام' کا یہ ایک عمدہ اور کامیاب ترجمہ ہوگا۔یہ ترجمہ

راقم کی نظر سے نہیں گذرا ہے۔اس کے متعلق تمام معلومات خود فاضل مترجم نے فراہم کی ہیں۔

شعر العجم

دکتور جلال سعید الحفناوی استاذ شعبہ اردو عین شمس یونیورسٹی مصر نے 'شعر العجم' کی ابتدائی تین جلدوں اول تا سوم کا عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ان تراجم کو المرکز القومی للترجمہ مصر نے شائع کیا ہے۔جلد اول ۲۰۱۳ء میں شائع ہوئی ہے۔دوسری جلد نہ دیکھ سکا اور نہ اس کی کسی قسم کی تفصیل ہی دستیاب ہوئی۔البتہ تیسری جلد ۲۰۱۷ء میں دار النشر المرکز القومی مصر سے شائع ہوئی ہے۔اور جو ۶۰۷ صفحات پر مشتمل اور دیدہ زیب ہے۔

علامہ ابن تیمیہؒ

علامہ شبلیؒ نے شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ [۱۲۶۳-۱۳۲۸ء] کے حالات، شخصیت اور افکار پر اولین مقالہ لکھا ہے۔یہی وجہ ہے کہ اسے بہت مقبولیت ملی۔مقالات شبلی میں شامل ہو کر وہ متعدد بار شائع ہوا۔اور اب مکتبہ دار العلم ممبئ نے مولانا الطاف حسین حالی [۱۸۳۷-۱۹۱۴ء] کے مضمون کے ساتھ کتابچہ کی صورت میں شائع کیا ہے۔اس کے مرتب جناب مولانا محمد تنزیل الصدیقی ہیں۔انہوں نے مقدمہ بھی بہت عمدہ لکھا ہے۔اس اولین مقالہ کو ڈاکٹر محمد اکرم ندوی [پ: ۱۹۶۴ء] نے بھی عربی میں منتقل کیا ہے۔جسے ۲۰۰۹ء میں دار البشائر الاسلامیہ بیروت لبنان نے شائع کیا ہے۔یہ ترجمہ ۵۶ صفحات پر مشتمل ہے۔ابتداء میں علامہ شبلی کا تذکرہ بھی شامل ہے۔

علم الکلام

'علم الکلام' علامہ شبلی نعمانی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] کی بڑی مشہور اور خاصی متنازعہ کتاب ہے۔اس کا عربی زبان میں ترجمہ 'علم الکلام الجدید' کے نام سے مصری اسکالر اور علامہ شبلی کی کئی کتابوں کے مترجم دکتور جلال سعید الحفناوی [پ: ۲۷/ اگست ۱۹۶۰ء] نے کیا ہے۔۲۰۱۲ء میں اس کا پہلا ایڈیشن الجزیرہ قاہرہ مصر سے شائع ہوا ہے۔

کتب خانہ اسکندریہ

اسکندریہ مصر کے مشہور اور تاریخی کتب خانہ کے بارہ میں مغربی مورخین نے یہ مشہور کر رکھا تھا کہ مسلمانوں نے جب اسکندریہ فتح کیا تو وہاں کے اس مشہور کتب خانہ کو جلا کر برباد کر دیا۔ اس الزام سے دراصل وہ مسلمانوں کو علم دشمن ثابت کرنا چاہتے تھے۔ علامہ شبلی نے اس بے سروپا الزام کا جائزہ لیا اور مضبوط دلائل سے ثابت کیا کہ یہ کتب خانہ مسلمانوں نے نہیں خود عیسائیوں نے برباد کیا۔ اور مسلمانوں کی فتح سے پہلے برباد کیا۔ اور اس کی بربادی میں ان کے مذہبی پیشوا بھی شریک تھے۔

علامہ شبلی نعمانی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] کا یہ تحقیقی مقالہ اپنے انداز تحقیق، طرز استدلال اور مضبوط دلائل کے سبب بے حد مقبول ہوا۔ چنانچہ محمد غوث سعید نے اسے انگریزی میں ترجمہ کیا، جو ۱۸۹۳ء میں حیدر آباد سے شائع ہوا۔ علامہ شبلی نے اس انگریزی ترجمہ کو المقتبس کے مدیر محمد کرد علی [۱۸۷۶-۱۹۵۳ء] کے پاس بھیجا تو انہوں نے محمد لطفی جمعہ [۱۸۸۶-۱۹۵۳ء] سے عربی میں اس کا ترجمہ و تلخیص کرا کے المقتبس اگست ۱۹۰۶ء [ص ۳۹۰-۳۹۵] میں شائع کیا۔

مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم

یہ مقالہ 'مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم' علامہ شبلی کا بڑا اہم تاریخی، تعلیمی اور تحقیقی مقالہ ہے۔ جیسا کہ نام سے واضح ہے اس میں مسلمانوں کے شاندار ماضی کے ایک اہم اور روشن پہلو یعنی ان کی تعلیمی خدمات اور ان کے لازوال کارناموں کا تذکرہ ہے۔ یہ دراصل مسلمانوں کی تعلیمی عظمت اور ان کے عظیم الشان کارناموں کا ایک اجمالی مرقع ہے۔ یہ ۱۸۸۷ء میں ایجوکیشنل کانفرنس کے لکھنو اجلاس میں پیش کیا گیا تھا۔ جس میں خود سر سید احمد خاں بھی شریک تھے۔ علامہ شبلی نعمانی جب مسلمانوں کی تعلیمی عظمت اور علمی فضیلت بیان کر رہے تھے تو شریک جلسہ بعض بزرگوں نے سوال کیا کہ مولانا شبلی کیا واقعی ہمارا ماضی ایسا ہی شاندار تھا جیسا کہ آپ بیان فرما رہے ہیں۔؟

مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم کا عربی ترجمہ عربی ترجمہ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کے ایک

لائق فرزند اور عربی زبان کے ممتاز عالم ومصنف ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی استاذ جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے قلم سے بیروت سے شائع ہوا ہے۔۸۸رصفحات پر مشتمل یہ ترجمہ ۲۰۱۸ء میں دار الکتب العلمیہ بیروت نے شائع کیا ہے۔اس کا عربی نام "الحرکة العلمیه و کیف طورها الاسلام" ہے۔

ترجمہ کا آغاز نامور اہل قلم اور مصنف ومحقق پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی صاحب سابق صدر شعبہ ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے گراں قدر اردو مقالہ کے ترجمہ سے ہوا ہے۔ جس میں مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم کا مفصل تعارف وتجزیہ پیش کیا گیا ہے۔اور جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ مقالہ آج بھی اپنے موضوع پر ایک منفرد اور مثالی تحریر ہے۔

مقالات شبلی ۔اسلام اور مستشرقین

مسلمان دانشوروں میں یورپ بالخصوص مستشرقین کی اسلام کے خلاف سازشوں کو جس دانشور اہل قلم نے سب سے پہلے پہچانا اور ان کے خلاف جو شخص سب سے پہلے اور سب سے منظّم انداز میں میدان میں آیا وہ رئیس المصنّفین علامہ شبلی نعمانی کی ذات گرامی تھی۔انہوں نے انہیں کے علمی انداز و اسلوب میں ان کا جواب دینے کا آغاز کیا۔اور متعدد ایسے الزامات کی تردید کی جو عرصہ سے مسلمانوں پر عاید تھے۔

اس سلسلہ کا علامہ شبلی نعمانی کا ایک بڑا اہم اور قابل ذکر کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے مسلمانوں پر مستشرقین کے الزامات اور ناروا حملوں کے مسکت جواب کے لئے اہل قلم کی ایک معتبر جماعت تیار کرنی چاہی۔واقعہ یہ ہے کہ ان کے بعد مستشرقین کے تعاقب میں جو تحریریں وجود میں آئیں وہ بھی دراصل ان ہی کی جدوجہد کا ثمرہ ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی نے بے شمار علمی، ادبی، تعلیمی، اور تنقیدی مقالات لکھے ہیں۔جنہیں مولانا سید سلیمان ندوی نے آٹھ جلدوں میں بلحاظ موضوع شائع کر دیا ہے۔۱۹۸۰ء میں دار المصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں اسلام اور مستشرقین کے موضوع پر جو بین الاقوامی سمینار منعقد ہوا تھا اور جس سے ہندوستان میں مطالعہ مستشرقین کی لے اور بہت تیز ہوئی۔اس موقع پر علامہ شبلی اور مولانا سید سلیمان ندوی کے وہ مضامین ومقالات اور متفرق تحریریں جو انہوں نے مستشرقین سے متعلق قلم بند

کی تھیں دار المصنّفین نے کتابی صورت میں شائع کیا۔ علامہ شبلی نعمانی کے مضامین دار المصنّفین شبلی اکیڈمی کے ایک رفیق اور ممتاز عالم و مصنف مولانا عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی [۱۹۲۰-۱۹۸۵ء] نے مرتب کئے۔ ڈاکٹر ہیفاء شاکری صاحبہ استاذ شعبہ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی نے بھی مستشرقین سے متعلق علامہ کے مضامین کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ ۱۱۰ر صفحات پر مشتمل یہ ترجمہ 'مقالات شبلی: الاسلام والمستشر قون' کے نام سے ۲۰۱۵ء میں روز ورڈ بکس نئی دہلی سے شائع ہوا ہے۔ اس کا ایک برقی ایڈیشن سعودی عربیہ سے بھی شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ اس لحاظ سے اہمیت کا حامل ہے کہ اس سے مستشرقین کے بارے میں علامہ شبلی نعمانی کے نقطہ نظر سے عرب دنیا واقف ہوگی۔

مقدمہ سیرۃ النبیؐ

علامہ شبلی نے 'سیرۃ النبی' کا جو طویل اور مبسوط مقدمہ لکھا ہے۔ اور جو کسی اہم تصنیف سے کم حیثیت نہیں رکھتا۔ افادیت کے پیش نظر اسے علاحدہ کتابی صورت میں بھی شائع کیا گیا ہے۔ ۲۰۱۱ء میں اس مقدمہ کو ڈاکٹر محمد علی غوری نے 'فن السیرۃ النبویہ تاریخ و اصول' کے نام سے عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ اردو مقدمہ ۱۰۰ر صفحات پر مشتمل ہے جبکہ عربی ترجمہ ۱۳۴ر صفحات میں آیا ہے۔ اسے مرکز جمعۃ الماجد للثقافۃ والتراث دبئی نے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

حواشی

(۱) عکس و نقش ص ۱۱۸

(۲) عبدالعزیز میمنی۔ ابوالعلا مالہ وماعلیہ ص ۵۔ مطبعہ السّلفیہ قاہرہ ۱۳۴۴ھ

(۳) حیات سلیمان ص ۴۷

(۴) شذرات سلیمانی ج ۳ ص ۲۸۔ مطبوعہ دار المصنّفین اعظم گڑھ ۱۹۹۸ء

(۵) حیات سلیمان ص ۴۷

(۶) بحوالہ عکس و نقش ص ۱۲۳

(۷) عکس و نقش ص ۱۲۴

[۱۰]

فارسی تراجم

فارسی دنیا کی ایک بڑی اور شیریں زبان ہے۔اس میں شعروادب اورتاریخ کابڑاقیمتی سرمایہ ہے۔ماہرین لسانیات نے اس کا شمار ہند یورپین زبانوں کے خاندان میں کیا ہے۔ایران، افغانستان اورتاجکستان کی یہ دفتری زبان ہے۔ایران،افغانستان،تاجکستان اورازبکستان کے ۱۱۰ملین افراد کی یہ مادری زبان ہے۔مگر یونیسکو نے فارسی کواپنی زبانوں میں شامل نہیں کیا ہے۔

فارسی کا اپنا اگر چہ رسم الخط ہے،تاہم معمولی ردوبدل کے ساتھ یہ وسط ایشیا کے مختلف مما لک میں بولی جاتی ہے۔برصغیر ہندو پاک کی بھی ایک زمانہ میں دفتری زبان تھی۔

علامہ شبلی نعمانی کو فارسی زبان وادب پر کمال دسترس حاصل تھا۔فارسی زبان وادب کی تاریخ 'شعرالعجم' انہیں کے قلم سے نکلی،جس کا شہرہ ایران تک پہنچا۔یہی وجہ ہے کہ خطہ فارس میں ان کی متعدد ادبی وکلامی کتابیں ترجمہ ہوکر مقبول ہوئیں۔تصانیف اور رسائل شبلی کے تراجم کا سلسلہ ابتک قائم ہے۔'سیرۃ النبی' کی ابتدائی جلدوں کا فارسی ترجمہ حال ہی میں فروغ جاوداں کے نام سے شائع ہوا ہے۔فارسی رسائل وجرائد میں شبلی شناسی کا سلسلہ بھی قائم ہے۔آئندہ صفحات میں اسی کی تفصیل کی گئی ہے۔

الجزیہ

یہ علامہ شبلی نعمانی کا بڑا محققانہ مقالہ ہے۔اسی تحقیق سے وہ میدان تحقیق وتدقیق میں اولاً ایک معتبر مصنف قرار پائے۔ان کی دیگر کتب کی طرح اس کو بھی فارسی میں منتقل کیا گیا ہے۔علامہ شبلی کی تصانیف کے مشہور فارسی مترجم سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے یہ کام ایران میں انجام دیا اور وہ

تہران سے ۱۳۱۵ھ ش میں شائع ہوا ہے۔

الفاروق

'الفاروق' کے فارسی ترجمہ کی سعادت اسداللہ خاں آف افغانستان کی والدہ اور محمد نادر خاں بادشاہ افغانستان کی ہمشیرہ علیا جناب کا مقدر بنی۔ اس کی تصحیح و ترتیب کا کام نجف علی عاصی جلال پوری نے انجام دیا۔ اس کا پہلا ایڈیشن قندھار سے حاجی عبدالستار نے شائع کیا۔ یہ ترجمہ ۲۸۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ بعدازاں دوسرا ایڈیشن مسلم پرنٹنگ پریس لاہور نے ۱۳۵۱ھ میں شائع کیا۔ کتاب کا دوسرا ایڈیشن کتب خانہ دارالمصنّفین اعظم گڑھ میں موجود ہے۔

'الفاروق' حصہ دوم کا ایک فارسی ترجمہ محمد زماں مدیر کتب خانہ ملی کابل کے قلم سے ہے۔ جو ۱۳۰۳ء ش میں مطبع وزارت جلیلہ معارف کابل سے شائع ہوا ہے۔ یہ مطبع حکومت افغانستان کی وزارت معارف کے تحت تھا۔ اس پر سلسلہ اشاعت دارالتالیف بھی لکھا ہوا ہے۔ جو نسخہ راقم کی نظر سے گذرا ہے اس پر کئی مہریں لگی ہیں، مگر وہ پڑھی نہیں جاسکیں۔

'الفاروق' کا ایک اور فارسی ترجمہ کابل سے مؤسسہ انتشارات الازہر نے ۱۳۸۸ھ میں شائع کیا۔ جو ۵۵۰ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کے مترجم محسن مہاجر ہیں۔

حال میں 'الفاروق' کا ایک اور فارسی ترجمہ 'زندگی فاروق اعظم عمر بن خطاب' نظر سے گذرا۔ جو ایران سے شائع ہوا ہے۔ مترجم کا نام عبداللہ پاسالاری ہے۔ ۵۳۶ صفحات پر مشتمل اس ترجمہ کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۹۱ھ ش میں شائع ہوا ہے۔ اس کی قیمت چار سو ریال ہے۔ آن لائن بھی دستیاب ہے۔

الکلام

مشہور فارسی مترجم سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے علامہ شبلی کی مشہور کلامی کتاب 'الکلام' کا بھی 'تاریخ علم کلام' کے نام سے فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔ جو ۱۹۴۹ء میں شرکت چاپ رنگیں تہران ایران سے شائع ہوا۔

تاریخ بدءالاسلام

علامہ شبلی نعمانی کے علی گڑھ کے زمانہ قیام [۱۸۸۳-۱۸۹۸ء] میں ان کے قلم سے جو تحریر سب سے پہلے منظر عام پر آئی وہ عربی زبان میں 'تاریخ بدءالاسلام' تھی۔ کالج کی درسی ضرورت کے پیش نظر سر سید احمد خاں کی فرمائش پر یہ کتاب تیار کی گئی تھی۔(۱) یہ عرصہ تک اس وقت کے ایم، اے، او، کالج کے نصاب میں شامل رہی۔ اردو و فارسی میں اس کے کئی ترجمے ہوئے۔ اس کا پہلا فارسی ترجمہ سر سید احمد خاں کی فرمائش پر علامہ شبلی نعمانی کے عزیز شاگرد اور سگے ماموں زاد بھائی مولانا حمیدالدین فراہی [۱۸۶۳-۱۹۳۰ء] نے کیا تھا۔(۲) جو مطبع مفید عام آگرہ سے ۱۳۰۳ھ [۸۶-۱۸۸۵ء] میں شائع ہوا۔ یہ ۳۶ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اس کا ایک ایڈیشن تجارتی پریس علی گڑھ نے بھی شائع کیا ہے۔

۲۰۱۶ء میں شبلی صدی کے موقع پر ممتاز محقق ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی کی تحقیق و تصحیح سے 'تاریخ بدءالاسلام' کا ایک محقق ایڈیشن دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نے شائع کیا ہے۔ اس میں علامہ حمیدالدین فراہی کا یہ فارسی ترجمہ بھی شامل ہے۔

رسائل شبلی

'رسائل شبلی' علامہ شبلی کے علمی، تاریخی اور تحقیقی مقالات کا پہلا مجموعہ ہے۔ یہ ان کے مقالات کا واحد مجموعہ ہے جسے خود انہوں نے مرتب کر کے ۱۸۹۸ء میں شائع کرایا تھا۔ بعد ازاں اس کے متعدد ایڈیشن مصنف کی زندگی میں اور بعد از وفات بھی شائع ہوئے۔ ۲۰۱۴ء میں شبلی صدی کے موقع پر دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نے اس کا بڑا خوب صورت ایڈیشن شائع کیا ہے۔ اس کے علاوہ جتنے مجموعہ مقالات ہیں وہ دوسرے ارباب ذوق نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق شائع کئے ہیں۔ ۱۹۱۴ء میں دارالمصنّفین قائم ہوا تو علامہ شبلی کی اور کتابوں کے ساتھ مولانا سید سلیمان ندوی نے علامہ شبلی کے مقالات کو آٹھ جلدوں میں موضوعات کے لحاظ سے ترتیب دے کر شائع کیا تھا۔ جسے اس وقت سے آج تک دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ مسلسل شائع

کررہا ہے۔اور جو آج بھی اس کے مکتبہ پر برائے فروخت دستیاب ہیں۔لیکن 'رسائل شبلی' کی اپنی ایک الگ اہمیت ہے۔اسی اہمیت کے پیش نظر سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے اس کا فارسی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ یہ ترجمہ راقم کی نظر سے نہیں گذرا ہے۔ڈاکٹر تحسین فراقی نے اپنے مضمون میں اس کی صراحت کی ہے۔البتہ اس کی دیگر تفصیلات انہوں نے پیش نہیں کی ہیں۔(۳)

سوانح مولانا روم

علامہ شبلی نعمانی ایم اے او کالج علی گڑھ سے مستعفی ہوکر ۱۹۰۱ء میں حیدرآباد پہنچے۔اور سررشتہ علوم وفنون کے ناظم مقرر ہوئے۔ وہاں انہوں نے اور بہت سے علمی وادبی کاموں کے ساتھ سلسلہ کلامیہ کی تصنیفات کا بھی آغاز کیا۔'سوانح مولانا روم' اس کی ایک کڑی ہے۔ یہ ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی۔اس میں مولانا روم کی سوانح حیات اور ان کے فکر وفلسفہ پر تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔اور مثنوی معنوی کا مفصل جائزہ لیا گیا ہے۔ فاضل مصنف نے ثابت کیا ہے کہ مثنوی معنوی بھی علم کلام کے مباحث پر مبنی ہے۔اس کتاب کو بھی فخر المحققین سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے 'سوانح مولوی روم' کے نام سے فارسی میں منتقل کیا ہے۔ جو ۱۹۵۴ء/۱۳۳۲ھ ش میں شرکت چاپ رنگین تہران ایران سے شائع ہوا ہے۔ ۱۶۱/صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا دوسرا ایڈیشن ۱۳۷۵ش میں دنیائے کتاب تہران نے شائع کیا۔اس کے صفحات کی تعداد ۲۱۲ ہے۔گویا اس میں تعلیقات وحواشی کا اضافہ کیا گیا ہے۔دنیائے کتاب تہران سے تیسرا ایڈیشن ۱۹۵۳ء میں شائع ہوا ہے۔اس کے صفحات کی تعداد ۱۷۳/ ہے۔

سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے اس پر جو مقدمہ لکھا ہے اس میں علامہ شبلیؒ کے حالات وسوانح کے ساتھ ان کی تصنیف 'سوانح مولانا روم' پر بھی تفصیل سے روشنی ڈالی گئی ہے۔اس سے ان کی عقیدت شبلی کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔علامہ شبلی کے مزاج ومذاق، طرز معاشرت اور وضع قطع، انکسار اور فروتنی کے بارے میں بھی بڑی اہم اور دلچسپ معلومات سامنے آتی ہیں۔ڈاکٹر تحسین فراقی نے 'سوانح مولانا روم' کے بارے میں سید محمد تقی فخر داعی گیلانی کے خیالات بیان کئے ہیں اور لکھا ہے کہ

"شبلی نے کتاب مذکور میں گہرے مسائل ومباحث کو اس قدر سادہ اور

روشن اسلوب میں حل کر دیا ہے اور اس مہارت سے کہ گویا ہر بھید سے پردہ
اٹھا دیا ہے۔ ان حقائق ومعارف کو اس قدر شیریں، جالب اور جاذب
اسلوب میں سمو دیا ہے کہ میرا قلم اس کے بیان سے عاجز ہے۔ انہوں نے
حیات رومی کا ایک ایسا دروازہ کھول دیا اور گویا ایسے علمی رازوں کو فاش
کر دیا جو اب تک ہماری نظروں سے اوجھل تھے۔ اس خدمت پر شبلی
درحقیقت ہمارے سپاس وقدردانی کے مستحق ٹھہرتے ہیں۔'' (۴)

'سوانح مولانا روم' کا ایک اور فارسی ترجمہ جو ایران کے ایک نامور اہل قلم اور مصنف و مورخ توفیق ہاشم پور سبحانی [پ: ۱۹۳۷ء] کی گراں قدر کاوش ہے۔ یہ ترجمہ ۱۸۷ر صفحات پر مشتمل ہے۔ اسے مکتبۂ 'علم' تہران ایران نے ۱۳۸۲ھ ش میں شائع کیا ہے۔

توفیق ہاشم پور سبحانی کا یہ ترجمہ راقم کی نظر سے نہیں گذرا بلکہ مترجم موصوف کے تذکرہ میں اس کا نام آ گیا ہے۔ مترجم موصوف ہندوستان کے دارالحکومت دہلی میں ایک طالب علم کی حیثیت سے عرصہ تک مقیم رہے ہیں۔ انہوں نے غالباً دہلی یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کی ہے۔

سیرۃ النبیؐ

'سیرۃ النبی' کی ابتدائی دونوں جلدوں کے فارسی تراجم 'فروغ جاوداں' کے نام سے انتشارات فروغ اعظم زاہدان ایران نے ۲۰۰۳ء میں شائع کیے۔ اس کے مترجم مولانا ابوالحسین عبدالمجید مرادزہی خاشی صاحب ہیں۔ ۲۰۱۰ء میں 'فروغ جاوداں' کا دوسرا اور ۲۰۱۷ء میں تیسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا ہے۔

سیرۃ النعمان

'سیرۃ النعمان' کو فارسی جامہ ملازئی عبدالوہاب سربازی نے 'سیمائی امام ابوحنیفہ' کے نام سے پہنایا ہے۔ اور اوائے اسلامی تہران نے ۱۳۸۶ اش میں شائع کیا ہے۔ صفحات کی تعداد ۳۰۴ر ہے۔ راقم نے اس ترجمہ کو نہیں دیکھا ہے۔

'سیرۃ النعمان' کا ایک اور فارسی ترجمہ 'تحفۃ الامام' کے نام سے پشتو ادیب اور مترجم ملا برہان الدین خاں کشلکی نے کیا ہے۔ جو ۱۹۲۴ء میں مکتبہ ملی کابل افغانستان سے شائع ہوا ہے۔ ۱۹۲۶ء میں یہیں سے اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع ہوا۔ یہ ترجمہ راقم کی نظر سے نہیں گذرا ہے، بلکہ ملا برہان الدین خاں کشلکی کے تذکرہ میں اس کی تفصیلات درج ملی ہیں۔

شعرالعجم

علامہ شبلی کی تصنیف 'شعرالعجم' اپنے موضوع پر ایک مایہ ناز اور شاہکار تصنیف ہے۔ کہا جاتا ہے کہ ایسی کتاب ابتک ایران میں بھی نہیں لکھی گئی۔ علامہ شبلی نے ہندوستان میں بیٹھ کر فارسی شاعری کی ایسی لازوال کتاب لکھ دی جس کی عظمت کا اعتراف ایرانی ادباء و مورخین نے بھی کیا ہے۔ مشہور ایرانی اہل قلم اور دانش ور سعید نفیسی نے بھی اس کی بلند پایگی کا اعتراف کیا ہے۔ یہی سبب ہے کہ 'شعرالعجم' ہندوستان سے باہر کی دنیا میں بھی بے حد مقبول رہی۔ اس کی مقبولیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ملک و بیرون ملک سے اب تک اس کے سیکڑوں ایڈیشن چھپ کر مقبول ہو چکے ہیں۔ ایران، افغانستان اور تاجکستان سے بھی شعرالعجم شائع ہوئی ہے۔ 'لٹریری ہسٹری آف پرشیا' کے مصنف پروفیسر براؤن (E.G.Browne) اس کی خوبیوں کے معترف و مداح تھے۔ انھوں نے اپنی کتاب میں اس سے استفادہ کیا ہے۔ اور اس کا اعتراف بھی کیا ہے۔ ان کی دلی آرزو تھی کہ کاش 'شعرالعجم' فارسی اور انگریزی میں ترجمہ ہو جاتی۔ ان کی یہ تمنا اس طرح پوری ہوئی کہ 'شعرالعجم' کے تمام حصوں کا فارسی میں ترجمہ ہوا اور ایران اور افغانستان دونوں ممالک کے ادیبوں نے دلچسپی لے کر کیا۔ اس کی تفصیل اس طرح ہے۔

حصہ اول

'شعرالعجم' حصہ اول میں فارسی شاعری کی تاریخ اور اس کی ابتدا، عہد بہ عہد کی ترقیاں خصوصیات اور اس کے اسباب و علل سے مفصل بحث کی گئی ہے۔ اور اسی کے ساتھ منتخب شعراء کا مفصل تذکرہ اور ان کی شاعری پر تقریظ اور تنقید لکھی گئی ہے۔ اس کا ترجمہ سید محمد تقی فخر داعی گیلانی کا

کارنامہ ہے۔ جو ۱۳۱۶ھ ش میں کتب خانہ ابن سینا تہران سے شائع ہوا۔ اس کے ۲۶۹ رصفحات ہیں۔ ابن سینا تہران نے ۱۳۳۹ش میں دوسرا ایڈیشن بھی شائع کیا۔ البتہ طبع دوم کے صفحات کی تعداد ۲۴۷ ہے۔ حصہ اول کا ایک اور ایڈیشن دنیائے کتاب تہران نے ۱۹۸۹ء میں شائع کیا۔ اسے طبع سوم بھی کہہ سکتے ہیں۔

اس کے مفصل مقدمہ میں سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے 'شعر العجم' کے ساتھ علامہ شبلی کے اجمالی حالات وافکار پر روشنی ڈالی ہے۔ اور علامہ شبلی سے اپنے گہرے تعلق کا بھی اظہار کیا ہے، سید محمد تقی فخر داعی گیلانی بلاشبہ ایک بڑے شبلی شناس تھے۔ ۱۹۱۰ء میں وہ علامہ شبلی نعمانی سے بمبئی میں ملے اور کچھ دن ساتھ رہے۔ اس ملاقات کی تفصیل انہوں نے لکھی ہے۔ جس کو دیباچہ میں نقل کر چکے ہیں۔ یہاں ان کا ایک اور تاثر ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتے ہیں۔

> ''اگرچہ ان کی عمر اس وقت کوئی زیادہ نہیں تھی لیکن تحریر و مطالعہ کی کثرت کے باعث شکستہ اور بوڑھے دکھائی دیتے تھے۔ تاہم ان کی روحانی نشاط حیرت انگیز تھی۔ ظرافت اور لطف بیان میں بے نظیر تھے۔ شاعری سے گہرا لگاؤ تھا۔ ان کے وجود کو اچھا شعر ہر شے سے زیادہ متاثر کرتا تھا، مجھے یاد آتا ہے کہ ایک دن اثنائے ملاقات میں حافظ کے یہ شعر پڑھے:
>
> مشکل خویش بر پیر مغاں بردم دوش
> کو بہ تائید نظر حل معما می کرد!
>
> دیدمش خرم و خنداں قدح بادہ بدست
> وندر آں آئینہ صد گونہ تماشا می کرد
>
> گفتم ایں جام جہاں بیں بتو کے داد حکیم
> گفت آں روز کہ ایں گنبد مینا می کرد
>
> میں نے دیکھا کہ ان پر وجد کی حالت طاری ہوگئی اور وہ اس کیفیت میں

جھوم رہے تھے۔ پھر تبسم کیا اور فرمایا اگر مجھے پورا ایران بھی دیدیا جائے تو
مجھے وہ مسرت اور کیف حاصل نہ ہوگا جو ان تین شعروں سے حاصل ہوتا
ہے۔''(۵)

ڈاکٹر تحسین فراقی نے سید محمد تقی فخر داعی گیلانی اور ان کے تصانیف شبلی کے تراجم پر بڑا
عمدہ مقالہ لکھا ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں۔

''داعی گیلانی نے شبلی کی جن کتب ورسائل کے ترجمے کئے، ان کی
افادیت، گہرائی اور نکتہ طرازی کے وہ بے حد مداح تھے۔ شعرالعجم کی پہلی
جلد کے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ ایک معاصر ادیب کا قول ہے کہ ہر اچھی
کتاب کو کم از کم تین بار ضرور پڑھنا چاہئے۔ پھر فرانسس بیکن کا مشہور قول
نقل کیا ہے۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بعض کتابوں کو محض چکھنا چاہئے اور
بعض کو ایک ہی بار میں نگل لینا چاہئے۔ مگر چند کتابیں ایسی بھی ہوتی ہیں
جنہیں مکمل طور پر چبانا چاہئے۔ یعنی اس کے ہر ہر جز کو نہایت دقت نظر
سے اور سمجھ سمجھ مطالعہ کرنا چاہئے۔ ہماری نظر میں شبلی کی شعرالعجم بھی
ایک ایسی ہی کتاب ہے کہ اس کے تمام اجزا کو گہری نظر سے غیر جانب دار
ہو کر اور نہایت بے تعصبی کے ساتھ پڑھنا چاہئے۔''(٦)

حصہ اول کے فارسی ترجمہ کی اطلاع جب دارالمصنفین پہنچی تو مولانا سید سلیمان ندوی نے
قارئین معارف کو یہ مژدہ ان الفاظ میں سنایا:

''ناظرین کو یہ سن کر خوشی ہوگی کہ مولانا شبلی کی شعرالعجم کو یہ مقبولیت
حاصل ہوئی کہ خود عجم کی نگاہوں میں وہ اس قابل ٹھہری کہ اس کا ترجمہ
فارسی میں کیا جائے۔ ایک ہندی کے لئے یہ کس قدر فخر کا موقع ہے کہ اس
کی تصنیف خود اہل زبان کے نزدیک معیار استناد ٹھہرے۔ آقائی سید محمد
علی صاحب پروفیسر نظام کالج نے اطلاع دی ہے کہ فاضل محترم آقائی فخر
داعی وزارت معارف طہران نے جو اردو بھی جانتے ہیں شعرالعجم کی پہلی

جلد کا ترجمہ تمام کیا ہے۔'' (۷)

سید محمد تقی فخر داعی گیلانی کے ترجمہ کے علاوہ اس حصہ اول کا ایک اور فارسی ترجمہ کابل میں محمد منصور انصاری نے کیا ہے۔ جسے انجمن ادبی کابل افغانستان نے ۱۹۲۵ء مطابق ۱۳۰۴ھ ش میں شائع کیا۔ اس کے صفحات کی تعداد ۲۷۲ ہے۔ ۱۹۲۷ء مطابق ۱۴۰۶ھ ش میں اس کا دوسرا ایڈیشن بھی انجمن ادبی کابل ہی سے شائع ہوا۔

حصہ دوم

'شعر العجم' حصہ دوم میں خواجہ فریدالدین عطار سے حافظ شیرازی اور ابن یمین تک کے نامور شعرائے فارسی کا تذکرہ اور ان کی شاعری پر نقد و تبصرہ لکھا گیا ہے۔ اس کا ترجمہ بھی فخر المحققین سید محمد تقی فخر داعی گیلانی ہی نے کیا۔ جو ۱۳۱۷ھ ش میں کتب خانہ ابن سینا تہران ایران سے شائع ہوا ہے۔ یہ ۲۵۰ صفحوں پر مشتمل ہے۔

حصہ اول کی طرح اس حصہ کو بھی کابل میں محمد منصور انصاری نے فارسی جامہ پہنایا۔ اور کابل کی مشہور 'انجمن ادبی کابل' افغانستان نے ۱۹۲۷ء مطابق ۱۳۰۶ھ ش میں شائع کیا۔ تعجب ہے کہ اس کے صفحات کی تعداد ۴۴۸ ہے۔

نامور اہل قلم اور محقق ڈاکٹر تحسین فراقی نے اپنے مقالہ 'علامہ شبلی کا ایک مداح و مترجم' مطبوعہ مجلّہ بازیافت لاہور نمبر ۲۷ (شبلی نمبر) میں احمد گلچیں معانی کی کتاب 'تاریخ تذکرہ ہائے فارسی' کے حوالہ سے 'شعر العجم' کے حصہ دوم کے ایک اور فارسی ترجمہ کا ذکر کیا ہے۔ جو گل محمد خاں زکریا کے قلم سے ہے۔ (۸)

حصہ سوم

'شعر العجم' حصہ سوم میں علامہ شبلی نے فغانی شیرازی سے ابو طالب کلیم تک کے شعراء کا تذکرہ اور ان کی شاعری پر تقریظ و تنقید لکھی ہے۔ اس کو بھی ان کے ایرانی دوست سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے فارسی زبان میں منتقل کیا ہے۔ جو ۱۳۱۴ھ ش میں کتب خانہ ابن سینا تہران سے شائع

ہوا۔صفحات کی تعداد ۲۸۸ ہے۔کتب خانہ ابن سینا تہران نے ۱۳۱۴ھ ش میں دوسرا ایڈیشن بھی شائع کیا۔اس کے صفحات کی تعداد ۲۵۴ رہے۔

'شعرالعجم' کے حصہ سوم کا ایک فارسی ترجمہ ملک الشعراء افغانستان سرورخاں گویا اعتمادی [۱۲۸۰-۱۳۴۱ء ش] نے بھی کیا ہے۔یہ بھی انجمن ادبی کابل سے ۱۳۱۵ھ میں شائع ہوا ہے۔اور ۱۵۲ رصفحات پر مشتمل ہے۔

ملک الشعراء سرورخاں گویا اعتمادی کو علامہ شبلی نعمانی اوران کی تصنیفات بالخصوص فارسی تصنیفات سے گہری دلچسپی تھی۔جانشین شبلی مولانا سید سلیمان ندوی [۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] سے بھی ان کا ربط وتعلق اور خط وکتابت کا سلسلہ قائم تھا۔ان کے دورنظامت میں ایک بار وہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ تشریف بھی لائے اور دارالمصنّفین کے مہمان ہوئے۔اس موقع پر ان کے لئے شعرا کی ایک بزم سجائی گئی۔حسن اتفاق کہ اس میں علامہ شبلی کے تین تلامذہ مولانا سید سلیمان ندوی،مولانا عبدالسلام ندوی [۱۸۸۳- ۱۹۵۶ء] اور مولانا اقبال احمد خاں سہیل [۱۸۷۰- ۱۹۵۵ء] نے شرکت کی۔اقبال احمد خاں سہیل کے فارسی قصیدہ سے گویا بے حدقدرمتاثر ہوئے اور ان سے مزاقاً کہا کہ جب کبھی افغانستان نے ہندوستان پر حملہ کیا تو میں آپ کو مال غنیمت میں لوٹ کرافغانستان لے جاؤں گا۔(انتخاب کلام سہیل ص۹)

حصہ چہارم

''شعرالعجم'' کے چوتھے حصہ میں تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ ایران کی آب وہوا،فضا، تہذیب وتمدن،معاشرت اور بعض دیگر اسباب نے شاعری پر کیا اثر ڈالا۔اوران سے کیا کیا تغیرات پیدا ہوئے۔اس کے ساتھ ہر دور کی خصوصیات اور شاعری کے انواع واقسام پر مفصل تقریظ اور تنقید ہے۔اس کے فارسی مترجم بھی سید محمد تقی فخر داعی گیلانی ہیں۔۱۳۱۴ھ ش میں کتب خانہ ابن سینا تہران سے حصہ چہارم بھی شائع ہوا ہے۔یہ ۲۳۳ صفحات پر مشتمل ہے۔کتب خانہ ابن سینا نے ۱۳۳۶ھ ش میں اس کا دوسرا ایڈیشن بھی شائع کیا۔جو ۲۵۴ صفحات پر مشتمل ہے۔

'شعرالعجم' کے حصہ چہارم کا ایک اور فارسی ترجمہ پشتو اہل قلم اور 'سیرۃ النبیؐ' کے پشتو مترجم

ملا برہان الدین کشلکی کے قلم سے شائع ہوا ہے۔ اسے مطبع مفید عام لاہور نے ۱۳۰۶ھ میں شائع کیا ہے۔ یہ ۴۶۳ صفحات کا ہے۔ اس ایڈیشن میں کتابت وطباعت کا خاصا اہتمام کیا گیا ہے۔

حصہ پنجم

اس حصہ میں قصیدہ، غزل، اور فارسی زبان کی عشقیہ، صوفیانہ، اخلاقی اور فلسفیانہ شاعری پر نقد وتبصرہ ہے۔ اس کا بھی فارسی ترجمہ سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے کیا۔ اس کے پہلے ایڈیشن کو ۱۳۳۰ش میں کتب خانہ ابن سینا تہران ایران نے شائع کیا۔ صفحات کی تعداد ۲۳۶ ہے۔ اس ترجمہ کی اشاعت پر مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ

> ''مولانا شبلی مرحوم کو اپنی زندگی میں شاید اپنی کتاب شعرالعجم کی اس مقبولیت کا خیال بھی نہ آیا ہوگا کہ ایک طرف وہ پروفیسر براؤن کی تاریخ ادبیات ایران کا آخری ماخذ بنے گی، اور دوسری طرف خود وہ ملک جس کی ادبی تاریخ اس میں لکھی گئی ہے، اس کی اتنی قدر کرے گا کہ اس کو اپنی زبان میں منتقل کرنے کا اہتمام کرے گا۔ شعرالعجم کی پانچویں جلد جو ان کی تحقیقات کا خلاصہ ہے، اور ان کی وفات کے بعد شائع ہوئی ہے فارسی میں ترجمہ ہو کر طہران میں چھاپی گئی ہے۔ آقائی محمد تقی فخر داعی گیلانی نے اس کا ترجمہ کیا ہے۔''(۹)

کابل افغانستان میں محمد منصور انصاری مدیر مکتبہ ملی نے 'شعرالعجم' کے دوسرے حصوں کی طرح حصہ پنجم کا بھی فارسی میں ترجمہ کیا۔ اور 'انجمن ادبی کابل' سے ۱۳۱۴ھ ش میں نہایت اہتمام سے شائع کرایا۔

شعرالعجم کا 'سیریلیک' ایڈیشن

'سیریلیک' ایک رسم الخط کا نام ہے جو علاقہ ماوراءالنہر تاجکستان اور اس کے قرب وجوار میں استعمال کیا جاتا ہے۔ 'شعرالعجم' کے فارسی ترجمہ از سید محمد تقی فخر داعی گیلانی کا ایک ایڈیشن

'سیریلیک' رسم الخط میں تاجکستان سے شائع ہوا ہے۔اس رسم الخط میں 'شعرالعجم' کو کس شخص نے منتقل کیا۔؟اس کا ذکر سرورق پر نہیں کیا گیا ہے۔

'شعرالعجم' کا 'سیریلیک' ایڈیشن دو الگ الگ حصوں میں شائع ہوا ہے۔حصہ اول کے صفحات کی تعداد ۵۴۴/ہے اور دوسرے حصہ میں ۵۷۶/صفحات ہیں۔مطبعہ دانش گاہ دولتی آموزگارے صدر الدین عینی تاجکستان سے شائع ہوا ہے۔اسے مرکز تحقیقات استرتزیک ، تاجکستان سے حاصل کیا جاسکتا ہے۔

علم الکلام

علامہ شبلی نے ریاست حیدرآباد میں سررشتہ علوم وفنون کی نظامت کے زمانہ میں سلسلہ کلامیہ لکھا۔اس کے تحت انہوں نے 'الکلام' کے سوا ایک اور کتاب علم الکلام بھی ہے۔یہ کتاب پہلی بار ۱۹۰۶ء میں شائع ہوئی۔اس کتاب کو 'تاریخ علم کلام جدید' کے نام سے سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے جو ۱۳۲۸ھ ش مطابق ۱۹۵۰ء میں شرکت چاپ رنگین تہران سے شائع ہوا ہے۔یہ ترجمہ ۱۷۸/صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا دوسرا ایڈیشن شرکت چاپ رنگین تہران ہی سے ۱۳۳۰ھ ش/۱۹۵۲ء میں شائع ہوا ہے۔اس کا طبع دوم ۲۳۶/صفحات پر مشتمل ہے۔مترجم نے اس میں مصنف کے حالات کا اضافہ کیا ہے۔اس کا ایک ایڈیشن ایران کے مشہور پبلشر 'اساطیر' نے بھی ۱۳۸۶ھ ش میں شائع کیا ہے۔یہ بھی ۳۳۶/صفحات پر مشتمل ہے۔'اساطیر' سے شائع ہونے والا یہ علامہ شبلی نعمانی کی کتاب کا پہلا ترجمہ ہے۔

کتب خانہ اسکندریہ

متعصب عیسائی مورخین نے خلیفہ دوم حضرت عمرؓ بن خطاب کی ذات گرامی کو مطعون کر رکھا تھا کہ انہوں فتح اسکندریہ کے موقع پر وہاں کے مشہور اور قدیم کتب خانہ اسکندریہ کو جلا کر خاک کر دیا تھا۔اس کے جواب میں علامہ شبلی نے یہ محققانہ مقالہ لکھا۔اس لحاظ سے 'کتب خانہ اسکندریہ' علامہ شبلی کا بڑا اہم تاریخی اور محققانہ مقالہ ہے۔علامہ کے اس مقالہ کا شہرہ فصیل شہر سے آگے

برطانیہ تک پہنچا۔ یہی سبب ہے کہ اس کا کئی زبانوں میں ترجمہ ہوا۔ جس کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔ سید محمد تقی فخر داعی گیلانی نے اسے بھی فارسی زبان میں منتقل کیا۔ ۴۷رصفحات پر مشتمل اس رسالہ کو ۱۳۱۵ھ ش/۱۹۳۶ء میں کتب خانہ ابن سینا تہران نے شائع کیا۔ اس کے مفصل مقدمہ میں فخر داعی گیلانی نے لکھا ہے کہ

> ''شبلی: ہندوستان کی قرن حاضر کے نامور ادیب ہیں جو عصری علوم اجتماعی پر جامع تحریروں کے باعث تمام متمدن دنیا میں معروف ہیں۔ خاص طور پر مصر اور بیروت کی مطبوعات میں ان کا بڑی شان سے ذکر ملتا ہے۔ تاریخی، مذہبی اور ادبی مباحث پر مشتمل ان کی تصانیف سے استناد کیا جاتا ہے۔ حتیٰ کہ پروفیسر ایڈورڈ براؤن انگلستانی نے بھی متعدد مقامات پر ان کے کلمات سے استشہاد کیا ہے۔
>
> شبلی نے چند رسالے مختلف موضوعات پر بھی تصنیف کئے جو رسائل شبلی کے نام سے موسوم ہیں۔ انہی میں ایک رسالہ ''کتب خانہ اسکندریہ'' ہے، جس میں اسکندریہ کے قدیم کتب خانے کے جلائے جانے کا ذکر ہے اور جس کا ذمہ دار یورپی اقوام میں اب تک مسلمانوں کو ٹھہرایا جاتا ہے۔ شبلی اس موضوع کو زیر بحث لائے ہیں اور عصر حاضر کے تحقیقی اصولوں کو بروئے کار لاکر عقلی ونقلی شواہد کی روشنی میں اور خود یورپی لکھنے والوں کے اقوال کی مدد سے ثابت کرتے ہیں کہ یہ عمل خود نصاریٰ کے مذہبی وسیاسی پیشواؤں کا کیا دھرا ہے۔......... میں نے چند سال قبل بڑی دقت نظر سے اسے اردو سے فارسی میں ڈھالا .... اور اس کی تصحیح و تکمیل میں لگا رہا''(۱۰)

ڈاکٹر تحسین فراقی نے اپنے مضمون میں علامہ شبلی کے مقالہ 'کتب خانہ اسکندریہ' کی اصل عبارت نقل کر کے فخر داعی گیلانی کے ترجمہ سے موازنہ کیا ہے۔ افادیت کے پیش اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔

''اس واقعہ کے بے اصل ہونے کی	''یک دلیل عمدہ وقوی در بے اصل
ایک نہایت قوی دلیل یہ ہے کہ جس	بودن ایں واقعہ آن است کتاب خانہ
کتب خانے کا جلایا جانا بیان کیا جاتا	ای کہ سوز اندن آنرا ذکر می کنند پیش از
ہے، وہ اسلام کے دور سے پہلے ہی	ظہور اسلام ایں کتاب خانہ بر باد رفتہ
برباد ہو چکا تھا۔ اس کی حقیقت یہ ہے	بود وحقیقت آنست کہ کتاب خانہ
کہ کتب خانہ شاہان مصر نے جو نے جو	مذکورہ راسلاطین بت پرست مصر کہ
بت پرست اور بہت سے خداؤں کے	خدایان عدیدہ را پرستش می کردند تاسیس
ماننے والے تھے، قائم کیا تھا۔ جب	کردہ بودند زمانیکہ دیانت مسیح در مصر
مصر میں عیسائیت کا دورہ ہوا تو عیسائی	انتشار پیدا نمود، سلاطین عیسوی براثر
بادشاہوں نے تعصب مذہبی کی وجہ سے	تعصب مذہبی شروع بہ انہدام ایں کتابہا
ان کتابوں کی بربادی شروع کی اور ان	نمودہ مخصوصاً کشیشان بیشتر دامن بہ
کے اس ارادہ کو پادریوں اپنے اور بھی	آتش زدہ در اجرائے ایں منظور سہم
اشتعال دیا۔(۱۱)	وافری گرفتند۔(۱۲)

ڈاکٹر تحسین فراقی نے اسے کامیاب اور رواں لفظی ترجمہ بتایا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ چند مستثنیات کو چھوڑ کر مجموعی حیثیت سے یہ بڑا کامیاب ترجمہ ہے۔(۱۳)

'کتاب خانہ اسکندریہ' کے ایک ایڈیشن مطبع ارمغان تہران سے ۱۳۱۵ھ ش میں طبع ہونے کا بھی ذکر ملتا ہے۔

مقالات شبلی

یہ علامہ شبلی کے چند اہم مقالات 'فلسفہ اسلام' اور 'تمدن اسلام' وغیرہ کا فارسی ترجمہ ہے۔ مترجم وہی مداح شبلی یعنی سید محمد تقی فخر داعی گیلانی ہیں۔ مکتبہ علم تہران ایران نے ۱۳۶۱ھ ش میں شائع کیا۔ ضخامت ۲۰۶ ر صفحات ہے۔

اس طرح فارسی میں علامہ شبلی کی دس سے زاید کتابوں کا ترجمہ ہوا ہے۔ بعض کتابوں کے

کئی ترجمے شائع ہوئے ہیں۔اس سے عجم میں ادبیات شبلی کی مقبولیت کی نہ صرف ایک جھلک سامنے آجاتی ہے بلکہ اس خطہ کے ارباب کمال کی علامہ سے گہری عقیدت کے مظاہر بھی سامنے آتے ہیں۔

حواشی

(۱) مقالات یوم شبلی۔مرتبہ حافظ نذر احمد مسلم اکیڈمی لاہور ۱۹۸۶ء ص ۱۱

(۲) مولانا عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی۔مختصر حیات حمید۔دائرہ حمیدیہ سرائے میر ص ۶

(۳) بازیافت ۲۷[شبلی نمبر] ڈاکٹر محمد کامران،اورینٹل کالج لاہور جولائی۔دسمبر ۲۰۱۵ء،ص ۱۰

(۴) ایضاً ص ۱۶

(۵) بازیافت ۲۷(شبلی نمبر) ڈاکٹر محمد کامران،اورینٹل کالج لاہور، جولائی۔دسمبر ۲۰۱۵ء ص ۱۵

(۶) ایضاً،ص ۱۶

(۷) شذرات سلیمانی حصہ دوم ص ۳۶۲

(۸) بازیافت ۲۷(شبلی نمبر) ڈاکٹر محمد کامران،اورینٹل کالج لاہور، جولائی۔دسمبر ۲۰۱۵ء ص ۱۸

(۹) شذرات سلیمانی حصہ سوم ص ۲۴۷

(۱۰) بازیافت ۲۷(شبلی نمبر) ڈاکٹر محمد کامران،اورینٹل کالج لاہور جولائی۔دسمبر ۲۰۱۵ء،ص ۱۱

(۱۱) مقالات شبلی ج ۶ ص ۱۳۶

(۱۲) کتاب خانہ اسکندرہ ص ۴۸،مطبع ارمغان ۱۳۱۵ھ ش

(۱۳) بازیافت لاہور ص ۱۱

[۱۱]

فرنچ ترجمہ

فرانس اوراس کے قرب وجوار میں بولی جانے والی زبان کوفرانسیسی کے علاوہ فرنچ بھی کہا جاتا ہے۔اسے ایک علمی زبان ہونے کا فخر بھی حاصل ہے۔ایک اندازے کے مطابق ۲۴رکروڑ ۴رلاکھ افرادفرانسیسی میں گفتگوکرتے ہیں۔فرنچ میں علامہ شبلی کے افکار پر یقیناً کام ہوا ہوگا،مگر ہماری وہاں تک رسائی نہیں ہوسکی۔بس عالمگیر کے متعلق ایک ادھوری اور ناقص معلومات ہاتھ آئی اور وہی ہم ناظرین کی خدمت میں لے کرآ گئے ہیں۔

اورنگزیب عالم گیر پرایک نظر

علامہ شبلی کی کتاب 'اورنگزیب عالم گیر پرایک نظر' سے اہل علم خاص طور پر مورخین پوری طرح واقف ہیں۔ورلڈ کیٹ ایک ویب سائٹ سے معلوم ہوا کہ اس کا فرنچ زبان میں ترجمہ شائع ہوا ہے۔مگر باوجود تلاش بسیار کے یہ ترجمہ راقم کوابتک دستیاب نہیں ہوسکا۔یہی وجہ ہے کہ یہاں بس اس کا نام دیا جارہا ہے۔امید ہے فرنچ اہل علم اسے مہیا کرائیں گے۔

راقم کوفرنچ ترجمہ کے بارہ میں شبہ ہے۔اس لئے کہ فرنچ ترجمہ کے ناشر کا جو پتہ درج ہے،وہ لاہور کا ہے اور جواردو کتابوں کی اشاعت کا مرکز ہے۔

---

[۱۲]

کشمیری ترجمہ

کشمیری ہندو پاک کی ایک اہم زبان ہے، مگر اس کا حلقہ بہت محدود ہے۔۲۰۱۱ء کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی 6.8 ملین ہے۔'کشمیری' رسم الخط نستعلیق اور دیوناگری ہے۔

علامہ شبلی کو کشمیر سے بڑی دلچسپی تھی ۔وہ برابر وہاں کا سفر کیا کرتے تھے۔الفاروق کا کشمیری زبان میں ترجمہ کر کے مولانا قاری سیف الرحمٰن نے شاید اسی تعلق کا حق ادا کیا ہے۔

الفاروق

جنت ارضی کشمیر سے علامہ شبلی نعمانی کو جو دلی لگاؤ تھا اس سے اہل علم بخوبی واقف ہیں۔ اور جو لوگ واقف نہ ہوں وہ 'حیات شبلی' میں ان کے اسفار کشمیر کی روداد اور 'کلیات شبلی فارسی' میں ان کا 'قصیدہ کشمیریہ' ملاحظہ کر سکتے ہیں۔'الفاروق' کا خاتمہ کشمیر ہی میں ڈل جھیل کے کنارے ایک مکان میں لکھا گیا تھا۔

علامہ شبلی کی کشمیر سے اس محبت کا حق ممتاز کشمیری اہل قلم اور ماہر اقبالیات جناب مولانا قاری سیف الرحمٰن صاحب نے 'الفاروق' کو کشمیری زبان میں ترجمہ کر کے ادا کیا۔ جسے جموں اینڈ کشمیر کلچرل اکیڈمی سری نگر کشمیر نے شائع کیا ہے، بلکہ کلچرل اکیڈمی اسے مسلسل شائع کر کے اہل ذوق کی قدردانی اور پرستاران شبلی کی قدرافزائی کر رہی ہے۔مترجم کا تذکرہ دوسرے باب میں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

---

[۱۳]

کنڑ ترجمہ

کنڑ زبان دراوڑی اور ہندوستان کی علاقائی زبان ہے۔ ریاست کرناٹک میں اسے سرکاری زبان کا درجہ حاصل ہے۔ ۴۰؍ملین افراد کنڑ زبان بولتے ہیں۔ اس میں علامہ شبلی کی محض ایک کتاب ''الفاروق'' کا ترجمہ ہوا ہے۔

الفاروق

علامہ شبلی نعمانیؒ کی شہرۂ آفاق کتاب 'الفاروق' کا ایک ترجمہ کنڑ (Kannada) زبان میں بھی 'عمر فاروق' کے نام سے شائع ہوا ہے۔ اس کے مترجم کے، سی، کوموکٹی، مولوی ہیں۔ یہ کنڑ زبان کے استاذ، ممتاز اہل قلم اور نامور مصنف و مترجم تھے۔ اس کنڑ ترجمہ کو کے، آر، برادرس کوزی کوڈ کیرالا نے ۱۹۶۱ء میں شائع کیا ہے۔ ۸۲۴؍صفحات پر مشتمل ہے۔ راقم نے اسے دیکھا ہے۔ کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں اس کا مطبوعہ نسخہ موجود ہے۔ اس پر ہاتھ سے کسی نے لکھا ہے کہ یہ 'الفاروق' کا کنڑ ترجمہ ہے۔ ورنہ کنڑ سے ناواقفیت کے سبب ہمیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ 'الفاروق' کا غلغلہ کرناٹک میں بھی بلند ہو چکا ہے۔

---

[۱۴]

گجراتی تراجم

گجراتی زبان ظاہر ہے گجرات کی زبان ہے۔یہی نہیں گجرات کی یہ سرکاری زبان ہے۔ اس کا شمار ہندآریائی زبانوں میں ہوتاہے۔اس کا رسم الخط بھی گجراتی ہے۔ایک رپورٹ کے مطابق ۶ رکروڑ ۶۰ رلاکھ افراد بولتے ہیں۔گجرات کے علاوہ دمن ودیواوردادرانگرحویلی میں بھی بولی اور سمجھی جاتی ہے۔علامہ شبلی نعمانی کی زندگی میں ان کی دو کتابوں کا گجراتی زبان میں ترجمہ ہوا تھا۔ایک غیرت مند شخص عبدالجبار امین نے الفاروق کا بھی گجراتی میں ترجمہ کیا۔

الجزیہ

'الجزیہ' کا گجراتی زبان میں ترجمہ عہد شبلی میں کسی شخص نے کیا تھااور ایک نسخہ ان کے پاس بھیجا تھا۔علامہ شبلی کے ایک خط میں جوانہوں نے عطیہ بیگم فیضی [۱۸۷۷-۱۹۶۷ء] کے نام لکھا ہے،اس کا ذکر موجود ہے۔(۱)البتہ مترجم اور ناشر دونوں کا نام معلوم نہیں ہوسکا۔

الفاروق

علامہ شبلی کی مشہور زمانہ کتاب 'الفاروق' کا گجراتی زبان میں بھی ترجمہ شائع ہوا ہے۔اسے بھڑوچ گجرات کے مشہور تعلیمی ادارے دارالعلوم کنتھاریہ کے شعبہ نشرواشاعت نے ۱۹۹۳ء میں ایک ہزار کی تعداد میں شائع کیا تھا۔سنہ ۲۰۱۲ء میں اس کا دوسرا دیدہ زیب ایڈیشن بھی اسی ادارہ سے شائع ہوا ہے۔اس کے مترجم عبدالجبار امین مرحوم ہیں۔جو راندیر گجرات کے رہنے والے تھے۔ دیباچہ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ گجراتی ترجمہ اتوار ۲ رستمبر ۱۹۳۱ء کو پایہ تکمیل کو پہنچا۔یہ بات ایک گجراتی

زبان کے عالم نے بتائی۔اس ترجمہ کے دونوں حصوں کے کل صفحات کی تعداد ۴۲۷ رہے۔

'الفاروق' کا یہ گجراتی ترجمہ بھی بہت مقبول ہے۔جیسا کہ مولانا حسن عبداللہ بھدکودروی نے راقم کو بتایا کہ پہلے ایڈیشن کے بعد اس کا دوسرا ایڈیشن بھی ایک ہزار کی تعداد میں شائع ہوا ہے۔اس کے بعد کی اشاعتوں کا علم نہیں ہوسکا ہے۔

یہ گجراتی ترجمہ راقم الحروف کی نظر سے گذرا ہے۔ہم مولانا حسن عبداللہ بھدکودروی صاحب دارالعلوم کنتھاریہ بھڑوچ گجرات کے ممنون احسان ہیں کہ انہوں نے یہ ترجمہ ہمارے پاس بطور تحفہ بھیجا ہے۔

اورنگزیب عالم گیر پر ایک نظر

'اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر' کا گجراتی ترجمہ عہد شبلی ہی میں شائع ہوگیا تھا۔علامہ شبلی نے عطیہ فیضی [۱۸۷۷-۱۹۶۷ء] کے نام ایک خط میں اس کا ذکر کیا ہے۔(۲)

حواشی

(۱) خطوط شبلی ص ۹۷

(۲) ایضاً

[۱۵]

گوجری تراجم

گوجری زبان ہندوستان، پاکستان اورافغانستان میں زیادہ بولی جاتی ہے۔ ہندوستان میں جموں کشمیر، ہماچل پردیش، ہریانہ، اتراکھنڈ، راجستھان، گجرات اور دہلی وغیرہ میں اس کے بولنے والے آباد ہیں۔ بعض یورپین ممالک اٹلی، فرانس، برطانیہ اور چین میں بھی اس کے بولنے والے آباد ہیں۔ اس زبان کے بولنے والوں کی مجموعی تعداد ایک ملین سے زیادہ ہے۔ گوجری میں علامہ شبلی کی دو کتابوں الفاروق اور سیرۃ النعمان کے ترجمے ہوئے۔

الفاروق

'الفاروق' کا گوجری زبان میں بھی ترجمہ شائع ہوا ہے۔ یہ ترجمہ آل انڈیا ریڈیو جموں کے چودھری حسن پرواز [پ: ۷/جون ۱۹۶۱ء] نے کیا ہے۔ اسے جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگو یجز سری نگر کشمیر نے ۲۰۰۵ء میں شائع کیا۔ ۲۰۱۵ء میں اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہوا۔ مولانا غلام ربانی نے ہمارے ملاحظہ کے لئے اس کے ابتدائی صفحات بھیجے ہیں۔

سیرۃ النعمان

'سیرۃ النعمان' کا بھی علاقائی زبان گوجری میں ترجمہ ہوا ہے۔ اس کے مترجم عبدالغنی عارف صاحب ہیں۔ اسے جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگو یجز سری نگر کشمیر نے شائع کیا ہے۔ اس کی مزید تفصیلات اب تک نہیں مل سکی ہیں۔

---

[۱۶]

مراٹھی تراجم

ہندآریائی زبانوں میں مراٹھی زبان بھی شامل ہے۔ یہ ہندوستان میں بولی جانے والی زبانوں میں ایک اہم زبان ہے۔۱۳۰۰رسال قدیم یہ زبان سنسکرت سے مشتق ہے۔اسے ریاست مہاراشٹراور گوا کی سرکاری زبان ہونے کا بھی فخر حاصل ہے۔تقریباًایک کروڑ افراد اسے بولتے ہیں۔ یہ ہندوستان کی چوتھی اور دنیا کی پندرہویں زیادہ بولی جانے والی زبان ہے۔علامہ شبلی کی تین کتابوں کومراٹھی زبان میں منتقل کیا گیا ہے۔

الجزیہ

'الجزیہ' کے متعدد زبانوں کے تراجم کا ذکر گذشتہ صفحات میں آچکا ہے۔دھولیا(خاندیش) کے مولوی شمس الدین نامی نے اس کا مراٹھی زبان میں ترجمہ کیااور ایک مراٹھی رسالہ 'مراٹھی شکشک' میں شائع کرایا۔(۱)اس کی تفصیل دستیاب نہ ہوسکی۔اس کا ذکر مولانا سیدسلیمان ندوی نے شذرات معارف میں کیا ہے۔(۲)

یہ ترجمہ شائع ہواتوایک مرہٹہ اہل قلم مسٹر بیڑیکر نے ایک مضمون لکھ کرسخت تنقید کی۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ ''جزیہ مسلمانوں کا قابل نفرت عمل ہے۔'' اس کے مقابلہ میں چھترپتی شیواجی مہاراج نے ممالک مفتوحہ پر جوچوتھ لگائی تھی وہ قابل اعتراض نہیں۔اس کے جواب میں مولانا سیدسلیمان ندوی نے لکھا کہ

> ''اگر بیڑیکرصاحب ممالک مفتوحہ کے بجائے ممالک مغونہ کالفظ استعمال کریں تو ہم کوان کے نظریہ کےتسلیم کرنے میں کوئی عذر نہ ہوگا۔کیونکہ جو

اپنے پیشہ کے لحاظ سے کل کا حق دار ہو چکا ہو، اگر وہ چوتھا حصہ لے کر تین
بٹا چار حصہ انسانوں کو بخش دیں وہ یقیناً قابل نفرت نہیں۔‘‘ (۳)

الفاروق

’الفاروق‘ کے دونوں حصوں کا مراٹھی ترجمہ شیواجی یونیورسٹی کولہاپور کے مراٹھی پروفیسر ڈاکٹر میر اسحاق شیخ [پ: ۲۵/جون ۱۹۴۳ء] نے کیا ہے، مگر یہ ترجمہ ابھی شائع نہیں ہوا ہے۔ البتہ بہت جلد شائع ہونے کی امید ہے۔ جیسا کہ خود مترجم نے بتایا ہے۔

سیرۃ النبیؐ

’سیرۃ النبیؐ‘ علامہ شبلی نعمانی کی سب سے زیادہ مہتم بالشان اور شہرۂ آفاق تصنیف ہے۔ اسے وہ اپنی زندگی کا حاصل اور وسیلۂ نجات خیال کرتے تھے۔ (۴) اس میں شبہ نہیں کہ ’سیرۃ النبیؐ‘ کتب سیرت کے پورے ذخیرہ میں ایک بہت ممتاز تصنیف ہے۔ اس نوعیت کی جامع سیرت کسی زبان میں حتیٰ کہ عربی زبان میں بھی نہیں لکھی گئی۔ (۵) اس کی تصنیف پر ایک صدی سے زائد کا عرصہ گذر چکا ہے، تاہم ابھی تک اس کی شہرت و مقبولیت اور عظمت میں کوئی فرق نہیں آیا ہے۔ ہندوپاک سے اس کے بے شمار ایڈیشن نکل چکے ہیں۔ دارالمصنّفین نے اب اس کا محقق ایڈیشن بھی شائع کر دیا ہے۔ یہی نہیں سیرۃ النبیؐ کے مختلف زبانوں مثلاً عربی، انگریزی، ترکی اور پشتو وغیرہ میں اس کے تراجم بھی چھپ چکے ہیں۔

سیرۃ النبیؐ جلد اول کا مراٹھی زبان میں ترجمہ جناب میر منشی محمد اسماعیل بھالدار نے کیا۔ میر منشی محمد اسماعیل بھالدار مراٹھی زبان کے ممتاز اہل قلم اور ادیب تھے۔ اس کی طباعت کے تمام اخراجات نظام حیدرآباد نے مرحمت فرمائے تھے۔ (۶) یہ مئی ۱۹۴۲ء کی بات ہے، مگر کسی ذرائع سے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ یہ ترجمہ شائع ہوا بھی یا نہیں۔ اب یہ بات مراٹھی زبان جاننے والا ہی کوئی شخص بتا سکتا ہے۔

حواشی

(۱) شذرات سلیمانی حصہ اول ص ۳۰۱

(۲) ایضاً

(۳) ایضاً حصہ اول ص ۳۰۲

(۴) مکاتیب شبلی جلد اول ص ۱۰۱۔ مرتبہ مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ ۱۹۲۸ء

(۵) ماہنامہ معارف اعظم گڑھ، سلیمان نمبر ص ۱۷۸۔ مدیر مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی

(۶) شذرات سلیمانی حصہ سوم ص ۲۹۶-۲۹۷

[۱۷]

ملیالم ترجمہ

ملیالم ہمارے ملک ہندوستان کی ایک اہم زبان ہے۔اسے کلاسیکی زبان کا درجہ حاصل ہے۔ریاست کیرالا میں بولی جاتی ہے۔اور وہاں کی سرکاری زبان بھی یہی ہے۔کیرالا کے علاوہ لکش دیپ اور پونڈ چیری کے شہر مالے میں بھی بولی جاتی ہے۔پونڈ چیری کی بھی یہ سرکاری زبان ہے۔اس کے بولنے والوں کی تعداد ۳۳ ملین ہے۔اس کا اپنا ملیالم رسم الخط ہے۔یہ دراوڑی زبانوں کے خاندان سے ہے۔علامہ شبلی کی مایہ ناز تصنیف 'الفاروق' کو ملیالم زبان میں بھی منتقل کیا گیا ہے۔ممکن ہے اور کتابوں کے بھی ترجمے ہوئے ہوں مگر ناچیز کی ان کی تلاش میں ناکام رہا۔

الفاروق

'الفاروق' جیسی منفرد اور مایہ ناز تصنیف پر کوئی بھی مصنف بجا طور پر ناز کر سکتا ہے۔علامہ شبلی کو بھی اس پر بجا ناز تھا۔گذشتہ اوراق میں 'الفاروق' کے متعدد تراجم کا ذکر آ چکا ہے۔یہ سن کر تعجب ہوگا کہ 'الفاروق' کا مالاباری (ملیالم) زبان میں بھی ترجمہ شائع ہوا ہے۔ملیالم عالم وادیب مولوی عبدالقادر وکم [۱۸۷۳-۱۹۳۲ء] جن کے مولانا سید سلیمان ندوی سے گہرے روابط تھے اور جو اردو کی کئی کتابوں کے ملیالم زبان میں مترجم ہیں۔مولوی عبدالسلام وکم [۱۹۰۵-۱۹۶۷ء] ان کے صاحبزادے تھے۔انہوں نے اپنے والد مولوی عبدالقادر وکم کی سرپرستی میں 'الفاروق' کو ملیالم جامہ پہنایا۔جسے اسلامیہ پبلشنگ ہاؤس وکم، ٹراونکور نے وی۔وی پریس ترویندرم سے طبع کرا کے ۱۹۳۰ء میں شائع کیا۔

'الفاروق' کا یہ ترجمہ ۳۴۵ صفحات پر مشتمل ہے۔اس کا مطبوعہ نسخہ راقم کی نظر سے گذرا ہے۔اور جو کتب خانہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے میں محفوظ ہے۔

[۱۸]

ہندی تراجم

ہندی ہماری قومی زبان ہے۔ جواگرچہ پورے ملک کی زبان نہیں ہے اورالگ الگ ریاستوں میں الگ زبانیں بولی جاتی ہیں، تاہم گذشتہ ستر سالوں میں اس کا حلقہ کافی وسیع ہوا ہے۔ البتہ اسے علمی زبان بننے میں وقت لگا۔ مسلمانوں کے علوم وفنون کو اب ہندی میں ترجمہ کرنے کا رواج ہوا ہے۔ ضرورت ہے کہ زیادہ سے زیادہ ہندی زبان میں تراجم شائع کئے جائیں۔ علامہ شبلی کی ایک خواہش یہ بھی تھی کہ ہمارے بچے انگریزی، ہندی اور سنسکرت سے واقفیت حاصل کریں۔ تاکہ مخالفین اسلام کے تسلی بخش جوابات دے سکیں۔

تعجب ہوتا ہے کہ انگریزی، عربی، فارسی حتیٰ کہ ملیالم اور پشتو تک میں علامہ شبلی کی کتابیں ترجمہ ہوئیں مگر ہندی زبان اس سے محروم رہی۔ اب ایک صدی بعد گذشتہ سال 'الفاروق' کے دو ترجمے شائع ہوئے۔

الفاروق

ادارہ علوم اسلامیہ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ کے دوروزہ 'الفاروق' نیشنل سمینار میں ناچیز نے شرکت کی تھی اور 'الفاروق کے تراجم' کے عنوان سے مقالہ بھی پیش کیا تھا۔ اس مقالہ میں یہ تجویز بھی راقم کی طرف پیش کی گئی تھی کہ اسے اپنے ملک کی قومی زبان ہندی میں بھی ترجمہ کیا جانا چاہئے۔ مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ [۱۹۳۷-۲۰۰۸ء] سابق ناظم دارالمصنّفین شبلی اعظم گڑھ اس سمینار میں موجود تھے۔ انہوں نے اس تجویز پر اعتراض جتایا کہ اس سے اصل اردو ایڈیشن کی اہمیت کم ہو جائے گی۔ مگر سمینار کے کنویز پروفیسر یاسین مظہر صدیقیؒ [۱۹۴۴-۲۰۲۰ء] نے یہ کہہ

کر کہ اب خود مسلمانوں کو ہماری کتابوں کی ہندی میں ضرورت ہے بات ختم کر دی تھی۔ موجودہ ڈائرکٹر دارالمصنّفین ڈاکٹر اشتیاق احمد ظلی نے ۱۴؍سال بعد ۲۰۱۶ء میں 'الفاروق' کا ہندی ترجمہ شائع کر دیا ہے۔ اس کے مترجم عبداللہ دانش صاحب ہیں۔ یہ ۴۵۴؍صفحات پر مشتمل ہے۔

گذشتہ سال 'الفاروق' کا ایک اور ہندی ترجمہ ہمارے کرم فرما اور اعظم گڑھ کے ممتاز وکیل جناب فیض احمد ایڈوکیٹ صاحب کے قلم سے سامنے آیا ہے۔ اس کے ناشر بھی وہ خود ہی ہیں۔ ۷۲۰؍صفحات پر مشتمل یہ ترجمہ ۲۰۱۹ء میں شائع ہوا ہے۔ یہ 'الفاروق' کا دسواں ترجمہ ہے۔ علامہ شبلی کی تصنیفات میں الفاروق کا سب سے زیادہ ترجمہ ہوا ہے اور غالباً وہ سب سے زیادہ شائع بھی ہوئی ہے۔ اس سے الفاروق کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے۔

اورنگزیب عالم گیر ایک نظر

الفاروق کے مترجم عبداللہ دانش نے علامہ شبلی نعمانی کی ایک اور مشہور کتاب 'اورنگزیب عالم گیر پر ایک نظر' کا بھی ہندی میں ترجمہ کیا ہے، مگر ابھی وہ شائع نہیں ہوا ہے۔ عنقریب اسے بھی دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ نہایت اہتمام سے شائع کرے گا۔

عالم گیر کی تاریخ پر یہ بڑی اہم کتاب ہے۔ عرصہ سے اس کے ہندی ترجمہ کی ضرورت محسوس کی جا رہی تھی۔ عبداللہ دانش صاحب اس کاوش کے لئے لائق تحسین اور مبارک باد ہیں۔ دارالمصنّفین کے فعال ڈائرکٹر بھی قابل مبارک باد ہیں کہ انہوں نے وقت کی ایک اہم ضرورت کی تکمیل کا سامان کیا۔

باب دوم

تصانیف شبلی کے مترجمین

تصانیف شبلی کے مترجمین

(۱)

مولانا ڈاکٹر آفتاب عالم اعظمی ندوی

مولانا ڈاکٹر آفتاب عالم اعظمی ندوی [پ: ۱۵/اگست ۱۹۶۱ء] ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں اساڑھا میں ۱۵/اگست ۱۹۶۱ء کو پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم مولانا آزاد تعلیمی مرکز اسرہٹہ ضلع جون پور سے حاصل کی۔بعدازاں اعلی تعلیم کے لئے ۱۹۷۸ء میں دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنو گئے اور ۱۹۸۳ء میں تکمیل کی۔اسلامی علوم کے بعد عصری تعلیم کی طرف متوجہ ہوئے۔اور ۱۹۸۷ء میں لکھنو یونیورسٹی سے بی اے، ۱۹۹۰ء میں ایم اے، اور ۲۰۰۲ء میں لکھنو یونیورسٹی ہی سے پی ایچ ڈی کی اسناد لیں۔ان کے مقالے کا موضوع "**دراسة اقسام القرآن فی ضوء الامعان فی اقسام القرآن**" تھا۔

وہ بچپن سے ایک ہونہار، ذہین اور محنتی طالب علم رہے۔زمانہ طالب علمی ہی میں ان میں تحریر وتقریر کا پختہ ذوق پیدا ہو گیا تھا۔وہ ندوہ میں طلبہ کی تنظیم انجمن الاصلاح کے جلسوں میں حصہ لیتے۔ندوہ کے رسائل 'الرائد'، 'البعث الاسلامی' اور 'تعمیر حیات' وغیرہ میں مضامین بھی لکھا کرتے تھے۔مجلّہ 'ثقافۃ الہند' میں بھی ان کے بعض مقالات اور تراجم شائع ہوئے۔اور بقول مولانا وزیر احمد اعظمی ندوی یہ سلسلہ اب تک قائم ہے۔ (یاران مہر و وفا، ص ۶۳)

تحصیل علم کے بعد وہ مادر علمی ندوۃ العلما میں استاذ مقرر ہوئے اور ۱۹۸۵ء سے ۱۹۹۲ء تک تدریسی خدمات انجام دیں۔۱۹۹۳ء میں وہ سرکاری ملازمت میں قطر چلے گئے اور اب تک وہیں خدمات انجام دے رہے ہیں۔انہوں نے علامہ شبلی کی انتہائی مشہور کتاب 'الفاروق' کا عربی

میں ترجمہ کر کے ایک اہم علمی خدمت انجام دی ہے۔اس طرح فکرشبلی کے فروغ واشاعت میں وہ بھی شامل ہو گئے ہیں۔

---

(۲)

ابوالحسین عبدالمجید مرادزہی خاشی

مولانا ابوالحسین عبدالمجید مرادزہی خاشی[پ:۱۳۸۳ھ] ایران کے ایک ممتاز عالم و مصنف اور مترجم ہیں۔ان کے قلم سے متعدد اردو کتابوں کے فارسی ترجمے شائع ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کئی کتابیں ایڈٹ بھی کی ہیں۔ان میں ایک کتاب مولانا عبدالرحمٰن ابن احمد جامیؒ کی 'شرح ماۃ عامل' بھی ہے، جو انتشارات فاروق اعظم زاہدان سے ۱۳۹۸ش میں شائع ہوئی ہے۔ اسی طرح شیخ عبدالحق محدث دہلویؒ[۱۵۵۱-۱۶۴۲ء] کا ترجمہ''اشعة اللمعات'' بھی انہوں نے مرتب کر کے شائع کیا ہے۔

مولانا عبدالمجید مرادزہی خاشی مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ[۱۸۷۵-۱۹۵۲ء] کی مشہور زمانہ کتاب 'تعلیم الاسلام' کو بھی فارسی جامہ پہنا چکے ہیں۔جو ۱۳۸۹ش میں انتشارات فاروق اعظم زاہدان ایران سے چھپ کر شائع ہوئی ہے۔شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ[۱۸۹۸-۱۹۸۲ء] کی 'حکایت الصحابہ' اور 'فضائل اعمال' کو بھی انہوں نے فارسی میں منتقل کیا ہے۔'حکایت الصحابہ' ۱۳۹۶ش میں اور 'فضائل اعمال' ۱۳۸۷ش میں شرکت کتاب شاہ محمد کابل افغانستان سے شائع ہوئی ہیں۔'فضائل اعمال' کا ایک ایڈیشن انتشارات فاروق اعظم زاہدان ایران سے بھی ۱۳۸۰ھ میں چھپا ہے۔مولانا محمد منظور نعمانیؒ[۱۹۰۵-۱۹۹۷ء] کی معروف کتاب 'معارف الحدیث' کی تمام جلدوں کا بھی انہوں نے فارسی میں ترجمہ کیا ہے۔

جیسا کہ اوپر گذرا علامہ شبلی نعمانی کی 'سیرۃ النبیؐ' جلد اول ودوم کا فارسی ترجمہ مولانا ابوالحسین عبدالمجید مرادزہی خاشی نے 'فروغ جاوداں' کے نام سے کیا ہے۔جو زاہدان ایران سے شائع ہوا ہے اور ہماری نظر سے گذرا ہے۔ضرورت ہے کہ سیرۃ النبیؐ کی دوسری جلدوں کا بھی وہ ترجمہ کردیں تاکہ ایران کے مشتاقان سیرت بھی اپنی تشنگی بجھا سکیں۔

مولانا ابوالحسین عبدالمجید مرادزہی خاشی ایران کے ایک شہر جم جن خاش میں پیدا ہوئے۔ دارالعلوم زاہدان ایران میں اپنے بھائی شیخ القرآن و الحدیث مولانا عبدالرحیمؒ سے تحصیل علم کیا۔ان کے دوسرے استاذ شیخ الکبیر مولانا عبدالعزیز ملازادہ ہیں۔اب وہ اپنی مادر علمی دارالعلوم زاہدان میں درس وتدریس کا فریضہ انجام دے رہے ہیں۔

---

(۳)

مولانا ابوظفر محمد صالح

مولانا ابوظفر محمد صالح ڈھاکہ کے مشہور مدرسہ عالیہ کے سند یافتہ عالم وفاضل تھے۔ انہوں نے مدرسہ مدرسہ عالیہ ڈھاکہ سے 'کامل' کی سند حاصل کی۔علاوہ ازیں کنگ سعود الاسلامیہ یونیورسٹی سعودی عربیہ سے ایم اے بھی کیا تھا۔ان کے مزید سوانحی حالات معلوم نہ ہو سکے۔

---

(۴)

اکبر علی خاں عرشی زادہ

اکبر علی خاں عرشی زادہ [۱۹۳۹-۱۹۹۷ء] ہندوستان کے مایہ ناز محقق ومصنف اور ماہر غالبیات مولانا امتیاز علی خاں عرشی زادہ [۱۹۰۴-۱۹۸۱ء] کے صاحبزادہ تھے۔۱۹۳۹ء میں رامپور اتر پردیش میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے مسلم یونیورسٹی علی گڑھ گئے۔وہاں سے ایم اے (فارسی) اور بی لب کی اسناد حاصل کیں۔تحصیل علم کے بعد رام پور واپس آئے اور ایشیا کی مشہور رضا لائبریری رامپور میں مدۃ العمر خدمات انجام دیں۔

اکبر علی خاں عرشی زادہ ادیب، شاعر، نقاد، محقق اور غالب شناس کی حیثیت سے معروف ہیں۔انہوں نے 'دیوان غالب' اور خطوط غالب کے حوالے سے کئی اہم کتابیں سپرد قلم کی ہیں۔ جن میں بعض شائع ہوئیں اور بعض ابتک غیر مطبوعہ ہیں۔ادبی وتحقیقی کتابوں کے علاوہ پچاسوں تحقیقی وتنقیدی مقالات بھی انہوں نے لکھے ہیں۔جن کی کے نام یہ ہیں۔

نکات ورقعات غالب، تاریخ لطیف، غالبیہ، دیوان غالب بہ خط غالب نسخہ عرشی زادہ،

ضمیمہ نسخہ عرشی زادہ، قاعدہ عرشی زادہ، الف ہائے فارسی، سخن میرے تمہارے درمیاں وغیرہ

ان کے علاوہ بعض کتابیں اور کلام غیر مطبوعہ ہیں۔ان میں علامہ اقبال اور ان کے اہل و عیال، کلیات حاتم، بنام غالب، بخط غالب خاص اہمیت کی حامل کتابیں ہیں۔ بلاشبہ ان کی اشاعت سے ہمارے ادبی ذخیرہ میں قیمتی اضافہ ہوگا۔اور اس کے لئے کوشش ہونی چاہئے۔

اکبر علی خاں عرشی زادہ نے اپنے والد ہی کی طرح تحقیق و تدوین کا بیڑا اٹھایا اور جیسا کہ اوپر گذرا، کئی اہم ادبی و تحقیقی کارنامے انجام دئے۔ بلاشبہ یہ ایک بڑے غالب شناس تھے۔

۶/اکتوبر ۱۹۹۷ء کو رامپور میں وفات پائی۔اور وہیں مدفون ہیں۔

---

(۵)

الحاج مولانا امام الدین

تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۶)

مولانا مفتی انعام الحق صدیقی

مولانا مفتی انعام الحق صدیقی دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔لیکن یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ ان کی کس سنہ کی فراغت تھی۔چٹاگانگ بنگلہ دیش کے ایک مشہور دینی مدرسہ میں جس کا نام معلوم نہیں ہوسکا مفتی انعام الحق صدیقی قاسمی برسوں استاذ رہے۔ یہ مدرسہ دیوبندی مکتبہ فکر کا ایک نمائندہ ادارہ بتایا جاتا ہے۔اس مدرسہ میں بحیثیت مفتی بھی انہوں نے برسوں خدمات انجام دیں۔ان کے مزید سوانحی حالات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۷)

ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی

ڈاکٹر اورنگزیب اعظمی استاذ شعبہ عربی جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی ۲۱/اگست ۱۹۷۷ء کو ضلع

اعظم گڑھ کے ایک گاؤں منڈیار میں پیدا ہوئے۔ مدرسۃ الاصلاح سرائے میر سے فضیلت کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی سے ۱۹۹۹ء میں بی اے، ۲۰۰۱ء میں جواہر لال نہرو یونیورسٹی سے عربی میں ایم اے اور ۲۰۰۷ء میں جے این یو ہی سے پی ایچ ڈی کی سند لی۔ ان کے تحقیقی مقالے کا عنوان ''ترجمات معانی القرآن الانجلیزیه : دراسة تحلیلیه و نقدیة۔'' تھا۔

تحصیل علم کے بعد ۲۰۰۳ء سے ۲۰۰۸ء تک جواہر لال نہرو یونیورسٹی میں گیسٹ لکچرر رہے۔ ۲۰۰۹ء میں وشو بھارتی یونیورسٹی مغربی بنگال میں عربی کے اسسٹنٹ پروفیسر مقرر ہوئے۔ پانچ سال بعد ۲۰۱۴ء میں جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے شعبہ عربی میں استاذ مقرر ہوئے۔ اور اب وہیں عربی زبان وادب کی خدمات انجام دے رہے ہیں۔

ڈاکٹر اورنگ زیب بڑے باذوق ہیں۔ انہیں عربی زبان وادب میں مہارت حاصل ہے۔ نوجوانی ہی میں متعدد تصنیفات وتالیفات ان کے قلم سے نکل چکی ہیں۔ تقریباً ایک درجن اردو کتابوں کا عربی میں ترجمہ کر چکے ہیں۔ علامہ شبلی نعمانی کی متعدد نگارشات کو عربی میں منتقل کرنے کا شرف بھی انہیں حاصل ہے۔ جن کا ذکر باب اول میں عربی تراجم کے ذیل میں آچکا ہے۔ 'مجلة الہند' کی ادارت اور ضخیم خصوصی شماروں کی اشاعت بھی ان کی ایک بڑی اہم اور قابل ذکر خدمت ہے۔ علامہ شبلی نعمانی اور علامہ حمید الدین فراہی کی شخصیت پر انہوں نے 'مجلة الہند' کے جو ضخیم اور مبسوط نمبر شائع کئے ہیں انہیں بھی فراموش نہیں کیا جاسکتا۔ علامہ شبلی سے ان کی دلچسپی کا ایک مظہر 'عظمت شبلی' کی ترتیب وتدوین اور اس کی اشاعت بھی ہے۔ یہ دراصل مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ [۱۹۳۷-۲۰۰۸ء] سابق ناظم دار المصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے ان مقالات کا مجموعہ ہے جو انہوں نے علامہ شبلی نعمانی سے متعلق مختلف رسائل وجرائد میں لکھے تھے۔

ڈاکٹر اورنگ زیب اعظمی عربی کے ساتھ انگریزی سے بھی دلچسپی رکھتے ہیں۔ لکھنے اور بولنے پر قادر ہیں۔ ایک انگریزی رسالہ کی ادارت بھی کر رہے ہیں۔ ان گراں قدر خدمات کے صلہ میں حکومت ہند نے انہیں نے ۲۰۱۵ء میں صدر جمہوریہ ایوارڈ سے سرفراز کیا ہے۔ یہ اگر اسی طرح ذوق و شوق کا مظاہرہ کرتے رہے تو ان شاء اللہ ایک دن اپنے نامور اسلاف کا نام ضرور روشن کریں گے۔ اللہ تعالی مزید ترقیات سے نوازے۔ (عکس ونقش ص ۱۱۲-۱۱۳)

(۸)

اے، کے، ایم، فضل الرحمٰن منشی

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۹)

ملا برہان الدین خاں کشلکی

ملا برہان الدین خاں کشلکی [۱۸۹۴-۱۹۵۳ء] افغانستان کے علاقہ پغمان اور کشاک کے باشندہ تھے۔ان کا شمار افغانستان کے اہل علم، صاحب قلم، مصنف ومترجم اور صحافیوں میں ہوتا ہے۔وہ افغانستان کے مختلف حکمرانوں کے عہد میں حکومت کے قریب رہے۔ایک زمانہ میں وہ حکومت افغانستان کی وزارت معارف اسلامی کے رئیس کے عہدہ پر بھی فائز ہوگئے تھے۔البتہ پشتو اور فارسی زبان کے اہل قلم، مصنف ومترجم اور مقالہ نگار کی حیثیت سے انہوں نے زیادہ عزت و شہرت پائی۔ابتدا میں وہ محمد نادر خاں بادشاہ افغانستان کے خلاف تھے۔پھران کے قریب آگئے اوران پرایک کتاب 'نادرافغان' بھی لکھی۔جس نے بڑی مقبولیت پائی۔یہ کتاب ۱۹۳۱ء میں مطبع سنگی ریاست عمومی سے طبع ہوئی۔اس کا اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکا ہے۔ایک اور کتاب 'رویدادلویہ جرگہ دارالسلطنت ۱۳۰۳ھ' بھی شائع ہوئی ہے اور متعدد کتب خانوں میں دستیاب ہے۔یہ روداد ۴۶۰ صفحات پر مشتمل ہے۔

تراجم تصانیف شبلی کی وجہ سے خیال ہوتا ہے کہ ملا برہان الدین خاں کشلکی غالبًا بادشاہ نادرشاہ کے قریبی لوگوں میں تھے۔اس لئے کہ نادرشاہ علامہ شبلی سے واقف تھے اور جانشین شبلی مولانا سید سلیمان کے تو وہ گرویدہ ہی تھے۔ان کی ہمشیرہ نے علامہ شبلی نعمانی کی شہرہ آفاق کتاب 'الفاروق' کا فارسی زبان میں جو ترجمہ کیا ہے وہ فاروق اعظم کے ساتھ علامہ شبلی تعلق کا مظہر ہے۔اس ترجمہ کی تصحیح مولوی نجف علی عاصی جلال پوری نے کی ہے۔

ملا برہان الدین خاں کشلکی نے علامہ شبلی نعمانی کی دو کتابوں کا ترجمہ کیا ہے۔ایک 'شعرالعجم' کا فارسی میں اور دوسرا 'سیرۃ النعمان' کا پشتو زبان میں۔'سیرۃ النعمان' کے پشتو ترجمہ کا

نام خود مترجم نے 'تحفۃ الامام' رکھا ہے۔ جس کا سنہ اشاعت ۱۹۲۴ء ہے۔

(۱۰)

بشیر احمد ریان

بشیر احمد ریان [م: ۲۶/ مارچ ۲۰۱۳ء] کا شمار افغانستان کے معتبر ادیبوں، مصنفوں اور صحافیوں میں ہونے لگا تھا۔ حالانکہ وہ ابھی قندھار یونیورسٹی کے بی اے سال سوم کے طالب علم تھے۔ پشتو ان کی مادری زبان تھی۔ اس کے سوا وہ کئی زبانوں عربی، اردو اور انگریزی سے بھی بخوبی واقف تھے۔ اور رسائل و جراید میں برابر علمی و ادبی مضامین لکھا کرتے تھے۔ یہی نہیں منتخب مضامین کے تراجم بھی وہ شائع کرتے اور کراتے تھے۔ ۲۰۱۳ء میں جبکہ وہ فائنل امتحان دے رہے تھے یونیورسٹی کیمپس سے اغوا کر لئے گئے۔ ۲۶/ مارچ ۲۰۱۳ء کو ضلع بلڈاک میں وہ مردہ پائے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

بشیر احمد ریان شہیدؒ سے اہل علم کو بڑی توقعات وابستہ ہوگئی تھیں۔ یہ تعجب کی بات نہیں۔ ان اٹھان ہی ایسی تھی۔ علامہ شبلی کی دو کتابیں 'سیرۃ النعمان' اور 'الغزالی' کا پشتو ترجمہ ان کے روشن مستقبل کی غمازی کرتا ہے۔ افسوس وہ ایسے پھول تھے جو بن کھلے مرجھا گئے۔ اللہ تعالی ان کی مغفرت فرمائے۔

(۱۱)

بی داؤد شاہ

بی داؤد شاہ اردو زبان سے بخوبی واقف اور تمل زبان کے ممتاز اہل قلم اور ادیب تھے۔ انہوں نے تمل میں کئی کتابیں لکھیں اور بعض اردو کتابوں کا تمل زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ممکن ہے تمل سے اردو میں بھی ترجمے کا کام کیا ہو، مگر ہم اس سے واقف نہیں بلکہ اس سے زیادہ ان کے بارے میں معلومات تلاش بسیار کے باوجود حاصل نہ ہوسکیں۔ تمل زبان اگرچہ ہمارے ملک کے ایک صوبہ تمل ناڈو کی سرکاری زبان ہے اور تمل ناڈو سے سری لنکا تک بولی جاتی ہے، تاہم ہمارا اس

زبان کے کسی ہل قلم سے رابطہ نہیں ہے۔

---

(۱۲)

توفیق ہاشم پورسجانی

جناب توفیق ہاشم پورسجانی [پ: ۱۹۳۸ء] ایران کے ناموراد یب اور مشہور مصنف ومحقق ہیں۔ فارسی میں ان کے قلم سے متعدد اہم کتابیں اور تراجم نکل کر مقبول ہو چکے ہیں۔ ان کی چند تصنیفات کے نام یہ ہیں۔

۱۔ فہرست ہائے تجارب السلف ہندوشاہ نخ جوانی، ۲۔ فہرست خطی فارسی دانش گاہ دہلی، ۳۔ حارث بناسدمحاسبی وکتاب القصداو، ۴۔ نگاہی بہ تاریخ ادب در ہند، ۵۔ ترجمہ شرح مثنوی شریف، ۶۔ رہ آورد ہائے سفر (دہلی)

فارسی زبان میں مستقل تصنیفات کے علاوہ انہوں نے کئی اہم کتابوں کا ترجمہ بھی کیا ہے۔ جن کے نام یہ ہیں۔

۱۔ تصحیح تذکرۂ انجمن خاقان اثر فاضل خاں گروسی، ۲۔ فہرست نسخہ ہائے خطی فارسی کتاب خانہ بروسہ، ۳۔ سیرت شیخ کبیرابوعبداللہ ابن خفیف شیرازی، ۴۔ مجالس سبعہ [ہفت خطابہ] مثنوی معنوی، ۵۔ فتوت در کشور ہائے اسلامی و مآخذ آن، ۶۔ تصوف در یک صد پرسش و پاسخ، ۷۔ نقد شعرالعجم شبلی نعمانی، ۸۔ الہائم الخائف من لومۃ اللائم، ۹۔ زندگی نامہ مولانا جلال الدین، ۱۰۔ ملامتیہ اور ملامتیان، ۱۱۔ مولویہ بعداز مولویان۔

یہ ایران کے مشہور شہر تبریز میں ۱۹۳۸ء میں پیدا ہوئے۔ انہیں بچپن ہی سے تعلیم سے خاص شغف تھا۔ چنانچہ محنت ومشقت برداشت کی اور ایم اے اور پی ایچ ڈی کی اعلیٰ اسناد حاصل کیں۔ پی ایچ ڈی کے لئے انہوں نے ترکی کا سفر کیا۔ وہ ہندوستان بھی تشریف لائے۔ اور وہ کئی زبانوں سے واقفیت رکھتے ہیں۔ اس میں ایک اردو بھی شامل ہے۔ اسی واقفیت کے سبب وہ علامہ شبلی کی مشہور کتاب 'سوانح مولانا روم' اور حافظ محمود شیرانی [۱۸۸۰ - ۱۹۴۶ء] کی کتاب 'تنقید شعرالعجم' کا ترجمہ بنام 'نقد شعرالعجم' فارسی میں کرنے میں کامیاب رہے۔ خدا انہیں لمبی عمر اور مزید

علم وادب کی خدمت کی توفیق بخشے۔

---

(۱۳)

دکتور جلال سعید الحفناوی

دکتور جلال سعید الحفناوی [پ:۲۷ر اگست ۱۹۶۰ء] استاذ شعبہ اردو عین شمس یونیورسٹی مصر، مصر ہی کے شہری ہیں۔ وہیں پیدا ہوئے اور وہیں ان کی ابتدائی تعلیم وتربیت اور پرورش و پرداخت بھی ہوئی۔ کچھ دنوں ہندوستان میں بھی زیر تعلیم رہے ہیں۔ بعدازاں قاہرہ یونیورسٹی میں مشرقی زبانوں کے استاذ مقرر ہوئے اور اس وقت بھی یہ خدمت انجام دے رہے ہیں۔ اردو سے نہ صرف واقف ہیں بلکہ انہیں عبور حاصل ہے۔ الحفناوی ایک ممتاز اہل قلم ہیں۔ عربی زبان میں انہوں متعدد کتابیں اور مقالات لکھے ہیں۔ ان کی تین کتابیں شائع ہوئی ہیں اور تینوں ہندوستان اور ہندوستانیوں سے متعلق ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔

۱. فن السیرہ فی الادب الاردی عندشبلی النعمانی، ۲. نقد الشعر الاردی عند الطاف حسین حالی، ۳. المسلمون فی الھند.

ڈاکٹر جلال سعید الحفناوی کے مطالعہ اور تحقیق وتصنیف کے دائرہ میں وسعت اور تنوع ہے۔ ان کے دائرہ تصنیف وتالیف میں صاحب مقدمہ شعروشاعری مولانا الطاف حسین حالی، صاحب الفاروق علامہ شبلی نعمانی اور صاحب توبۃ النصوح ڈپٹی نذیر احمد دہلوی [۱۸۳۰-۱۹۱۲ء] کی شخصیت اوران کے افکاروخیالات خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ ان کی کتب اوران کے افکارو خیالات پر وہ متعدد تحقیقی مقالات شائع کرا چکے ہیں۔ یہی نہیں انہوں نے متعدد اردو کتابوں کے ترجمے بھی شائع کرائے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانیؒ کی شہرۂ آفاق کتاب الفاروق، سفرنامہ روم ومصروشام اور شعرالعجم کی ابتدائی تین جلدوں کا انہوں نے عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ جن کا ذکر گذشتہ صفحات میں عربی تراجم کے باب میں آچکا ہے۔

---

(۱۴)

جمیل احمد قریشی

انگریزی ترجمہ سیرۃ النبیؐ کی جمیل احمد قریشی نے تلخیص کی ہے۔ جو شائع ہو چکی ہے اور جس کا ذکر باب اول میں آ چکا ہے۔ ان کے مزید حالات وسوانح معلوم نہ ہو سکے۔

---

(۱۵)

چودھری حسن پرواز

چودھری حسن پرواز صاحب [پ: ۷؍جون ۱۹۶۱ء] جموں کے رہنے والے نہایت مہذب اور اعلیٰ تعلیم یافتہ شخص ہیں۔ ابتدائی تعلیم کے بعد انہوں نے کشمیر یونیورسٹی سے بی اے اور اردو سے ایم اے کیا ہے۔ اردو اور کشمیری زبان کے علاوہ گوجری زبان پر عالمانہ دسترس رکھتے ہیں۔ ان کا شمار گوجری زبان کے ممتاز اہل قلم اور مصنّفین و مترجمین میں ہوتا ہے۔ انہوں نے گوجری زبان میں متعدد کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں 'میاں فتح محمد جی کی شاعری'، 'حاجی شمس دین مہجور شخصیت اور کارنامے' اور 'کلیات رعنا' وغیرہ خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ ان کی کئی کتابیں پریس میں زیر طبع ہیں۔

چودھری حسن پرواز نے ۸؍کتابوں کا گوجری زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اس میں مہاتما گاندھی کی خود نوشت، منشی پریم چند کا ناول بیوہ، کرشن چندر کی منتخب کہانیاں اور بعض دوسرے ادیبوں، افسانہ نگاروں اور ڈرامہ نویسوں کی شاہ کار تخلیقات شامل ہیں۔

چودھری حسن پرواز صاحب ریڈیو کشمیر میں گوجری زبان کے سینئر براڈ کاسٹر کے عہدہ پر بھی فائز ہیں۔ اردو کی کئی کتابوں کو انہوں نے گوجری زبان میں منتقل کیا ہے۔ مجلّہ 'شیرازہ' کشمیر کے شاہان گوجر نمبر کا ترجمہ بھی انہیں کے قلم سے شائع ہوا ہے۔ اسے جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز جموں وسری نگر کشمیر نے شائع کیا ہے۔ جس کے وہ ایک رکن بھی ہیں۔

وہ ثقافت بالخصوص گوجری تہذیب ثقافت پر ہونے والے پروگراموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے ہیں۔ ان کے گوجری ترجمہ 'الفاروق' کا سرورق اور تفصیلات والا صفحہ کشمیر سے ہمارے

دیرینہ کرم فرما محترم مولانا غلام ربانی صاحب نے بھیجا ہے۔اس عنایت کے لئے ہم ان کے ممنون ہیں۔انہی سے 'الفاروق' کے گوجری ترجمہ کا علم ہوا۔اور جناب عبدالغنی عارف صاحب جو گوجری کے شاعر اور گوجری زبان میں علامہ شبلی کی کتاب 'سیرۃ النعمان' کے مترجم ہیں،ان سے حسن پرواز صاحب تک ہماری رسائی ہوئی۔اورانہوں نے اپنے متعلق ضروری معلومات کے لئے اپنا بائیوڈاٹا ہی بھیج دیا ہے۔

---

(۱۶)

حسن علی

حجۃ الملۃ والدین علامہ شبلی نعمانی کی جس کتاب کے بنگلہ ترجمہ کا علم مجھے سب سے پہلے ہوا وہ انہی حسن علی صاحب کی کاوش ہے۔انہوں نے علامہ شبلی کی مشہور کتاب 'اورنگ زیب عالم گیر پر ایک نظر' کا بنگلہ میں ترجمہ کیا، جو 'اورنگ زیب چترو چار' کے نام سے شائع ہوا ہے۔اور راقم الحروف کی نظر سے گذرا ہے۔اس میں حسن علی کا ذکر موجود ہے،مگر میں کشمیری زبان سے ناواقف ہونے کے سبب سمجھنے سے قاصر رہا۔

---

(۱۷)

حسن محمد شریف

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۱۸)

علامہ حمیدالدین فراہیؒ

نامور عالم ومفسر اور صاحب تفسیر نظام القرآن علامہ حمیدالدین فراہیؒ [۱۸۶۳-۱۹۳۰ء] علامہ شبلی نعمانی کے ماموں زاد بھائی، ان کے خصوصی فیض یافتہ اور نامور تلامذہ میں تھے۔اپنی نیکی، سادگی، شرافت ومتانت، ذہانت وذکاوت، علم وفضل، تفسیر 'نظام القرآن' اور خاص طور پر نظریہ نظم

قرآن کے سبب ان کا شمار عالم اسلام کے نامور علماء و مفسرین میں ہوتا ہے۔ ان کی تفسیر 'نظام القرآن' کے علاوہ قرآنیات اور اصول تفسیر سے متعلق متعدد کتابیں اور حواشی یادگار ہیں۔ حال ہی میں ان کے قرآنی تعلیقات وحواشی شائع ہوئے ہیں۔ جو پہلے عربی میں شائع ہوئے تھے۔ اب اس کا اردو ایڈیشن بھی دائرہ حمیدیہ سرائے میر سے شائع ہو گیا ہے۔ علامہ فراہی کو کئی زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ وہ قدیم علوم پر دستگاہ کامل کے ساتھ جدید اور عصری علوم میں بھی درک رکھتے تھے۔ ان کی تصنیف وتالیف کی زبان اردو نہیں عربی تھی۔ تصنیفات کے ساتھ عربی میں انہوں نے دادسخن بھی دی ہے۔ ان کا عربی دیوان دائرہ حمیدیہ سرائے میر سے شائع ہو چکا ہے۔

فارسی زبان وادب پر بھی اہل زبان کی طرح دسترس رکھتے تھے۔ بچپن ہی میں مشق سخن کرنے لگے۔ عہد طفولیت میں ان کا کلام اس قدر پختہ تھا کہ قاآنی کے قصیدہ کے تتبع میں قصیدہ کہا تو مولانا محمد فاروق چریاکوٹی [م: ۱۷/۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء] جیسے استادفن کو بھی اس پر قدما کے کلام کا گمان ہوا اور جب علامہ شبلی نعمانی نے انہیں بتایا کہ یہ مولوی حمید الدین کا کلام ہے تو انہیں یقین نہیں آیا۔ ان کا فارسی مجموعہ کلام ''نوائے پہلوی'' بھی شائع ہو چکا ہے۔

علامہ فراہی ۱۸/ نومبر ۱۸۶۳ء کو ضلع اعظم گڑھ کے ایک گاؤں پھریہا میں پیدا ہوئے۔ نامور علماء وفضلاء سے تحصیل علم کیا۔ جس میں علامہ شبلی نعمانی جیسے نابغہ روزگار بھی شامل ہیں۔ علامہ شبلی ان کو بہت عزیز رکھتے تھے۔ ان سے اور بعض دوسرے علماء سے تحصیل علم کے بعد جدید اور عصری علوم کی تحصیل کے لئے ایم اے او کالج علی گڑھ گئے اور وہاں سے انٹرمیڈیٹ اور بی اے کیا۔ اس وقت انہیں عربی وفارسی پر اس قدر عبور حاصل تھا کہ سرسید احمد خاں نے انہیں ان زبانوں کی تعلیم سے مستثنیٰ قرار دیدیا تھا۔ جس پر کالج کے اساتذہ نے تعجب کیا۔

تحصیل علم کے بعد مختلف مقامات پر درس وتدریس کے فرائض انجام دئے۔ بہت دنوں تک مدرسۃ الاسلام کراچی سے وابستہ رہے۔ بعد ازاں دارالعلوم حیدرآباد کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ جامعہ عثمانیہ حیدرآباد انہیں کے زمانہ میں یونیورسٹی بنا۔ یونیورسٹی بنانے میں ان کے مفید مشوروں اور کوششوں کا بھی دخل تھا۔ وہاں سے سبکدوش ہو کر وہ مدرسۃ الاصلاح کی خدمت کے لئے سرائے میر اعظم گڑھ آگئے اور بقیہ زندگی اسی کی خدمت میں صرف کی۔ یہاں انہوں نے

درس وتدریس کے ساتھ مسلسل' قرآن مجید' کے مطالعہ وتحقیق ،غور وخوض اوراس کی غواصی میں منہمک رہے۔خودتو قرآن مجید پر غور فکر اور تصنیف و تالیف کا عظیم الشان کارنامہ انجام دیا ہی مدرسۃ الاصلاح سرائے میر کو بھی قرآن مجید کے مطالعہ وتحقیق کا ایک مثالی مرکز بنادیا۔ان کی چند اہم تصانیف کے نام یہ ہیں۔

(۱)جمهرة البلاغه (۲) القائد الیٰ عیون العقائد (۳) الرای الصحیح فی من هوالذبیح (۴) مفردات القرآن (۵) الامعان فی اقسام القرآن (۶) فی ملکوت الله (۷) دلائل النظام (۸) التکمیل فی اصول التاویل (۹) اسالیب القرآن (۱۰) فاتحة نظام القرآن (۱۱) امثال آصف الحکیم (۱۲) اسباق النحو (۱۳) اسباق الصرف وغیره.

۱۱رنومبر ۱۹۳۰ء کو متھرا میں وفات پائی۔جہاں وہ اپنے معالج سے آنکھ کے آپریشن کے لئے گئے ہوئے تھے۔اور وہیں مسلمانوں کے عام قبرستان میں دفن ہوئے۔اللہ تعالیٰ اس خادم قرآن کی قبر کو نور سے بھردے۔

---

(۱۹)

ڈاکٹر خالد ندیم

اردو کے ممتاز اہل قلم ڈاکٹر خالد ندیم [پ:۹رفروری ۱۹۶۳ء] صدر شعبہ اردو یونیورسٹی آف سرگودھا اردو کے ممتاز ادیب،شاعر،نقاداورایک بڑے مصنف ومحقق ہیں۔ان کے قلم سے ایک درجن سے زاید بلند پایہ اور شاندار کتابیں نکل کر اہل علم کے درمیان ستائش کی مستحق ٹھہری ہیں۔یہ ناچیز خود ان کی علمی وادبی تصنیفات وتالیفات کے ساتھ ان کے اخلاق اور بلند فکر ونظر کا بڑا قائل اور قدرداں ہے۔

شبلی کی آپ بیتی۔آپ بیتی علامہ اقبال۔آپ بیتی مرزا غالب۔میر سے فیض تک۔ اختر حسین رائے پوری حیات وخدمات،شبلی شکنی کی روایت اور دوسرے مضامین،عہد حاضر کا فکری بحران اور اقبال، مکاتیب ابن فرید، رقعات مشفق خواجہ،اقبالیاتی مکاتیب، ارمغان ڈاکٹر رفیع الدین ہاشمی،حضورؐ بحیثیت سپہ سالار (ترجمہ)،اردو ترجمہ مکاتیب شبلی (ترجمہ)۔وغیرہ ان کی اہم

اورمتنوع ادبی کاوشوں کے نمونے ہیں۔

ڈاکٹر خالد ندیم صاحب نے اردوادب کے ارباب کمال کی تحریروں سے بعداز مرگ آپ بیتی تیار کرنے کا سلیقہ اور ہنر دیا ہے۔ اردوادب میں ان کی بدولت اس ہنر نے ترقی پائی ہے۔ابھی خود انھوں نے عملی نمونہ پیش کیا ہے۔یقین ہے آئندہ دوسرے اہل قلم ان کے نقش قدم پر گامزن ہوکر ہمارے ادبی سرمایہ میں اضافہ کریں گے۔

مکتوباتی ادب کی تدوین میں بھی ان کا نمایاں حصہ ہے۔تنقیداور سوانحی تحریریں بھی ان کے قلم سے منظر عام پر آئی ہیں۔غرضیکہ ان کی ادبی خدمات کا دائرہ بہت وسیع اور متنوع ہے۔ یہاں ان کے مفصل تذکرہ کی گنجائش نہیں۔ان شاءاللہ کسی اور موقع پر ان کی گراں مایہ خدمات کا تفصیلی مرقع پیش کیا جائے گا۔البتہ ایک بات جس کے ذکر کے بغیر ان کا تذکرہ بے معنی ہے اور وہ ہے ان کا اسلوب نگارش۔وہ نہایت سادہ اور شگفتہ نثر لکھتے ہیں۔ایسی نثر جو عام فہم بھی ہے اور دلنشیں بھی۔اس خوبی میں وہ اپنے متعدد معاصرین سے اعلانیہ ممتاز ہیں۔

ادھر انہوں متعدد نئے موضوعات پر ادبی رسائل میں مضامین لکھے ہیں۔جیسے اردو میں منظوم مکتوب نگاری وغیرہ۔ان کی منفرد ادبی کاوشوں سے یقین ہے اردو کے دامن میں اضافہ ہوگا۔

---

(۲۰)

حافظ رابعہ نورستانی

حافظ رابعہ نورستانی کے سوانحی حالات اور ان کی دیگر علمی خدمات کی کسی نوع کی تفصیل باوجود تلاش بسیار کے ابتک دستیاب نہیں ہوسکی ہے۔

---

(۲۱)

سبطین احمد

مولوی سبطین احمد [۱۸۹۸-۱۹۷۱ء] ابن مولوی رضا احمد بدایوں کے محلّہ سوتھ کے رہنے والے تھے۔ان کا شمار بدایوں کے نامور ادیبوں اور شاعروں میں ہوتا ہے۔وہ مصنف ومترجم اور

استاذ کی حیثیت سے بھی ممتاز تھے۔۱۸۹۸ء میں پیدا ہوئے۔اپنے والد سے تحصیل علم کیا۔بعد ازاں گورنمنٹ ہائی اسکول بدایوں میں تعلیم حاصل کی۔یہاں سے ۱۹۱۲ء میں انہوں نے ہائی اسکول پاس کیا۔پھر ایم اے او کالج علی گڑھ گئے اور ۱۹۱۹ء میں وہاں سے بی اے کیا۔اور بدایوں آکر حافظ صدیق اسلامیہ انٹر کالج شیخو پورہ و بدایوں میں استاذ ہو گئے۔اور پھر مدۃ العمر اسی کالج سے وابستہ رہے۔وائس پرنسپل اور قائم مقام پرنسپل بھی رہے۔یکم اپریل ۱۹۵۸ء کو سبکدوش ہوئے۔ملازمت کے دوران انہوں نے علی گڑھ سے اپنا رشتہ اس طرح استوار رکھا کہ درمیان میں بی ٹی کی سند حاصل کی۔پروفیسر آل احمد سرور نے جب تاریخ ادب اردو علی گڑھ کا منصوبہ بنایا تو انہوں نے مولوی سبطین احمد بھی اس میں شامل کیا۔چنانچہ وہ ۶۳-۱۹۶۲ء میں دو برس تک اس منصوبہ کی تکمیل کے لئے علی گڑھ میں مقیم رہے۔لیکن جلد اول ہی کے بعد سخت تنقیدوں کی وجہ سے یہ منصوبہ سرور صاحب نے ختم کر دیا۔

سبطین احمد سے چند اہم لوگوں نے کسب فیض کیا۔ان میں ڈاکٹر ابواللیث صدیقی [۱۹۱۶-۱۹۹۴ء] دلاور فگار [۱۹۲۹-۱۹۹۸ء] ویریندر پرشاد سکسینہ، شکیل بدایونی [۱۹۱۶-۱۹۷۰ء] پروفیسر ایوب قادری [۱۹۲۶-۱۹۸۳ء] اور عرفان صدیقی کے نام خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

مولوی سبطین احمد پختہ مشق اور قادر الکلام شاعر تھے۔اردو اور فارسی دونوں میں داد سخن دیتے تھے۔چند اشعار بطور نمونہ ملاحظہ ہوں۔

کہاں تلاش کروں اب قرار دل کے لئے
کہ تیری یاد میں بھی اضطراب ہوتا ہے

یہ ڈرتا ہوں مجھے کافر نہ کردیں
مری باتیں تری تصویر کے ساتھ

ہم نے تیری فرقت میں جیسے راتیں کاٹی ہیں
ماہ کامل جانے یا صبح کا تارا جانے ہے

'خس وخاشاک' کے نام سے ان کا شعری مجموعہ ۱۹۵۹ء میں شائع ہوا۔ان کی دیگر نثری تصنیفات کے نام یہ ہیں۔

''ہندوستانی تہذیب میں اسلام کا حصہ۔انگلستان کی کہانی معاصرین کی زبانی۔اردو قواعد۔خلافت اور سلطنت۔سیرۃ النبیؐ جلد دوم کا انگریزی ترجمہ۔بدایوں کا جغرافیہ۔''

(ڈاکٹر منیر احمد سلیچ، وفیات اہل قلم ص ۱۹۳)

مولوی سبطین احمد مرحوم ۱۹۶۵ میں پاکستان ہجرت کر گئے تھے۔کراچی میں آباد ہوئے۔ ۲۵ اگست ۱۹۷۱ء کو وہیں انتقال کیا۔اور خاک کراچی ہی کے سپرد ہوئے۔

ان کے ہم وطن جناب تسلیم غوری بدایونی نے ان کی سوانح عمری 'سبطین احمد حیات وادبی خدمات' لکھی ہے۔ جو ۲۰۰۹ء میں حامد میموریل لائبریری بدایوں سے شائع ہو چکی ہے۔ یہ چند سطور اسی کتاب سے ماخوذ ہیں۔

---

(۲۲)

سرور خاں گویا اعتمادی

ملک الشعرا سرور خاں گویا اعتمادی[۱۲۸۰-۱۳۴۶ھ] کا شمار افغانستان کے نامور ادبا و شعرا بلکہ ارباب کمال میں ہوتا ہے۔وہ مصنف، مترجم، ادیب اور شاعر تھے۔ملک الشعرا کے خطاب سے سرفراز تھے۔۱۲۸۰ھ میں کابل میں پیدا ہوئے۔ملک الشعرا قاری عبداللہ اور خلیل اللہ خلیلی سے تحصیل علم کیا۔۱۳۰۲ھ میں وزارت خارجہ کے ادارہ مطبوعات کے رکن بنے۔ بعد ازاں وزارت تعلیم میں ملازمت کی۔ریڈیو کابل کے پہلے اناؤنسر بھی یہی بنائے گئے تھے۔اس کے بعد ڈائرکٹر منتخب ہوئے۔۱۳۳۹ھ میں وزارت تعلیم کے مشیر نامزد ہوئے۔اور اسی عہدہ سے سبکدوش ہوئے۔

وہ فارسی کے جس قدر زبردست شاعر تھے۔اسی درجہ کے ایک بڑے نثر نگار بھی تھے۔ متعدد علمی وادبی موضوعات پر کتابیں اور مقالات لکھے۔ ان کے متعدد مقالات مجلّہ کابل میں بالاقساط شائع ہوئے ہیں۔بعض مقالات اور ترجمے راقم کی نظر سے بھی گذرے ہیں۔ان میں

'شعرائے افغانستان' خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ 'شعرالعجم' حصہ سوم کا فارسی ترجمہ بھی اولاً مجلّہ 'کابل' میں قسط وار ہی شائع ہوا ہے۔ بعدازاں کتابی صورت میں چھپا۔ ان کو نثر نگاری میں بھی کمال حاصل تھا۔ 'شعرالعجم' کے فارسی ترجمہ سے بھی ان کی زبان دانی کا اندازہ ہوتا ہے۔ ترجمہ 'شعرالعجم' کے بارے میں مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ

> ''سرور خاں گویا خود فارسی ادبیات کے ذوق شناس ہیں، اس لئے اس کا ترجمہ بھی بہت اچھا ہوا ہے۔ امید ہے اس قند ہندی سے ایران و کابل کے طوطیان سخن 'شکرشکنی' کا لطف اٹھائیں گے۔''
>
> (شذرات سلیمانی حصہ سوم ص ۱۲۷)

ملک الشعرا سرور خاں گویا انجمن ادبی کابل کے بھی روح رواں رہے۔ عرصہ تک ان کی بدولت انجمن ادبی سرگرم اور فعال رہی۔ ان کے زمانہ میں اس نے چند بڑی اہم ادبی کتابیں شائع کیں۔ انہوں نے 'شعرالعجم' حصہ سوم کے ترجمہ کے علاوہ بعض دوسری کتابوں کے ترجمہ اور تصحیح کا کام بھی انجام دیا ہے۔ ان میں تصحیح تاریخ ہرات سیفی ہروی، تصحیح و ترجمہ خلاصۃ الاخبار ہرات وغیرہ قابل ذکر ہیں۔

وہ علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اور مولانا سید سلیمان ندوی کے بڑے مداح تھے۔ مولانا سید سلیمان ندوی اور دارالمصنّفین سے مدۃ العمر تعلق قائم رہا۔ وہ کئی بار ہندوستان آئے۔ ۱۹۳۸ء میں دارالمصنّفین اعظم گڑھ بھی تشریف لائے اور اس کے مہمان خانہ میں قیام کیا۔ ان کی ضیافت طبع کے لئے دارالمصنّفین کے مہمان خانہ میں ایک شعری نشست منعقد کی گئی۔ جس میں سخنوران اعظم گڑھ کے بالخصوص تلامذہ شبلی مولانا سید سلیمان ندوی، مولانا عبدالسلام ندوی اور اقبال احمد خاں سہیل نے اپنا کلام سنایا۔ گویا نے سہیل کے کلام سے متاثر ہو کر اسی موقع پر مذاقاً کہا تھا کہ

''جب کبھی ہندوستان پر افغانستان نے حملہ کیا تو میں سہیل کو لوٹ کر لے جاؤں گا۔''

(انتخاب کلام سہیل ص ۹)

مولانا سید سلیمان ندوی نے ان کے ترجمہ 'شعرالعجم' کا ماہنامہ معارف میں بڑے خوش کن انداز میں ذکر کیا ہے۔ اور قارئین معارف سے ان کا تعارف ان الفاظ میں کرایا ہے۔

''یہ کابل کے مشہور سردار عبدالقیوم خاں کے نواسہ ہیں۔اور خود بھی ممتاز ادیب وشاعر ہیں۔عربی وانگریزی سے واقف اور فارسی ادبیات کے ماہر ہیں۔انجمن ادبی کابل کے ممبر اور وہاں کی نوجوان ادبی تحریکات کے روح رواں ہیں۔دو برس ہوئے کہ فردوسی کی ہزار سالہ برسی کے موقع پر افغانستان کے نمائندہ ہوکر یہ اور ہزاکسلنسی صلاح الدین سلجوقی سفیر دہلی ایران گئے تھے اور شاہ پہلوی سے ملے تھے۔آج کل یہ مکمل تاریخ آل سبکتگین بیہقی کی تصحیح اور اس کے نسخہ کی تلاش میں ہیں۔اس کا ایک حصہ مدت ہوئی کہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کی طرف سے شائع ہو چکا ہے مگر ابتک پوری کتاب نہیں چھپی ہے، بلکہ ملتی بھی نہیں۔سرور خاں نے اس کا معتدبہ حصہ پیدا کرلیا ہے،مگر ابھی تک اس کے مکمل نسخہ کی تلاش جاری ہے۔'' (شذرات سلیمانی حصہ سوم ص۱۹۳-۱۹۴)

سرور خاں گویا اعتمادی نے ۱۳۴۶ھ میں کابل میں وفات پائی۔

---

(۲۳)

مولانا قاری سیف الدین

ماہر اقبالیات مولانا قاری سیف الدین [۱۹۲۰-۲۰۰۸ء] مرحوم موضع خانیار سری نگر کشمیر کے رہنے والے تھے۔بی اے پاس کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی لاہور سے منشی فاضل کی سند حاصل کی۔بعدازاں سرکاری مڈل اسکول چرار شریف میں استاد مقرر ہوئے۔عرصہ تک درس و تدریس کا فریضہ انجام دیتے رہے۔سیاست میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیا اور قانون ساز اسمبلی کے رکن بھی منتخب ہوئے۔کئی بار قید ہوئے اور زنداں کی صعوبتیں برداشت کیں۔

ان کا شمار کشمیر کی جماعت اسلامی کے بانیوں میں ہوتا ہے۔جماعت اسلامی کے قیام کے موقع پر پٹھان کوٹ جاکر انہوں نے بانی جماعت اسلامی مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ [۱۹۰۳-۱۹۷۹ء] سے ملاقات کی تھی۔مدۃ العمر اس جماعت سے وابستہ، سرگرم عمل اور اقامت دین کے

لئے کوشاں رہے۔

قاری صاحب ایک بڑے ادیب اور خطیب تھے۔ سیرت نبویؐ پر ان کے خطبات کو خاص شہرت و مقبولیت حاصل تھی۔ جس میں وہ خود بھی روتے اور سامعین کو بھی رلاتے۔ وہ مولانا غلام احمد احرار اور مولانا محمد امین شوپیانی سے بہت متاثر تھے۔ انہوں نے متعدد کتابیں بھی لکھیں ہیں۔ علامہ شبلی کی 'الفاروق' اور بابا داؤد خاکی کی 'متاع نور' کا کشمیری زبان میں ترجمہ کیا۔ اپنی خودنوشت بھی 'مہمات حیات' کے نام سے لکھی ہے۔

ان کا شمار ماہر اقبالیات میں ہوتا ہے۔ وہ رسالہ 'اذان' کشمیر میں 'حرف شیریں' کے عنوان سے کلام اقبال اور ان کے فکر و فلسفہ پر مضامین لکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کا شمار ماہرین اقبالیات میں ہوتا ہے۔ مگر ان کی کسی اور کتاب کا ذکر راقم کو نہیں ملا۔ ۲۰۰۸ء میں وفات پائی۔

---

(۲۴)

مولوی شمس الدین نامی

مولوی شمس الدین نامی دھولیہ (خاندیش) کے رہنے والے تھے۔ دھولیہ کے اردو اسکول نمبر ۴ کے مدرس تھے۔ انہوں نے 'الجزیہ' کا مراٹھی میں ترجمہ کیا ہے۔

ان کے مزید سوانحی حالات معلوم نہیں ہو سکے۔

---

(۲۵)

مولوی شمس الہدیٰ

مولوی محمد شمس الہدی صاحب نے ڈھاکہ کے ایک مدرسہ میں جس کا نام مجھے معلوم نہیں ہوسکا دینی تعلیم حاصل کی۔ بعد ازاں ڈھاکہ یونیورسٹی سے گریجویشن کیا۔ اس کے بعد مدینہ منورہ چلے گئے اور مدینہ یونیورسٹی سے بی اے کیا۔ اس کے بعد ڈھاکہ واپس آئے۔ اور عربی زبان و ادب میں ڈھاکہ یونیورسٹی سے ایم اے کیا۔ تلاش بسیار کے باوجود اور سوانحی تفصیل نہیں مل سکی۔

---

(۲۶)

سید صالح محمد شاہ

سید صالح محمد شاہ [۱۹۳۷-۲۰۰۷ء] سندھی زبان وادب کے ایک ممتاز اہل قلم اور نامور ادیب تھے۔ ۳ر ستمبر ۱۹۳۷ء کو حیدرآباد کے قریب ایک گاؤں دریا بیگ مغل میں پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید دادن شاہ ایک زمیندار اور صاحب وجاہت بزرگ تھے۔ وہ بھی سندھی لوک ادب میں مہارت رکھتے تھے۔

سید صالح محمد شاہ کو سندھی لوک ادب ورثہ میں ملا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اس کی متنوع خدمات بھی انجام دیں۔ جس کے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں۔

سید صالح محمد شاہ نے یکم ستمبر ۲۰۰۷ء کو دل کا دورہ پڑنے سے سندھ میں وفات پائی۔ ۲ر ستمبر ۲۰۰۷ء کو سندھ ہی کی خاک کے سپرد ہوئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون.

---

(۲۷)

سید صباح الدین عبدالرحمٰن

سید صباح الدین عبدالرحمٰن [۱۹۱۱-۱۹۸۷ء] ہندوستان کے ممتاز مورخ تھے۔ مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی کے بعد دارالمصنّفین اعظم گڑھ کے ناظم منتخب ہوئے اور اخیر سانس تک اس عہدہ کو وقار بخشا۔

سید صباح الدین عبدالرحمٰن ۱۹۱۱ء میں بہار کی ایک مردم خیز بستی دیسنہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد پٹنہ یونیورسٹی سے بی اے اور انگریزی میں ایم اے کیا۔ بعد ازاں فارسی میں بھی ایم اے پاس کیا۔ اس طرح صباح الدین صاحب نے ان دونوں زبانوں پر دسترس حاصل کی جو ہندوستان کی تاریخ نویسی کے لئے انتہائی ضروری خیال کی جاتی ہیں۔ بعد میں انہوں نے جامعہ ملیہ اسلامیہ اور علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے بھی بعض اسناد حاصل کیں۔

تحصیل علم کے بعد مولانا سید سلیمان ندوی نے انہیں بلا کر دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی میں

رفیق مقرر کیا۔ چنانچہ انہوں نے دارالمصنّفین سے زندگی بھر کا پیمان وفا باندھا اور پھر مر کر بھی اس سے جدا نہیں ہوئے۔ دارالمصنّفین میں مزار شبلی کے دائیں مدفون ہیں۔

رفیق کی حیثیت سے بھی انہوں نے دارالمصنّفین کا وقار بڑھایا اور ناظم کی حیثیت سے بھی اس کا وقار بنے رہے۔ اسے بڑی ترقی دی۔ خود بھی متعدد کتابیں لکھیں اور اپنے رفقاء و مصنّفین سے بھی لکھوائیں۔ تاریخ پر ان کا بڑا زبردست کام ہے۔ ہندوستان میں محبت و شیفتگی کے جذبات پیدا کرنے والی تاریخ نگاری کو انہوں نے ترجیح دی۔ اگرچہ انہوں نے رزم اور بزم دونوں کی تاریخ لکھی ہے، لیکن اصلاً وہ بزم کے مورخ تھے۔ اور ان کی بیشتر تصنیفات اسی بزم کا حصہ ہیں۔ ان کی تصانیف کے نام یہ ہیں۔

ہندوستان کے عہد وسطیٰ کا فوجی نظام، بزم تیموریہ (۳ر جلدیں)، بزم مملوکیہ، بزم صوفیہ، مذہبی رواداری، ہندوستان کے عہد وسطیٰ کی ایک جھلک، ہندوستان کے سلاطین علماء و مشائخ کے تعلقات پر ایک نظر، عہد مغلیہ ہندو مسلم مورخین کی نظر میں، ہندوستان کی بزم رفتہ کی سچی کہانیاں، غالب مدح وقدح کی روشنی میں، محمد علی کی یاد میں، صوفی امیر خسرو، بزم رفتگاں، مولانا شبلی نعمانی پر ایک نظر، مولانا سید سلیمان ندوی کی تصانیف ایک مطالعہ، سلاطین دہلی کے عہد میں ہندوستان سے محبت و شیفتگی کے جذبات، عہد مغلیہ میں ہندوستان سے محبت و شیفتگی کے جذبات، یار عزیز، دیوان فغاں مرتبہ، سید محمود، ہندوستان امیر خسرو کی نظر میں، پیر حسام الدین راشدی اور ان کے کارنامے، انتخاب مضامین سید سلیمان ندوی، مقالات سلیمان وغیرہ

ان کی تصنیفات کے عنوان ہی سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ تاریخ نویسی میں ان کا مطمح نظر کیا تھا اور وہ کس طرح کے مورخ تھے۔

علامہ شبلی کے تاریخی مقالات کو انہوں نے بڑے اہتمام سے انگریزی میں منتقل کیا ہے۔ بلکہ اس پہلو سے شبلی شناسی میں کوئی ان کا مدمقابل نہیں۔ اگر ان کے تمام تراجم کو جمع کیا جائے تو علامہ شبلی کے مقالات کا انگریزی میں ایک عمدہ مجموعہ سامنے آ جائے گا۔

۱۸ر نومبر ۱۹۸۷ء کو لکھنو میں جہاں وہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کی مجلس انتظامیہ کے جلسے میں شرکت کے لئے تشریف لے گئے تھے، ایک آوارہ گائے کے حملے میں رکشے سے

گر پڑے اور پھر ایک ٹرک کے زد میں آ گئے ۔ وہیں روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی ۔

انالله وانااليه راجعون.

احاطہ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ میں مزار شبلی کے دائیں تدفین عمل میں آئی ۔ ناچیز نے ان پر کئی مضامین لکھے ہیں جو راقم کی کتابوں 'دارالمصنّفین کی تاریخی خدمات'، 'مطالعات و مشاہدات' اور 'قد اور سائے' میں دیکھے جا سکتے ہیں ۔

---

(۴۸)

ڈاکٹر طالپ یاسرالپ

ڈاکٹر طالپ یاسرالپ ۱۹۴۲ء میں ترکی میں پیدا ہوئے ۔ یونیورسٹی آف مانچسٹر سے بی اے کیا ۔ ۱۹۷۰ء میں ڈپارٹمنٹ آف فزیکل میٹلر جی میں مانچسٹر ہی سے پی ایچ ڈی کی سند لی اور پھر میڈل ایسٹ ٹکنیکل یونیورسٹی (Middle East Technical University) میں اسسٹنٹ پروفیسر کی حیثیت سے کام کیا ۔ ۱۹۷۸ء میں ایسوسی ایٹ پروفیسر کی حیثیت سے استنبول ٹکنیکل یونیورسٹی سے وابستہ ہوئے ۔ ۱۹۸۰ء میں کنگ عبدالعزیز یونیورسٹی جدہ چلے گئے ۔ جہاں ۱۹۸۷ء میں پروفیسر مقرر ہوئے ۔

سائنٹیفک کمیٹی آف توبیتک (Scientific Committee of TUBITAK) کے ۲۰۱۱ء سے اور امیریکن سوسائٹی فار مٹیریلس انٹرنیشنل اینڈ ہیٹ ٹریٹنگ سوسائٹی (American Society for Materials International and Heat Treating Society) کے رکن ہیں ۔

انہوں نے علامہ شبلی نعمانی کی شہرہ آفاق کتاب 'الفاروق' کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا ہے ۔ جس کا مطبوعہ نسخہ ہماری نظر سے گذرا ہے ۔ مگر ترکی زبان سے ناواقفیت کے سبب ہم کچھ سمجھنے سے قاصر رہے ۔ یہی وجہ ہے کہ ہم ڈاکٹر طالپ یاسرالپ کے حالات اور ان کے خیالات سے آگاہی حاصل نہ کر سکے ۔

---

(۲۹)

طیب بخش بدایونی

طیب بخش بدایونی[۱۹۲۷-۱۹۹۲ء]بدایوں کے مشہور عالم دین مولانا یعقوب بخش راغب کے فرزند اور اردو کے ممتاز اہل قلم اور مصنف و مترجم تھے۔انہوں نے کئی کتابیں لکھیں اور بعض کتابیں مرتب کیں۔'انتخاب کلام نازش'[م:۱۹۸۶ء]،'مولوی علی بخش شرر'، 'ظریف شعرائے بدایوں'[م:۱۹۹۲ء]اور اپنے والد مولوی راغب کی سوانح عمری ان کی علمی و ادبی اور سوانحی کاوشیں ہیں۔ان کتابوں کا مقدمہ انہوں نے جس محنت ولگن اور شرح وبسط کے ساتھ لکھا ہے وہ ادبیات پر ان کی گہری نظر کا شاہد ہے۔'ظریف شعرائے بدایوں' کا مقدمہ طنز ومزاح پر کسی اہم کتاب سے کم رتبہ نہیں رکھتا۔اس میں طنز ومزاح کا شاید ہی کوئی ایسا قابل ذکر پہلو ہوگا جسے انہوں نے نظرانداز کیا گیا ہو۔اس کی داد مشہور نقاد پروفیسر آل احمد سرور[۱۹۱۱-۲۰۰۲ء] نے بھی دی ہے۔خاص بدایوں کی ادبی تاریخ پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ان کی بیشتر کاوش بھی بدایوں ہی سے متعلق ہیں۔

جیسا کہ گذشتہ صفحات میں ذکر آچکا ہے کہ مولوی طیب بخش بدایونی نے علامہ شبلی نعمانی کی 'سیرۃ النبی' کو انگریزی جامہ پہنایا ہے۔اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ انہیں ادبیات کے ساتھ سیرت وسوانح سے بھی دلچسپی تھی۔

---

(۳۰)

مولانا ظفر علی خاں

مولانا ظفر علی خاں[۱۸۷۰-۱۹۵۶ء] نامور ادیب،شاعر،مترجم،صحافی،سیاسی رہنما، مشہور مجاہد آزادی اور علامہ شبلی کے تلامذہ میں تھے۔ماہنامہ دکن ریویو حیدرآباد،پنجاب ریویو لاہور،روزنامہ زمیندار لاہور اور ہفت روزہ ستارہ صبح لاہور کے مدیراعلی رہے۔روزنامہ زمیندار لاہور کی ادارت میں سردھڑ کی بازی لگادی۔ضمانتیں ضبط ہوئیں۔قرقیاں ہوئیں۔قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں،مگر نشہ آزادی ذرہ برابر کم نہیں ہوا۔تحریک خلافت اور ملک کی آزادی میں

ان کا بڑا نمایاں حصہ ہے۔

مولانا ظفرعلی خاں جنوری ۱۸۷۳ء میں سیال کوٹ کے ایک گاؤں مہرتھ میں پیدا ہوئے۔میٹرک تک پٹیالہ میں تعلیم پائی۔۱۸۹۲ء میں ایف اے پاس کر کے سری نگر محکمۂ ڈاک میں ملازم ہوئے لیکن افسر سے نہیں بنی۔چنانچہ ملازمت ترک کر کے بی اے کرنے کے لئے ایم اے او کالج علی گڑھ آ گئے۔اس زمانہ میں علامہ شبلی علی گڑھ کالج میں پروفیسر تھے۔یہاں خاص طور پر ان کا درس قرآن بہت مشہور تھا۔مولانا ظفرعلی خاں نے ان کے درس قرآن میں شرکت کی۔ایم اے او کالج علی گڑھ میں وہ علامہ شبلی کے مخصوص تلامذہ میں سے تھے۔

(مولانا سید سلیمان ندوی، مکاتیب شبلی ج ا ص ۳۲۸)

علی گڑھ میں طلبہ کی تنظیم لجنۃ الادب اور اخوان الصفا کے وہ سرگرم رکن رہے۔تحصیل علم کے بعد وہ ریاست حیدرآباد کے دارالترجمہ میں ملازم ہوئے مگر ان کے باغیانہ خیالات کی وجہ سے انگریزوں نے نظام حیدرآباد سے کہہ کر وہاں سے نکلوا دیا۔اس کے بعد وہ اپنے والد کے اخبار زمیندار سے وابستہ ہوئے اور اسے آزادی وحریت کا نقیب بنا دیا۔۲۷/نومبر ۱۹۵۶ء میں گجرانوالہ میں انتقال کیا۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

انہیں ابتدا ہی سے خطابت اور شعرگوئی سے بڑی دلچسپی تھی۔علی گڑھ کالج کی طالب علمی کے زمانہ میں بھی وہ اردو فارسی میں شعر کہتے تھے۔اپنے استاذ علامہ شبلی نعمانی کو شمس العلماء کا خطاب ملنے پر انہوں نے بڑا زبردست فارسی قصیدہ پیش کیا تھا۔جسے مولانا سید سلیمان ندوی نے ان کی مفصل سوانح عمری 'حیات شبلی' میں درج کر دیا ہے۔راقم نے اسے اپنی کتاب ''شبلی سخنوروں کی نظر میں'' میں نقل کیا ہے۔

مولانا ظفرعلی خاں اپنے استاذ علامہ شبلی کا ذکر ہمیشہ بڑے ادب واحترام سے کرتے تھے۔انہوں نے 'الفاروق' کا انگریزی میں جو ترجمہ کیا ہے اور جس کے بے شمار ایڈیشن ہندوپاک سے شائع ہو چکے ہیں، وہ ترجمہ بھی انگریزی داں حلقہ میں ان کے استاذ علامہ شبلی کے تعارف کا ایک ذریعہ بنا۔ان کا یہ ترجمہ بھی اپنے استاذ کو اصلاً ایک خراج عقیدت ہی ہے۔

---

(۳۱)

حاجی عبدالجبار امینؒ

عبدالجبار امین مرحوم وکھار، اولی اسٹریٹ راندیر ضلع سورت صوبہ گجرات کے رہنے والے تھے۔ ان کے والد کا نام حاجی چاند میاں امین تھا۔ ان کے بارے معلوم ہوا کہ بڑے نیک اور صاحب وورع وتقوی بزرگ تھے۔ گجراتی زبان میں انہیں تصنیف وتالیف میں مہارت حاصل تھی۔ 'الفاروق' کے گجراتی ترجمہ کے علاوہ ان کی کسی اور تصنیف کا علم نہیں ہوسکا۔ اور نہ مزید سوانحی حالات معلوم ہوسکے۔

---

(۳۲)

مولانا عبدالجبار صدیقی

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۳۳)

مولانا عبدالرحمٰن خندکار

مولانا عبدالرحمٰن خندکار مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے فیض یافتہ تھے۔ یہاں سے انہوں نے علم حدیث میں کامل کی سند حاصل لی تھی۔ وہ حیدرآباد میں مدرسہ حسینیہ میں برسوں استاذ رہے۔ اصلاً غازی پور ڈھاکہ کے رہنے والے تھے۔

ان کے مزید سوانحی حالات معلوم نہ ہوسکے۔

---

(۳۴)

مولانا عبدالرحیم

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۳۵)

پرنسپل مولانا عبدالرزاق

پرنسپل مولانا عبدالرزاق صاحب بنگلہ دیش کے ممتاز عالم دین، محقق و مصنف اور مترجم تھے۔ان کی بنیادی تعلیم وتربیت ہندوستان میں ہوئی تھی۔ وہ از ہر ہند دارالعلوم دیوبند کے فاضل تھے۔ یہاں انہوں نے دورہ حدیث میں شرکت کی تھی۔

وہ مدرسہ قاسمیہ دارالعلوم نذیر پور میں وائس پرنسپل اور نذیر پور شہید ضلع ڈگری کالج فیروز پور میں پرنسپل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں۔ چونکہ ان دونوں تعلیمی اداروں میں پرنسپل کی حیثیت سے خدمات انجام دیں اس لئے پرنسپل ان کے نام کا ایک جز مشہور ہوگیا۔

پرنسپل مولانا عبدالرزاق ادارۃ المعارف ریسرچ اکیڈمی میر پور ڈھاکہ بنگلہ دیش سے بحیثیت ڈائرکٹر وابستہ رہے۔اور علمی خدمات انجام دیں۔

ان کی مزید حالات معلوم نہ ہو سکے۔

---

(۳۶)

عبدالسلام وکم

عبدالسلام وکم [۱۹۰۵-۱۹۳۵ء] مدراس کی نامور علمی و مذہبی شخصیت مولوی عبدالقادر وکم [۱۸۷۳ - ۱۹۳۲ء] کے بڑے صاحبزادے ہیں۔عبدالقادر وکم ملیالم اہل قلم تھے۔انہوں نے مسلمانوں کی اصلاح وترقی کے لئے کئی رسائل جاری کئے اور کئی کتابوں کا ملیالم میں ترجمہ کیا۔ عبدالسلام وکم انہی کے جانشین اور وارث تھے۔

عبدالسلام وکم موضع وکم مدراس میں ۱۹۰۵ء میں پیدا ہوئے۔وکم میں ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی آئے اور گریجویشن کیا۔ یہ جامعہ کے ابتدائی دور کے طلبہ میں تھے۔ان کے اساتذہ ان کی نیکی ،شرافت اور تعلیمی سرگرمیوں سے بہت خوش رہتے تھے۔ان پر جامعہ کے قوم پرور خیالات وجذبات کے بڑے اثرات مرتب ہوئے۔یہیں وہ علی برادران سے بھی بے حد متاثر ہوئے۔علی برادران بھی انہیں بہت عزیز رکھتے تھے۔ان کے والد مولوی عبدالقادر وکم کے علی

برادران اور گاندھی جی سے دیرینہ تعلقات تھے۔ ۱۹۲۵ء میں گاندھی جی ترویندرم گئے تو مولوی عبدالقادر وکم سے عبدالسلام وکم کے مستقبل کے سلسلہ میں صلاح ومشورہ ہوا۔ لیکن یہ نہیں معلوم ہوا کہ کیا طے پایا۔

عبدالسلام وکم تحصیل علم کے بعد ادب اور سماجی میں اصلاحات میں سرگرم ہوئے۔ اور سب سے پہلے قوم پرست اخبار 'الامین' سے وابستہ ہوئے۔ جسے مشہور مجاہد آزادی محمد عبدالرحمٰن نکالتے تھے۔ عبدالسلام وکم اس اخبار میں اردو خبروں اور اردو مضامین کا ترجمہ کیا کرتے۔ جو ان کے کالم میں شائع ہوتا تھا۔

اخبار 'الامین' کے علاوہ انہوں نے رسالہ 'ایکم' (ایکتا) میں بطور نائب مدیر کے کام کیا۔ جس کے مدیر ان کے والد کے دوست کے، ایم، سیٹھی تھے۔ سیٹھی کیرالہ مسلم لیگ کے بانی اور کیرالہ لیجسلیٹیو اسمبلی کے اسپیکر بھی رہے۔ بعدازاں اپنے والد کے رسالہ 'دیپکا' کو بھی مرتب کیا اور اس کی اشاعت میں خاصی دلچسپی لی۔ یہ میگزین اسلامیہ پبلشنگ ہاؤس وکم سے شائع ہوتی تھی۔ یہ رسالہ اور اسلامیہ پبلشنگ ہاؤس ان کے والد نے قائم کیا تھا۔ اسلامیہ پبلشنگ ہاؤس سے شائع ہونے والی پہلی علمی کتاب 'الفاروق' کے پہلے حصہ کا ملیالم ترجمہ تھا۔ دوسرے حصہ کا وہ ترجمہ کررہے تھے کہ وقت موعود آپہنچا۔ اور ۱۹۳۵ء میں ۳۰ رسال کی عمر میں وفات پائی۔

انہیں حضرت عمر فاروقؓ اور 'الفاروق' سے اس قدر لگاؤ تھا کہ ان کے اکلوتے صاحبزادے کا نام فاروق رکھا گیا۔

'الفاروق' کے حصہ اول کا ملیالم ترجمہ شائع ہوا تو بے حد پسند کیا گیا۔ بعض اہل قلم اور دانشوروں نے کہا کہ تصانیف شبلی کا ترجمہ عبدالسلام وکم بغیر اس کی روح کھوئے کرنے پر قادر ہیں۔ (یہ تفصیل ان کے پوتے نے فراہم کی ہے۔)

---

(۳۷)

عبدالصمد خاں شہید

عبدالصمد خاں اچک زئی [۱۹۰۷-۱۹۷۳ء] ابن نور محمد خاں۔ مجاہد آزادی، ادیب، اہل

قلم اور سیاست داں کئی حیثیتوں کے مالک تھے۔ ۷/ جولائی ۱۹۰۷ء کو بلوچستان کے ایک گاؤں 'گلستاں' میں پیدا ہوئے۔ گلستاں ہی میں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ عربی، فارسی اور پشتو زبان سیکھی۔ علاوہ ازیں احادیث اور فقہ بھی پڑھی اور ان علوم کا گہرائی سے مطالعہ کیا۔

آزادی سے پہلے بلوچستان کانگریس کے سربراہ مقرر ہوئے اور برسوں اس عہدہ پر فائز رہے۔ بعد میں پختون خواہ نیشنل عوامی پارٹی کی تشکیل کی۔ ۱۹۷۰ء میں بلوچستان اسمبلی کے رکن بھی منتخب ہوئے۔

آزادی وطن کے لئے انگریزوں سے نبرد آزما اور ان کے خلاف جدو جہد میں پیش پیش رہے۔ 'ہندوستان چھوڑو' تحریک میں سرگرم حصہ لیا۔ اس کی پاداش میں سخت قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ آزادی کے بعد جنرل ایوب خان کے مارشل لا کی مخالفت کی تو انہوں نے بھی جیل بھجوادیا۔ اس طرح عبدالصمد خاں شہید نے غیروں اور اپنوں کے ناروا سلوک کے سبب زندگی کے ۳۵/ سال جیل میں گذارے۔

۲/ دسمبر ۱۹۷۳ء کو وہ اپنے مکان میں سو رہے تھے کہ شر پسندوں نے ان پر حملہ کر کے شہید کر دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

اپنے گاؤں گلستاں میں سپرد خاک ہوئے۔

عبدالصمد خاں اچک زئی شہید نے کئی علمی کارنامے انجام دئے ہیں۔ ان میں ایک علامہ شبلی نعمانی کی 'سیرۃ النبی' کا پشتو ترجمہ بھی شامل ہے۔ اس کے علاوہ انہوں نے مولانا ابوالکلام آزاد [۱۸۸۸-۱۹۵۸ء] کی 'تفسیر ترجمان القرآن' کو بھی پشتو زبان میں منتقل کیا ہے۔ 'افق آزادی' اور امام محمد غزالی کی 'کیمیائے سعادت' کو بھی انہوں نے پشتو جامہ پہنایا ہے۔

تراجم کے علاوہ پشتو میں بعض طبع زاد کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان میں ان کی خودنوشت 'زما ژوند' خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ پشتو طلبہ کے لئے ایک پشتو لغت 'صمد اللغات' بھی ان کی اہم اور قابل ذکر کاوش ہے۔ صحافت سے بھی وابستہ رہے۔ ۱۹۳۸ء میں کوئٹہ سے ہفت روزہ 'استقلال' جاری کیا۔ (وفیات اہل قلم ص ۲۷۶)

---

(۳۸)

عبدالغنی عارف

جناب عبدالغنی عارف [پ: ۱۹۴۵ء] وانگٹ کنگن سری نگر میں ۱۹۴۵ء میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی پرائمری تعلیم کے بعد کشمیر یونیورسٹی سے ادیب کا امتحان پاس کیا۔ گوجری زبان کے ادیب اور شاعر ہیں۔ گوجری میں دو کتابیں 'چھمر چھاں' اور 'تاہنگ' لکھ چکے ہیں۔ سفرنامہ ابن بطوطہ، الرحیق المختوم اور علامہ شبلی کی 'سیرۃ النعمان' کا گوجری زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ گوجری غزل اور گوجری نعت پر مضامین کے دو مجموعے بھی مرتب کر چکے ہیں۔

عبدالغنی عارف صاحب گوجر ہیں اور گوجری زبان ہی میں دادِ سخن دیتے ہیں۔ عارف ان کا تخلص ہے۔ باباں گری وانگٹ ضلع گاندربل سری نگر، کشمیر ان کا وطن ہے اور فی الحال عبدالغنی عارف صاحب وہیں مقیم ہیں۔

ان کا ترجمہ سیرۃ النعمان جموں کشمیر کلچرل اکیڈمی نے شائع کیا ہے۔

---

(۳۹)

عبدالکریم خان مظلوم

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہو سکیں۔

---

(۴۰)

عبداللہ پالاساری

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہو سکیں۔

---

(۴۱)

عبداللہ دانش۔ ایم اے

عبداللہ دانش صاحب [پ: ۲۲/اگست ۱۹۶۲ء] ضلع مئو کے ایک گاؤں بندی گھاٹ کے

باشندہ ہیں۔اپنے بچوں کی تعلیم وتربیت کی غرض سے آج کل علی گڑھ میں مقیم ہیں۔وہ عربی میں ایم اے ہیں۔انہیں انگریزی اور ہندی زبانوں پرترجمہ کی قدرت حاصل ہے۔متعدد کتابوں کا ترجمہ اردو سے ہندی، ہندی سے اردو،اردو سے انگریزی اورانگریزی سے اردو میں کر چکے ہیں۔ اس سے ان کی دسترس اورزبان دانی کا بھی اندازہ لگایا جاسکتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ وہ ترجمہ نگاری میں مہارت رکھتے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی کی مشہور کتاب 'الفاروق' کے ہندی ترجمہ کا ذکر اوپر آ چکا ہے۔اس کے علاوہ ان کی بعض اور کتابوں کا بھی انہوں نے ترجمہ کیا ہے، جوابھی شائع نہیں ہوئی ہیں۔علامہ شبلی نعمانی کے سوادارالمصنّفین کے سابق نظما مولانا سید سلیمان ندوی،مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی اورسید صباح الدین عبدالرحمٰن کی متعدد کتابوں کا بھی ہندی میں ترجمہ کیا ہے۔جن میں بعض شائع ہوگئی ہیں اور بعض زیر اشاعت ہیں۔ان کے چند تراجم کے نام یہ ہیں:

فی ظلال القرآن پارہ عم۔محمد سے وفا۔غلط فہمیاں۔تاریخ اسلام (چاروں جلدیں)۔ مسلم حکمرانوں کی رواداری۔دین رحمت۔سیرت عائشہ۔خطبات مدراس وغیرہ۔

دینی کتابوں کے ساتھ بعض سائنسی کتابوں کا بھی ترجمہ ان کی فہرست تراجم میں شامل ہے۔سینئرسکنڈری کی فزکس کی دوجلدوں کوبھی انہوں نے اردو جامہ پہنایا ہے۔

لائق مترجم کی اس صلاحیت اور جذبہ خدمت کے سبب انسٹی ٹیوٹ آف آبجکٹیو اسٹڈیز گائیڈنس پبلی کیشن،دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اور بعض دوسرے اداروں کوفائدہ پہنچا ہے۔ان تراجم کے علاوہ بعض کتب ورسائل بھی فاضل مترجم کے قلم سے نکل کرشائع ہوئے ہیں۔جیسے خدمت خلق یاحقوق العباد،مسلم معاشرہ میں برادری واد،قرطاس ابیض وغیرہ۔

---

(۴۲)

انجینئر عبدالمالک میمن

انجینئر عبدالمالک[پ:۱۷رجون۱۹۵۳ء]ابن عبدالحق میمن شکارپورسندھ پاکستان کے رہنے والے ہیں۔انہوں نے انجینئرنگ میں ماسٹرڈگری حاصل کی ہے۔ان کا شمارسندھ اور

سندھی زبان کے نامور اہل قلم میں ہوتا ہے۔ان کی تصنیفات،تالیفات،تراجم اور مرتبہ کتب کی تعداد۶۲ رہے۔ان میں چند کے نام محترم مولانا محمد ادریس سندھی سومرو صاحب نے لکھے ہیں۔

سندھی تصانیف:

قرآنی سورتیں، ماحولیاتی آلودگی،سائنسی راز،عورت،عظیم عورتیں،سہنو سردار، رہنمائے حج وعمرہ،کامیاب زندگی ماخوذ از آداب زندگی۔

مرتبہ کتب:

ترجمہ قرآن سندھی ازعبداللہ تونیہ،تفسیرابن عباسؓ،تفہیم القرآن مختصر، انسان کی تاریخ (۵ رحصے)از ڈاکٹر حبیب اللہ۔

تراجم:

ترجمہ قرآن مجید از حافظ صلاح الدین یوسف۔تفسیرابن کثیر جلداول۔ حدیث کی ضرورت واہمیت از خلیل الرحمٰن چشتی۔الفاروق ازمولانا شبلی نعمانی۔سیرت ذوالنورین ازمولانا رفیق دلاوری۔معرکہ ایمان ومادیت ازمولانا سیدابوالحسن علی میاں ندوی۔کیا ہم مسلمان ہیں؟ ازشمس نوید عثمانی۔

---

(۴۳)

عبدالمجید

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۴۴)

ڈاکٹرعبدالمجید میمن

ڈاکٹرعبدالمجیدابن حاجی غلام حسین میمن سندھی [۱۹۳۱-۱۹۹۶ء] کا شمار سندھی زبان و ادب کے ممتاز محقق ومصنف،مترجم،نقاد،مورخ اور ماہر تعلیم کی حیثیت سے کیا جاتا ہے۔ان کی کتاب سندھی ادب کی مختصر تاریخ بہت مقبول ہوئی اوراس کی وجہ سے انہیں بڑی شہرت ملی۔

ڈاکٹر عبدالمجید میمن صاحب ۱۱ر ستمبر ۱۹۳۱ء کو ماڑی تعلقہ لکی ضلع شکار پور میں پیدا ہوئے۔ پی ایچ ڈی تک تعلیم حاصل کی۔ پھر گورنمنٹ پاکستان کالج خیر پور سندھ کے پرنسپل مقرر ہوئے۔ نیک نامی سے ملازمت کی اور نیک نامی سے سبکدوش ہوئے۔ ۱۱ر فروری ۱۹۹۶ء کو لاڑکانہ میں انتقال کیا اور لاڑکانہ سندھ ہی میں تدفین عمل میں آئی۔

جیسا کہ گذشتہ سطور میں ذکر آچکا ہے ڈاکٹر عبدالمجید اردو اور سندھی کے ایک بڑے مصنف و مترجم اور ماہر تعلیم تھے۔ انہوں نے متعدد گراں مایہ کتابیں بھی لکھیں۔ افادیت کے پیش نظر یہاں ان کی کتابوں کی فہرست درج کی جاتی ہے:

تذکرہ شہباز [۱۹۶۴ء]، تذکرہ شعرائے سکھر [م:۱۹۶۵ء]، فکر بیدل [م:۱۹۷۱ء]، تاریخ قوم بکڑا [م:۱۹۶۶ء]، جوتیون جواہرن جون [م:۱۹۷۱ء]، سندھی ادب جو تاریخی جائزہ [م:۱۹۷۲ء] حضرت شہباز قلندر [م:۱۹۷۵ء]، سندھی میں نعتیہ شاعری [سندھی، م: ۱۹۸۰]، سندھی ادب کی مختصر تاریخ اردو [م:۱۹۸۳ء]، سچل جو سنیہوں [م:۱۹۸۴ء]، سیرۃ النبیؐ [م: ۱۹۸۶ء]، سندھی ادب، ثقافت تی اسلامی اثرات [م:۱۹۸۹ء]، لسانیات پاکستان۔ اردو [م: ۱۹۹۲ء]، نگارشات سندھ۔ اردو [م:۱۹۹۲ء] پاکستان میں صوفیانہ تحریکیں۔ اردو [م:۱۹۹۴ء] گھڑیوں گھاریم جن سین۔ خاکے [م:۱۹۹۴ء]، سندی ادب جو تنقیدی ابیاس [م:۱۹۹۸ء]، سندھ سیاجن جی نظر میں [م:۲۰۰۱ء] بیان العارفین مرتبہ ملفوظات کلام شاہ عبدالکریم۔ وغیرہ

ان کی گراں قدر خدمات کے صلہ میں حکومت پاکستان نے انہیں ۱۹۸۲ء میں تمغہ امتیاز سے سرفراز کیا۔

ڈاکٹر عبدالمجید میمن ۱۱ر فروری ۱۹۳۱ء کو ضلع شکار پور سندھ میں پیدا ہوئے۔ شکار پور میں ابتدائی تعلیم حاصل کرنے کے بعد سندھ یونیورسٹی جام شورو سے بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی اسنادلیں۔ ۱۱ر ستمبر ۱۹۹۶ء کو لاڑکانہ پاکستان میں وفات پائی۔ ان کا ترجمہ 'سیرۃ النبی' علاقہ سندھ میں بہت مقبول و متداول ہے۔

(وفیات اہل قلم ص ۲۹۲)

---

(۴۵)

ملازئی عبدالوہاب سربازی

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۴۶)

عثمان زکی

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۴۷)

عزیزالرحمٰن سیفی

عزیزالرحمٰن سیفی چیرمین ڈپارٹمنٹ آف سوشل سائنس محمد علی جناح یونیورسٹی کراچی اردو اور پشتو دونوں زبانوں میں کتب ومقالات لکھے ہیں۔خلیل جبران کی کتاب جس کا اردو ترجمہ قاضی عبدالغفار نے کیا تھا،اسے انہوں نے 'ہغہ ووئیل' کے نام سے پشتو زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ ۱۱۰رصفحات کی اس کتاب کو۱۳۳۶ھ میں پشتو تولنہ کابل نے شائع کیا ہے۔اسی طرح علی فکری کی کتاب 'ہوم پروز پریٹ' جس کا پشتو نام 'دکورنیکمرغی' ہے،کو بھی انہوں نے پشتو میں ترجمہ کیا ہے۔ جو۱۳۳۹ش میں وومن ایسوسی ایشن کابل کی جانب سے شائع ہوئی ہے۔

ڈاکٹر عزیزالرحمٰن سیفی نے فقہ،سیرت وسوانح اور سوشل سائنس کے موضوعات پر قرآن و حدیث کی روشنی میں چند تحقیقی مقالات لکھے ہیں،جو پاکستان کے موقر مجلّات میں شائع ہوئے ہیں۔ان کے بارہ میں مزید معلومات نہ مل سکیں۔

---

(۴۸)

عمر رضا دوغرل بک

عمر رضا دوغرل بک[۱۸۹۳-۱۹۵۲ء] نامور ترک اسلامی اسکالر،مصنف ومترجم اور محقق

تھے۔۱۸۹۳ء میں قاہرہ مصر میں پیدا ہوئے۔جامعہ از ہر میں دینی علوم کی تحصیل و تکمیل کی۔۱۹۱۱ء میں گریجویشن کے بعد اپنے وطن ترکی واپس آئے اور یہاں مختلف عہدوں پر کام کیا۔اولاً ترک اسمبلی کے ڈپٹی لیڈر منتخب ہوئے۔ جنگ عظیم اول کے زمانہ میں انہوں نے سیاسی مضامین لکھے۔ ایک صحافی کی حیثیت سے انہوں نے کئی اہم کام انجام دئے۔ جب وہ قاہرہ میں تھے تو اخبار ' السیاسی' میں سیاسی مضامین لکھا کرتے تھے۔ترکی میں رسالہ 'توحید افکار' سے بھی بحیثیت صحافی کچھ دنوں تک وابستہ رہے۔ان کے علاوہ کئی ترکی اخبارات ورسائل 'جمہوریت، اقدام، اقسام، سون پوستہ اورٹان میں تاریخی اور سیاسی مضامین لکھے۔ چونکہ تحریک پان اسلام ازم سے بہت متاثر تھے، اس لئے ان کے بیشتر کام اوران کی سرگرمیاں اس تحریک کو مضبوط کرنے والے ہیں۔اس کے لئے انہوں نے مضامین کے علاوہ بعض کتابیں بھی سپرد قلم کیں۔مختلف علمی و دینی موضوعات پر ان کی ایک درجن سے زاید کتابیں شائع ہوئی ہیں۔ان کی کتابیں ترکی زبان میں ہیں۔اوراسلامیات قرآن مجید، حدیث، تاریخ اسلام اور سیرت وسوانح سے متعلق ہیں اوراپنے طرز فکر کی وجہ سے ترکوں میں بہت مقبول ومتداول رہیں۔ترکی زبان اورترکی رسم الخط میں ہونے کے سبب ان کی کتابوں کے نام اور دوسری تفصیلات درج نہیں کی جاسکیں۔اس محرومی پر ہمیں اس لئے افسوس ہے کہ یہاں کوئی اوران کے بارے میں بتانے والا بھی نہیں ہے۔

عمر رضا دوغرل بک انگلش اور عربی دونوں زبانوں سے بخوبی واقف تھے۔یہی وجہ ہے کہ وہ اسلامیات سے متعلق متعدد کتابیں لکھنے اور ترجمہ کرنے میں کامیاب ہوئے۔علامہ شبلی نعمانی کی 'الفاروق' اور 'سیرۃ النبی' کا انہوں نے ترکی میں ترجمہ کیا۔یہ ترجمہ اصلاً انہوں نے مسٹر ظفر حسن ایبک کی مدد سے کیا ہے۔ظفر حسن ایبک نے ان کتابوں کو اولاً انگریزی میں منتقل کیا۔ جسے عمر رضا نے ترکی جامہ پہنایا،لیکن یہ نہیں معلوم ہوسکا کہ علامہ اقبال کی شاعری سے انہوں نے کس طرح استفادہ کیا۔

علامہ شبلی کے علاوہ انہوں نے سیرت پر خلیل جبران کی کتاب کو بھی ترکی جامہ پہنایا ہے۔ عالمی مسلم کانفرنس منعقدہ پاکستان جو فروری ۱۹۵۱ء میں کراچی پاکستان میں منعقد ہوئی تھی، اس میں انہوں نے ترکی وفد کے سربراہ کی حیثیت سے شرکت کی تھی۔وہ ترک پاک کلچرل ایسوی ایشن

کے صدر بھی رہے۔

۱۳/ مارچ ۱۹۵۲ء کو استنبول میں انتقال کیا اور وہیں سپرد خاک کئے گئے۔

---

(۴۹)

پروفیسر غلام عباس سریوال

پروفیسر غلام عباس [پ: ۷/ جولائی ۱۹۵٦ء] ولد الہہ بچایو سریوال سندھی زبان وادب کے ایک بڑے ادیب اور اہل قلم تھے۔ جن لوگوں نے سندھی زبان وادب کی خاموشی سے خدمت انجام دی ان میں ایک نمایاں نام پروفیسر غلام عباس سریوال کا بھی ہے۔ ان کا شمار سندھی ادب کے زندہ دل ادیبوں میں ہوتا ہے۔ وہ ایک محقق کی حیثیت سے بھی معروف ہیں۔

پروفیسر غلام عباس سریوال ۷/ جولائی ۱۹۴٦ء کو تعلقہ ٹنڈو الہیار ضلع حیدرآباد کے قریب ایک گاؤں 'غلام حیدر سریوال' میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر عبدالرحمٰن قریشی نے لکھا ہے کہ وہ بڑے متین اور سنجیدہ مزاج ادیب تھے۔ انہوں نے اپنی محنت و لگن سے بڑا نام پیدا کیا۔ اقتصادیات پر ان کی بڑی گہری نظر تھی۔ انہوں نے سندھی زبان میں متعدد کتابیں لکھیں۔ ان میں علم اقتصادیات اور 'قرآن، عقل اور سائنس' کو سندھی ادب میں خاص اہمیت حاصل ہے۔

---

(۵۰)

غلام قادر

پشتو اہل قلم غلام قادر کے سوانحی حالات اور خدمات کی تفصیل دستیاب نہ ہوسکی۔

---

(۵۱)

فضل الرحمٰن

''سیرۃ النبی'' کے انگریزی مترجم فضل الرحمٰن [۱۹۰۵-۱۹٦٦ء] صاحب ۱۹۰۵ء میں ڈھاکہ میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد اعلیٰ تعلیم ڈھاکہ یونیورسٹی سے حاصل کی۔ ۱۹۲۹ء

میں ایم اے کیا اور ۱۹۳۳ء میں ایل، ایل، بی، کی سند حاصل کی۔ بعدازاں ڈھاکہ ہائی کورٹ میں وکالت شروع کی اور ۱۹۳۴ سے ۱۹۳۷ء تک وکالت کرتے رہے۔

فضل الرحمٰن صاحب بنگال میں سہروردی حکومت میں وزیر رہے۔ آزادی کے بعد جمہوریہ پاکستان میں مختلف عہدوں پر فائز رہے۔ اور بڑی نیک نامی حاصل کی۔

۱۹۳۸ء میں کلکتہ یونیورسٹی کے فیلو نامزد ہوئے اور ۱۹۴۷ء تک اس پر فائز رہے۔ رائل ایشیاٹک سوسائٹی آف بنگال نے بھی انہیں اپنا رکن بنایا۔ ۱۹۳۴-۱۹۴۶ء تک بنگال لجسلیٹیو اسمبلی کے رکن رہے۔ ۱۹۳۴ء سے ۱۹۴۷ء تک ایگزیکٹیو کونسل یونیورسٹی آف ڈھاکہ کے بھی رکن رہے۔ آزادی سے پہلے ۱۹۴۶ء میں بنگال حکومت میں وزیر خزانہ اور آزادی کے بعد ۱۹۴۸ء میں پاکستان میں تعلیم، داخلہ، اطلاعات ونشریات کے وفاقی وزیر رہے۔ ۱۹۴۷ء میں آل پاکستان ایجوکیشنل کانفرنس کے کنوینر بھی رہے۔

فضل الرحمٰن صاحب پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی کے بانی تھے۔ اور ۱۹۵۰ سے ۱۹۶۶ء تک پاکستان ہسٹاریکل سوسائٹی کراچی (پاکستان) کے صدر بھی رہے۔ انگریزی میں لکھتے تھے۔ مندرجہ ذیل کتابیں ان کی یادگار ہیں۔

1-New Education in the Making of Pakistan (London,1953)

2-Pakistan One the Indivisible (Karachi,1960

3-Legislative Privileges under the Indian Constitution (art, MR,Dec,1938, pp698-700

4-Rendered into English Maulana Shibli Nomani's Seerat un Nabi

۱۸/دسمبر ۱۹۶۶ء کو ڈھاکہ میں وفات پائی۔ اور ڈھاکہ ہی میں سپرد خاک کئے گئے۔

پروفیسر احمد سعید مرحوم کی کتاب 'مسلم انڈیا' کے تیس سال میں ان کا تذکرہ موجود ہے۔ میری خواہش پر پروفیسر احمد سعید صاحب نے یہ تفصیلات بھیجی تھیں۔ افسوس پروفیسر احمد سعید صاحب نے بھی داغ مفارقت دیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون۔

(Muslim India 1857-1947, by Prof. Ahmad Saeed. Pakistan Historical Resarch Instt, Lahore 1997,Page 86-87)

---

(۵۲)

فہمی المدرس

فہمی بن عبدالرحمٰن المدرس [۱۸۷۳-۱۹۴۴ء] ایک بڑے اہل علم، ادیب وشاعر اور مصنف ومترجم تھے۔ بغداد میں پیدا ہوئے۔شیخ بہاء الحق الہندی، شیخ نعمان آلوسی، عبدالرحمٰن الشواف، عبدالرحمٰن القرۃ داغی اور شیخ اسماعیل الموصلی سے تحصیل علم کیا۔فنون کی تحصیل علامہ محمود شکری آلوسی اور میرزا موسی سے کی۔

اپنی مادری زبان عربی میں مہارت تامہ کے ساتھ یہ ترکی اور فارسی سے بھی بخوبی واقف تھے۔ بلکہ اس قدر واقف تھے کہ بآسانی ترجمہ کر سکتے تھے۔استانبول میں عرصہ تک جامعہ عثمانیہ میں علوم وفنون کے استاذ رہے۔ وہیں انہوں نے غالباً ''الفاروق'' کا ترکی سے عربی میں ترجمہ کیا۔اس کا اگرچہ کوئی پختہ ثبوت نہیں ہے کہ ترجمہ انہی نے کیا ہے۔تاہم قیاس ہے کہ چونکہ یہ ترجمہ استانبول میں'الفاروق' کے ترکی ترجمہ سے عربی میں منتقل کیا گیا ہے اور فہمی المدرس ترکی زبان سے واقف تھے۔اور انہی کے اثاثہ میں ۱۹۴۴ء میں یہ ترجمہ عراقی اکیڈمی بغداد میں آیا تھا، اس لئے یقیناً یہ انہی کی کاوش ہے۔چونکہ ترجمہ کے آخر میں ۱۹۴۴ء لکھا ہوا ہے، اس لئے یہ قیاس کیا جاسکتا ہے کہ یہ فہمی المدرس کی غالباً آخری علمی کاوش ہے۔

دکتور صباح یاسین الاعظمی مدیر مہتمم عراقی اکیڈمی بغداد نے اسے مرتب کر کے شائع کرایا ہے۔دکتور صباح الاعظمی نے اس ترجمہ کو بارہ فصول میں تقسیم کیا ہے۔ان کے عناوین بھی متعین کئے ہیں۔اور بقول ممتاز محقق ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی یہ ترجمہ زیادہ تر'الفاروق' حصہ دوم کے مباحث پر مشتمل ہے۔

فہمی المدرس نے ترجمہ'الفاروق' کے علاوہ بھی کئی اور کتابیں سپرد قلم کیں۔ان میں تاریخ ادبیات العربیہ باللغۃ الترکیہ۔ مقالات سیاسیہ تاریخیہ اجتماعیہ اور حکمۃ التشریع الاسلامی وغیرہ خاص قابل ذکر ہیں۔علاوہ ازیں فہمی المدرس نے متعدد علمی وتحقیقی مقالات بھی لکھے ہیں۔ان کا ایک مجموعہ'مقالات فہمی' بھی شائع ہوا ہے۔

(۵۳)

فیض احمد ایڈوکیٹ

جناب فیض احمد ایڈوکیٹ [یکم جولائی ۱۹۵۴ء] اعظم گڑھ کے ایک ممتاز وکیل اور سماجی کارکن ہیں۔ ملت کی فلاح و بہبود کے لئے فکر منداور کوشاں رہتے ہیں۔

فیض احمد ایڈوکیٹ صاحب اعظم گڑھ کے ایک موضع بسہم میں یکم جولائی ۱۹۵۴ء کو پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم کے بعد شبلی نیشنل انٹرمیڈیٹ کالج سے انٹرمیڈیٹ اور شبلی نیشنل پی جی کالج اعظم گڑھ سے ۱۹۷۴ء میں بی اے کیا۔ ۱۹۷۷ء میں گورکھ پور یونیورسٹی سے ایل ایل بی کی سند لیں۔ اعظم گڑھ میں عرصہ تک کامیاب وکالت کے بعد حج بیت اللہ کے لئے گئے اور واپس آنے کے بعد وکالت ترک کردی۔ اب لکھنو میں مقیم اور رفاہی کاموں میں سرگرم ہیں۔ ایک کتاب کی تصنیف بھی ان کے پیش نظر ہے۔

فیض احمد صاحب علامہ شبلی کے قائم کردہ شبلی نیشنل پی جی کالج کی سوسائٹی کے رکن اور اس کی ترقی کے لئے کوشاں رہتے ہیں۔ سنجیدہ، متین اور باوقار شخصیت کے مالک ہیں۔ علامہ شبلی سے جذباتی تعلق کی بنا پر الفاروق کا قومی زبان ہندی میں ترجمہ کر کے شائع کیا ہے۔ ان کا ترجمہ سادہ، سلیس اور عام فہم ہے۔

فیض احمد ایڈوکیٹ صاحب ہمارے دیرینہ کرم فرما ہیں۔ میں ان سے گذارش کروں گا کہ وہ علامہ شبلیؒ نعمانی کی دیگر تصنیفات جیسے سیرۃ النعمان جس میں رومن لا کا ذکر ہے۔ اور بعض تاریخی مقالات جیسے الجزیہ، جہاں گیر اور تزک جہانگیری، ہندو مسلم اتحاد وغیرہ کو بھی ہندی زبان میں منتقل کردیں۔ تاکہ علامہ شبلی کی شخصیت اور ان کے افکار و نظریات سے ہندی داں بھی واقف ہوسکیں۔

---

(۵۴)

کوثر بن خالد

بنگلہ ادیب کوثر بن خالد کے احوال و آثار کی تفصیل معلوم نہیں ہوسکی۔

---

(۵۵)

کے،سی،کوموکٹی مولوی

کے،سی،کوموکٹی،مولوی کنڑ (Kannad) زبان کے اہل قلم اورمترجم تھے۔ان کی حالات وسوانح معلوم نہیں ہوسکے۔ان کے نام کے آگے اگرمولوی نہ لکھاہوتاتوہمیں مترجم کا مذہب بھی نہیں معلوم ہوتا۔ان کے حالات اگرملتے تویقیناً دلچسپی کاباعث ہوتے۔اوراس سے یہ بھی معلوم ہوتا کہ مسلمانوں نے اپنے دور میں کنڑزبان وادب میں کیا کام کیا۔؟اور یہ کہ وہ متعصب نہیں تھے۔جیسا کہ ثابت کیاجارہاہے۔

---

(۵۶)

گل محمد زکریا

گل محمد زکریافارسی زبان کے ادیب اوراہل قلم تھے۔ان کے سوانحی حالات معلوم نہ ہوسکے۔

---

(۵۷)

مولانا لطف الرحمٰن

جناب مولانالطف الرحمٰن صاحب مدرسہ عالیہ ڈھاکہ کے فاضل تھے۔اس سے انہوں نے حدیث میں ’کامل‘ کی سندلی تھی۔انہوں نے ڈھاکہ یونیورسٹی سےعربی زبان وادب میں بی اےآنرس کیاتھا۔مزیدسوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۵۸)

محسن مہاجر

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۵۹)

مولانا محمد اختر۔ ایم اے

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۶۰)

مولانا محمد اسرائیل

مولانا محمد اسرائیل[۱۹۱۱-۱۹۸۶ء] ممتاز عالم ومصنف اور شعبہ السنہ شرقیہ پشتو اکیڈمی پشاور کے مترجم تھے۔ انہوں نے کئی کتابوں کے پشتو میں ترجمے کئے۔ شبلی وسلیمان کی سیرۃ النبی کی ۶ رجلدوں کو پشتو جامہ پہنایا۔ اسی طرح رحمت عالم، سیر الصحابہ اور ارسطو کی کتاب الشعر کو بھی پشتو زبان میں منتقل کیا۔ ایک کتاب تواریخ حافظ رحمت خاں کا اردو میں ترجمہ کیا۔ قاضی محمد صدرالدین نقشبندی کی کتاب 'صدرالکلام' ایڈٹ کر کے شائع کرایا۔

مولانا محمد اسرائیل صاحب ۱۱رجنوری ۱۹۱۱ء کو جھنڈا صوابی میں پیدا ہوئے۔ ۱۷را کتوبر ۱۹۸۶ء کو وفات پائی۔ اور جھنڈا ہی کی خاک کے سپرد ہوئے۔ ان کی تدفین احاطہ بابا جھنڈا صوابی ضلع مردان میں ہوئی۔

---

(۶۱)

مولانا محمد اسماعیل

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۶۲)

محمد اسماعیل بھالدار

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۶۳)

مولانا محمد اسماعیل مدراسی ندوی

مولانا محمد اسماعیل مدراسی ندوی مدراس کے رہنے والے اور ندوۃ العلماء لکھنو کے فاضل تھے۔ قاہرہ یونیورسٹی سے انہوں نے پی ایچ ڈی کی تھی۔ مصر کے بعد وہ الجزائر منتقل ہو گئے تھے۔ اور وہیں اپنی خدمات انجام دیتے ہوئے جنت کو سدھارے۔ انہوں نے مصر کے زمانہ قیام میں علامہ شبلی کی 'سیرۃ النبیؐ' کا عربی میں ترجمہ کیا۔ الجزائر میں وفات کے بعد جب ان کا علمی اثاثہ مدینہ یونیورسٹی منتقل ہوا تو اس میں 'سیرۃ النبیؐ' جلد اول کا عربی ترجمہ بھی تھا۔ حالانکہ وہ مصری حکومت کی وزارت داخلہ میں طباعت کے لئے پیش کیا تھا۔ غالباً وہاں اشاعت منظور نہیں ہوئی۔ ناظم دارالمصنّفین سید صباح الدین عبدالرحمٰن [۱۹۱۱-۱۹۸۷ء] کو سعودی عرب کے ایک سفر میں معلوم ہوا کہ سیرت کا عربی ترجمہ مدینہ یونیورسٹی کے کتب خانہ میں محفوظ ہے۔ چنانچہ انہوں نے اسے حاصل کیا۔ اور اپنے ساتھ دارالمصنّفین اعظم گڑھ لائے۔ اس کے حصول میں معروف محقق ڈاکٹر محمد اجمل ایوب اصلاحی نے بھی کوشش کی تھی۔ مگر وہ اسے شائع نہ کر سکے۔ ان کی وفات کے بعد مولانا ضیاء الدین اصلاحیؒ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی کے ناظم مقرر ہوئے، مگر وہ بھی کوشش کے باوجود شائع کرنے میں ناکام رہے۔ وہ مسودہ عرصہ تک کبھی ندوہ میں اور کبھی دارالمصنّفین میں لیت و لعل کا شکار رہا اور بالآخر شائع نہ ہو سکا۔

---

(۶۴)

ڈاکٹر محمد اکرم ندوی

ڈاکٹر محمد اکرم ندوی صاحب [پ: ۱۹۶۴ء] ندوۃ العلماء کے نامور فرزند اور ممتاز عالم و مصنف ہیں۔ شیراز ہند ضلع جون پور کے موضع جمد ہا میں ۱۹۶۴ء میں پیدا ہوئے۔ گاؤں میں ابتدائی تعلیم کے بعد مانی کلاں اور مولانا آزاد تعلیمی مرکز اسرہٹہ میں تعلیم پائی۔ پھر ۱۹۷۸ء میں ندوہ آئے اور ۱۹۸۲ء میں حدیث میں تخصص کیا۔ بعد ازاں لکھنو یونیورسٹی سے بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی اسناد لیں۔ عربی زبان و ادب پر ان کی بڑی گہری نظر ہے۔ ان کے قلم سے عربی

میں متعدد کتابیں نکل کر مطبوع ومقبول ہوچکی ہیں۔ چند کے نام یہ ہیں۔

اصول الشاشی،بستان المحدثین،الفقه الاسلامی، مختصر فی اصول الفقه الاسلامی. شبلی النعمانی : علامةالهند الادیب والمورخ الناقد الاریب. السید سلیمان الندوی امیرالعلماء الهند فی عصره ، وشیخ الندویین.نفحات الهند والیمن باسانیدالشیخ ابی الحسن،کتاب الوفاباسماء النساء : اس میں آٹھ ہزار سے زیادہ محدثات کے تراجم وتذکرے ہیں۔اور جو حال ہی میں ۲۲رجلدوں میں شائع ہوئی ہے۔ان کے اس کارنامے سے نہ صرف ندوہ بلکہ ہندوستان کا نام روشن ہوا ہے۔

ان علمی کتابوں کی تصنیف کے علاوہ کئی اور کتابیں انہوں نے تعلیقات وحواشی کے ساتھ شائع کرائی ہیں۔عربی میں علامہ شبلی نعمانی اوران کے جانشین مولانا سید سلیمان ندویؒ کی سوانح عمری بھی قلم بند کی ہے۔مختلف ممالک کے سفرنامے بھی لکھے ہیں۔علامہ شبلی کے سفرنامہ اور ایک مضمون 'علامہ ابن تیمیہ حرانی' کا عربی میں ترجمہ بھی کیا ہے۔جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔

---

(۶۵)
سید محمد تقی فخر داعی گیلانی

سید محمد تقی فخر داعی گیلانی[۱۸۸۱-۱۹۶۴ء] ایران کے شہر گیلان میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم گیلان میں حاصل کی۔ پھر مزید تعلیم کے لئے تہران آ گئے۔تہران میں شیخ محمد طالقانی، آقائی میرزا مسیح سمنانی اور فاضل تفرشی جیسے اساتذہ سے علم وحکمت،فلسفہ اور دینیات کی تعلیم حاصل کی۔ بعدازاں تکمیل کے لئے عراق گئے اور ملا عبداللہ مازندرانی اوراخوند محمد کاظم خراسانی سے اکتساب فیض کیا اوران سے اجتہاد کا اجازت نامہ حاصل کیا۔انہی اساتذہ کے حکم پر جدید مطالعات اور دعوت وتبلیغ کے لئے سید محمد تقی فخر داعی گیلانی ۱۹۱۰ء میں بمبئی وارد ہوئے۔ یہاں وہ انجمن دعوت اسلامی سے وابستہ رہے۔

سید محمد تقی فخر داعی گیلانی ہندوستان میں تقریباً پندرہ برس مقیم رہے۔یہاں انہوں نے اردو اور انگریزی سیکھی۔اندور کے کسی کالج میں چار برس تک عربی،فارسی اور حکمت وفلسفہ کے

استاذ رہے۔ یہاں وہ بہت سے اہل علم سے ملے۔ جن میں علامہ شبلی بھی شامل ہیں۔ان سے وہ بے حد متاثر ہوئے بلکہ اس قدر متاثر ہوئے کہ زندگی کا ایک حصہ شبلی شناسی میں صرف کیا۔

۱۹۲۵ء کے بعد وہ ایران واپس گئے۔اور وزارت معارف وعلوم سے وابستہ رہے۔ادارہ معارف خوزستان کے پہلے سربراہ ہونے کا شرف بھی انہیں حاصل ہوا۔علاوہ ازیں شبلی شناسی کے دیگر موضوعات پر متعدد علمی کام کرتے رہے۔انگریزی اور اردو کی کئی اور کتابوں کے ترجمے کئے۔ دانیال دیفو، گستاولی بان، سر پرسی سائیکس کی کتابوں اور سرسید احمد خاں کی تفسیر کے بعض حصوں کا ترجمہ کیا۔ چنانچہ داعی اسلام اور فخر المحققین کے خطاب سے نوازے گئے۔ان کی خدمات کے اعتراف میں وزارت فرہنگ ایران نے 'نشان ایران' سے سرفراز کیا۔۱۹۶۴ء میں تہران میں انتقال کیا اور شہر قم میں تدفین ہوئی۔

(مجلّہ بازیافت لاہور،ص ۱۰-۱۱)

---

(٦٦)

مولانا محمد رضی نعمانی

مولانا محمد رضی نعمانی بنگلہ دیش کے ایک ممتاز اور بلند پایہ عالم ومصنف ہیں۔مگر ان کے سوانحی حالات دستیاب نہیں ہو سکے۔اردو کے پروفیسر غلام ربانی نے وعدہ کے باوجود فراہم نہیں کیا۔

---

(٦٧)

محمد زماں

محمد زماں ایک تعلیم یافتہ اور پشتو کے ساتھ فارسی اور دوسری زبانوں سے واقف تھے۔ حکومت افغانستان کے سرکاری مکتبہ ملی جو کابل میں قائم ہوا تھا اور جس نے متعدد کتابیں شائع کیں اس کے مدیر تھے۔مگر ترجمہ 'شعر العجم' کے سوا کسی اور علمی وادبی کام کا سراغ نہیں لگا۔ان کی سر پرستی میں مکتبہ ملی سے جو کتابیں شائع ہوئیں۔ان کی تفصیل بھی نہ مل سکی۔

---

(۶۸)

محمد سعادت

محمد سعادت نے ''سیرۃ النعمان'' کا پشتو میں ترجمہ کیا ہے۔اس کے سوااان کے بارے میں اور کچھ نہ معلوم ہوسکا۔البتہ ایک پشتو دوست نے سنی سنائی باتیں بتائیں کہ وہ پشتو زبان پر بڑی دسترس رکھتے تھے۔

---

(۶۹)

محمد سعید صدیقی

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۷۰)

شیخ محمد سلیم۔ایم اے

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۷۱)

پروفیسر محمد علی غوری

بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی اسلام آباد کے سابق صدر شعبہ عربی پروفیسر محمد علی غوری ۳۰/جولائی ۱۹۵۶ء کو کویت (عرب) میں پیدا ہوئے۔ابتدائی اور ثانوی تعلیم وہیں کویت میں حاصل کی،کویت ہی سے ۱۹۷۲ء میں میٹرک اور ۱۹۷۴ء میں ایف ایس سی کی اسنادلیں۔۱۹۷۸ء کویت یونیورسٹی سے شریعہ میں ایل ایل بی کیا۔بعدازاں ۱۹۸۴ء میں کیرو سے اسلامک اسٹڈیز میں پی جی کرنے کے بعد ۱۹۸۷ء میں پنجاب یونیورسٹی لاہور سے اسلامک اسٹڈیز ہی میں ایم اے کیا۔ ۲۰۰۰ء میں بین الاقوامی یونیورسٹی اسلام آباد سے پی ایچ ڈی کی۔ان کے مقالے کا عنوان ''**القصةالاجتماعية فی مصروباکستان فی العقد السادس من القرن العشرین**

دراسة مقارنة بين الادبين العربی والاردی. "

۱۹۹۲ء میں پروفیسر محمد علی غوری پنجاب یونیورسٹی لاہور پاکستان کے شعبہ عربی میں لکچرر مقرر ہوئے۔مختلف عہدوں پر فائز رہ کر ۲۰۰۰ء میں شعبہ عربی کے چیرمین نامزد ہوئے اور چار برس تک اس عہدہ پر متمکن رہے۔۲۰۱۶ء میں وظیفہ یاب ہوئے۔

انہوں نے عربی زبان وادب کے مختلف گوشوں پر ۲۵/سے زاید علمی وتحقیقی مقالات لکھے ہیں، جو عربی زبان وادب کے موقر رسائل میں شائع ہوئے ہیں۔علاوہ ازیں اردوزبان کی دو اہم کتابوں کا اردو سے عربی زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ دوسری کتاب مولانا سید ابوالاعلی مودودیؒ کی کتاب 'رسائل ومسائل' ہے۔جو۱۹۹۴ء میں المرکز العربی لاہور سے شائع ہوئی ہے۔ان کے علاوہ کچھ اور علمی کاموں میں وہ مشغول ہیں۔

پروفیسر محمد علی غوری کئی زبانوں عربی، انگریزی اور اردو پر عبور رکھتے ہیں۔اوران میں لکھ پڑھ بھی سکتے ہیں۔ وظیفہ کے بعد کویت میں مقیم ہیں۔اللہ تعالی انہیں صحت وتندرستی کے ساتھ لمبی عمر عطا فرمائے۔اور مزید علم وتحقیق کی توفیق ارزانی فرمائے۔

---

(۷۲)

محمد علی ملک

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۷۳)

محمد عنایت اللہ

محمد عنایت اللہ [م:۱۹۷۲ء] روزنامہ مشرق لاہور کے بانی ہیں۔گوجرہ کے رہنے والے تھے۔انہوں نے علامہ شبلی کے رسالہ 'تاریخ بدء الاسلام' کا اردو ترجمہ 'حیات النبی' کے نام سے کیا ہے۔ جسے مکتبہ رحمانی دہلی نے شائع کیا ہے۔سنہ اشاعت درج نہیں ہے۔

---

(۷۴)

محمد غوث سعید

محمد غوث سعید مترجم رسالہ ’کتب خانہ اسکندریہ‘ غلام محمد سعید کے صاحبزادے اور نواب مدارالمہام سرکار آصفیہ حیدرآباد کے پرائیویٹ سکریٹری تھے۔ اصلاً مدراس کے رہنے والے تھے۔ مگر حیدرآباد میں آبسے تھے۔

محمد غوث سعید کو انگریزی اور اردو دونوں زبانوں پر عبور حاصل تھا۔ ’کتب خانہ اسکندریہ‘ کے علاوہ ان کی ایک اور کتاب ’آیات القرآن فی اثبات التوحید و ابطال الشرک بالرحمن ‘ یادگار ہے۔ جو ۱۳۱۶ھ میں مطبع مفید عام آگرہ سے طبع ہوئی ہے۔

غلام محمد سعید کے بارہ میں اس سے زیادہ معلوم نہیں ہوسکا۔

---

(۷۵)

ملا محمد گل

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

---

(۷۶)

محمد لطفی جمعہ

محمد لطفی جمعہ [۱۸۸۶-۱۹۵۳ء] مصر کے نامور اہل قلم، ادیب، صحافی، ناول نگار، ڈرامہ نویس، ماہر قانون اور ماہر فلسفہ تھے۔ ان کا تعلق خانوادۂ رسالت سے تھا۔

محمد لطفی جمعہ ۱۸/جنوری ۱۸۸۶ء کو اسکندریہ مصر میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ ۱۹۰۳ء میں ثانوی تعلیم مکمل کی۔ اسی سال ان کی والدہ نے وفات پائی۔ بعدازاں لا اسکول میں داخل ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں قانون کی سند لی۔ ۱۹۱۲ء میں ڈاکٹریٹ مکمل کی۔ انہوں نے امریکن اسکول میں فلسفہ کی بھی تعلیم حاصل کی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ فلسفہ پر بھی ان کی گہری نظر تھی۔ اس موضوع پر انہوں نے مضامین اور بعض کتابیں بھی لکھی ہیں۔ ان کی یہ کتاب History of

islamic philosphers in the east and west بہت مقبول ہوئی۔

محمد لطفی جمعہ ایک بڑے مضمون نگار، ناول نگار، مصنف اور ماہر قانون داں تھے۔ عرب اکیڈمی آف دمشق کے رکن تھے۔ کئی زبانوں عربی، انگلش، فرنچ اور اطالوی زبانوں سے واقف تھے۔ لاطینی سے بھی واقف تھے۔ متعدد کتابیں ان کے قلم سے نکلیں۔ محمد کرد علی کے رسالہ 'المقتبس' میں مضامین لکھا کرتے تھے۔ انہوں نے برطانوی حکومت کے خلاف مضامین لکھے جو 'اخبار الزہر' میں شائع ہوئے۔ ان کی علمی و تعلیمی اور سماجی مضامین رسالہ خدیو، الاحرام، البلاغ، الظاہر، البیان اور المقتبس وغیرہ میں شائع ہوئے۔ علامہ شبلی کے مقالہ کتب خانہ اسکندریہ کی محمد لطفی جمعہ نے جو تلخیص کی تھی وہ المقتبس ہی میں شائع ہوئی تھی۔

بین الاقوامی سیاسیات محمد لطفی جمعہ کا خاص موضوع تھا۔ ادب، ادبی تنقید اور اقتصادیات پر بھی انہوں نے مضامین لکھے۔ ۱۹۳۰ء میں انہوں نے سب کے لئے مفت تعلیم کا نظریہ پیش کیا۔ ۱۹۳۳ء میں اپنے ناول 'آئیدہ' جو البلاغ میں بالاقساط چھپا تھا کتابی صورت میں شائع کیا۔

محمد لطفی جمعہ مفتی محمد عبدہ کے شاگرد تھے۔ بلنٹ (Willfrid scawen Blunt) ان کے پر جوش حامی تھے۔ دونوں کے درمیان جو خط کتابت ہوئی تھی اس کے ۲۰۳ رخطوط محفوظ ہیں۔ وہ مہاتما گاندھی سے بھی ملے تھے۔ اور دونوں کے درمیان آدھ گھنٹہ ملاقات رہی۔ اس میں اور باتوں کے ساتھ ہندو مسلم اتحاد پر گفتگو ہوئی۔

شیخ طنطاوی گوہاری نے محمد لطفی جمعہ کو اسلامی فلسفہ اور تصوف سے آگاہ کیا۔

محمد لطفی جمعہ کا شمار مصر کے نامور مصنّفین ومولفین میں ہوتا ہے۔ تاریخ فلاسفۃ الاسلام، فی الادب والنقد، تذکار الصبا، مباحث التاریخ، حیات الشرق، اور الشہاب الراصد، فی وادی الہموم ان کی مشہور ومعروف کتابیں ہیں۔ محمد لطفی جمعہ نے ۱۵ رجون ۱۹۵۳ء کو قاہرہ میں وفات پائی۔

---

(۷۷)

محمد منصور الدین

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہوسکیں۔

(۷۸)

محمد منصور انصاری

محمد منصور انصاری افغانستان کے ممتاز پشتو اہل قلم اور مصنف ومترجم تھے۔سرور خاں گویا اعتمادی وغیرہ نے نئی افغان نسل پر جو اثرات مرتب کئے تھے محمد منصور انصاری اس نقطہ نظر کے حامل ایک اہل قلم تھے۔

محمد منصور انصاری نے فارسی زبان میں کئی کتابیں سپرد قلم کیں اور کئی کتابوں کا اردو اور انگریزی زبانوں میں ترجمہ کیا۔ان میں سب سے معروف ومقبول علامہ شبلی کی کتاب ' شعر العجم ' کا فارسی ترجمہ ہی ہے۔جو ۱۹۲۷ء میں 'انجمن ادبی کابل' سے شائع ہوا ہے۔ان کے مزید حالات و سوانح معلوم نہیں ہو سکے۔

---

(۷۹)

محمد نواز محزون

محمد نواز محزون کے حالات اگر چہ معلوم نہ ہو سکے، تاہم وہ ایک ممتاز اہل قلم ہیں۔انہوں علامہ شبلی کے علاوہ مولانا سید سلیمان ندوی[۱۸۸۴-۱۹۵۳ء] کی ' سیرۃ النبی' کے بعض حصوں کا پشتو میں ترجمہ کیا ہے۔

---

(۸۰)

محمد ہادی حسین

محمد ہادی حسین [۱۹۰٦-۱۹۸۲ء]مشہور ادیب وشاعر،مصنف ومترجم اور دانش ور تھے۔ ۱۹۰٦ء میں گجرانوالہ پاکستان میں پیدا ہوئے۔اعلی تعلیم کے بعد سول سرونٹ ہوئے۔۱۹۷۵ء سے ۱۹۸۲ء تک ترقی اردو بورڈ کے صدر رہے۔۸/جنوری ۱۹۸۲ھ کو انتقال کیا۔کراچی کی خاک کا پیوند ہوئے۔ان کو انگریزی زبان پر بڑا عبور حاصل تھا اور ترجمہ نگاری میں مہارت حاصل تھی۔ چنانچہ انہوں نے متعدد اردو کتابوں کو انگریزی میں اور بعض انگریزی کتابوں کو اردو میں منتقل کیا۔

انگریزی تراجم میں علامہ شبلی کی کتاب 'سیرۃ النعمان' مولانا عبدالسلام ندوی[۱۸۸۳-۱۹۵۶ء] کی 'سیرت عمر بن عبدالعزیز' اور شاعر مشرق علامہ اقبال کی 'پیام مشرق' شامل ہیں۔ انہوں نے انگریزی میں سر سید احمد خاں[۱۸۱۷-۱۸۹۸ء] کی شخصیت پر بھی ایک کتاب لکھی ہے۔

اردو میں Sprit of Islam کا ترجمہ 'روح اسلام' کے نام سے کیا ہے۔ شعر اچھے کہتے تھے۔ 'لمحات جاوداں' کے نام سے شعری مجموعہ شائع ہو چکا ہے۔ نثر میں دو کتابیں 'شاعری اور تخیل' اور 'مغربی شعریات' لکھیں۔ تاہم ان کا شمار نامور مترجمین میں ہوتا ہے۔ اس حیثیت سے انہیں بڑی عزت حاصل تھی۔

---

(۸۱)

حافظ محمد یوسف فاضل باقوی

مولانا سید سلیمان ندوی نے ماہنامہ معارف کے شذرات میں جہاں ان کے ترجمے کا ذکر کیا ہے وہاں لکھا ہے کہ یہ تمل زبان کے ممتاز ادیب تھے۔ (شذرات سلیمان حصہ دوم ص ۹۲)

---

(۸۲)

ڈاکٹر سید محمود

ڈاکٹر سید محمود[۱۸۸۹-۱۹۷۱ء] ایک بڑے اہل علم، مصنف اور مشہور مجاہد آزادی تھے۔ وہ ضلع غازی پور کے ایک گاؤں سید پور بھتری میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم جون پور میں ہوئی۔ پھر وہ تعلیم کے لئے بنارس چلے گئے۔ یہاں سے علی گڑھ گئے اور پھر لندن گئے۔ بعد ازاں کیمبرج گئے اور وہاں سے بیرسٹری پاس کی۔ واپس آ کر مشہور قانون داں مسٹر مظہر الحق کی زیر نگرانی پٹنہ بہار میں وکالت شروع کی اور بڑے کامیاب وکیل اور بیرسٹر ثابت ہوئے۔

ان میں بنارس کے زمانہ قیام میں قومی و ملی جذبات پیدا ہو گئے تھے۔ جو علی گڑھ میں اور پروان چڑھے۔ یہاں وہ پورے انگریز مخالف ہو گئے تھے۔ ایم اے او کالج علی گڑھ میں ۱۹۰۷ء میں انگریز اساتذہ کے خلاف جو اسٹرائیک ہوئی تھی ڈاکٹر سید محمود اس میں پیش پیش تھے۔ بعد

ازاں وہ اعلیٰ تعلیم کے لئے یورپ گئے۔لندن اور جرمنی میں تعلیم کے باوجود ان کے جذبہ حریت میں کوئی کمی واقع نہیں ہوئی بلکہ اور بڑھتی گئی ۔ پٹنہ میں وکالت کے زمانہ میں وہ انڈین نیشنل کانگریس میں شامل ہوگئے اور جدوجہد آزادی میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے۔آزادی کے بعد وہ کانگریس اور حکومت کے مختلف مناصب پر فائز رہے ۔انہیں مسلمانوں کے حقوق کا ہمیشہ خیال رہا اور اس کے لئے بھی جدوجہد کرتے رہے۔ جب وہ بنارس میں زیر تعلیم تھے، اسی زمانہ میں علامہ شبلی نعمانی کی کتابیں پڑھیں اور بہت متاثر ہوئے۔لندن کے زمانہ قیام میں علامہ شبلی سے خط وکتابت رہی۔ان کی کتاب 'اورنگزیب عالم گیر پر ایک نظر' کا انگریزی میں ترجمہ یا خلاصہ اسی زمانہ قیام لندن میں شائع کرایا تھا۔مگر اس کا حوالہ دستیاب نہیں۔

انہیں علم وتحقیق سے ہمیشہ تعلق رہا۔ دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے لئے بھی وہ برابر فکرمند رہتے۔ اسی تعلق کے سبب وہ پہلے اس کے رکن پھر اس کی انتظامیہ کے صدر منتخب ہوئے، جس عہدہ پر وہ مدۃ العمر فائز رہے۔انہوں نے دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کی بڑی خدمات انجام دیں۔

انہیں تصنیف وتالیف سے بھی شغف تھا۔کئی کتابیں لکھیں اور بعض مرتب کیں۔ان میں رسالہ 'خلافت اور ہندوستان' خاص طور پر قابل ذکر ہے۔دیوان غالب بدایوں ایڈیشن کو انہیں نے مرتب کیا تھا۔متعدد علمی وادبی مضامین اور مقدمات ان کی یادگار ہیں۔بعض مسودات غیر مطبوعہ تھے۔انہیں ادب کے ساتھ دلچسپی تو تھی ہی خاص طور سے تاریخ پر بڑا شغف تھا۔اس پر ان کی نظر گہری تھی۔ ۲۸/اکتوبر ۱۹۷۱ء کو دہلی میں انتقال کیا اور دہلی کے مشہور قبرستان مہندیان میں سپرد خاک کئے گئے۔

---

(۸۳)

مولانا محی الدین خاں

مولانا محی الدین خاں [۱۹۳۵-۲۰۱۶ء] بنگلہ دیش اور بنگلہ زبان کے نامور عالم دین، داعی، خطیب، فقیہ، مصنف، مترجم، صحافی اور شاعر وادیب تھے۔وہ ۱۹/اپریل ۱۹۳۵ء کو کشور گنج

بنگلہ دیش میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم کے بعد ۱۹۵۱ء میں عالمیت اور ۱۹۵۳ء میں فضیلت کی۔ ۱۹۵۵ء میں مدرسہ عالیہ ڈھاکہ میں داخل ہوئے۔ یہاں سے انہوں نے ۱۹۵۵ء میں حدیث اور ۱۹۵۶ء میں فقہ میں 'کامل' کی اسناد حاصل کیں۔

انہیں بنگلہ زبان کے علاوہ اردو عربی اور فارسی زبانوں پر بھی دسترس حاصل تھی۔ اور ان میں وہ تحریر وتصنیف پر پورے طور پر قادر تھے۔ وہ اصلاً حلقہ دیوبند کے نمائندہ اور جمعیت علمائے اسلام بنگلہ دیش کے ایک بڑے خطیب اور رہنما تھا۔

ان کا شمار بنگلہ دیش کے نامور صحافیوں میں بھی ہوتا ہے۔انہوں نے ۱۹۶۰ء میں ہفتہ وار 'نیا زمانہ'، ۱۹۶۳ء سے ۱۹۷۰ء تک ماہنامہ 'دیشاری' ڈھاکہ کو مرتب کیا۔ ۱۹۶۱ء میں ماہنامہ 'مدینہ' ڈھاکہ جاری کیا اور آخری سانس تک اس کی ادارت کے فرائض انجام دئے۔ جس کی ایک لاکھ چالیس ہزار کاپیاں چھپتی تھیں۔

مولانا محی الدین خاں نے اسلام، اسلامی علوم وفنون، بنگلہ ادب اور ادب وسیرت کے فروغ واشاعت کے لئے بنگلہ دیش بھر میں معروف تھے۔ اوراس حیثیت سے انہوں نے بڑی خدمات انجام دیں اور بڑی نیک نامی حاصل کی۔ ۱۹۸۸ء میں وہ رابطہ عالم اسلامی مکہ مکرمہ کے رکن نامزد ہوئے۔ جاتیہ سیرت کمیٹی بنگلہ دیش کے بانی چیرمین بھی رہے۔ بنگلہ دیش میں موتمر **العالم الاسلامی** کے برسوں رکن رہے۔

وہ بنگلہ زبان کے ایک بڑے اہل قلم اور مصنف تھے۔ وہ تقریباً ۱۰۵ رکتابوں اور رسالوں کے مرتب ومترجم تھے۔ اس سلسلہ کے ان کے دو قابل ذکر علمی کارنامے ہیں۔ ایک مولانا مفتی محمد شفیعؒ [۱۸۹۷-۱۹۷۶ء] کی تفسیر 'معارف القرآن' کی تمام جلدوں کا بنگلہ زبان میں ترجمہ اوراس کی اشاعت۔ جسے ۱۴۱۳ھ میں شاہ فہد قرآن پرنٹنگ پروجیکٹ مدینہ نے شائع کرکے تقسیم کیا۔ دوسرا کارنامہ علامہ شبلی نعمانی اور مولانا سید سلیمان ندوی کی 'سیرۃ النبی' کی بنگلہ تلخیص وترجمہ اوراس کی اشاعت ہے۔ تجرید البخاری کا بھی انہوں نے بنگلہ زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ امام غزالی کی 'احیاء العلوم'، مولانا ابوالکلام آزاد کی انسانیت موت کے دروازے پر وغیرہ کا بنگلہ زبان میں ترجمہ کیا ہے۔ علاوہ ازیں اسلام اور ہماری زندگی، صراط مستقیم، پاک زمزم، انقلاب ۱۸۵۷ء،

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے غیر معمولی واقعات، سیرۃ النبیؐ وغیرہ ان کے اہم تراجم اور مطبوعات ہیں۔

مولانا محی الدین خاں نے ڈھاکہ میں ایک اشاعتی ادارہ مدینہ پبلی کیشنز بھی قائم کیا تھا۔ جس نے تقریباً ۶۰۰ رکتابیں قرآن، حدیث، تفسیر، تاریخ، سیر، لغت اور تراجم سے متعلق شائع کیں۔ ان کی گراں قدر خدمات کا اعتراف کیا جاتا ہے۔ ۲۵ رجون ۲۰۱۶ء کو انہوں نے ڈھاکہ میں انتقال کیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

---

(۸۴)

معید الدین خاں

سوانحی تفصیلات دستیاب نہ ہو سکیں۔

---

(۸۵)

مہدی حسن

یہ بنگلہ دیش کے رہنے والے تھے اور بنگلہ زبان میں انہوں نے ترجمہ نگاری کا کام کیا ہے۔ مگر ان کے حالات شاید کسی نے لکھے نہیں۔

---

(۸۶)

ڈاکٹر میر اسحاق شیخ

پروفیسر ڈاکٹر میر اسحاق شیخ [پ: ۲۵ رجون ۱۹۴۳ء] سولاپور مہاراشٹر کے رہنے والے ہیں۔ شیواجی یونیورسٹی کولہاپور میں مراٹھی کے پروفیسر تھے۔ ۲۰۰۳ء میں سبکدوش ہوئے اور اب علم وادب کی خدمت میں مصروف ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر میر اسحاق شیخ ۲۵ رجون ۱۹۴۳ء میں سولاپور مہاراشٹر میں پیدا ہوئے۔ ان کی تمام تر تعلیم مراٹھی میں ہوئی ہے۔ یہ مراٹھی میں ایم اے، ایم فل اور پی ایچ ڈی ہیں۔ انہیں

گورنر مہاراشٹر نے شیواجی یونیورسٹی کولہاپور کا سینٹ نامزد کیا تھا۔ یہ برسوں صوبہ مہاراشٹر سکنڈری اور ہائر سکنڈری ایجوکیشن بورڈ کے رکن بھی رہے۔ انہوں نے ایک ادبی تنظیم 'مسلم مراٹھی ساہتیہ پریشد' کی بنا ڈالی اور اس کے نائب صدر بھی ہیں۔ صوبہ مہاراشٹر ساہتیہ پریشد کی سولا پور شاخ کے سکریٹری اور کارگذار صدر کے عہدہ پر بھی کام کیا۔ غرض ہمیشہ متحرک رہے۔

انہوں نے مراٹھی میں کئی کتابیں لکھی ہیں۔ ان میں 'اردو راشٹریہ کویتا' اور 'مراٹھی راشٹریہ کویتا' وغیرہ شائع ہو چکی ہیں۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارک پوری کی مشہور کتاب 'الرحیق المختوم' کا انہوں نے مراٹھی زبان میں ترجمہ کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ ان کے چند مراٹھی تراجم جیسے 'اسلام چے دھرم نشٹ خلیفہ'، 'حضرت بلالؓ' اور علامہ شبلیؒ کی 'الفاروق' زیر اشاعت ہیں۔

---

(۸۷)

ڈاکٹر میکس بروس نادؔر

ڈاکٹر میکس بروس نادؔر [م: ۱۹۸۳ء] امریکہ کے رہنے والے اردو و فارسی کے ممتاز شاعر و ادیب ہیں۔ نادر ان کا تخلص ہے۔ شعری شعور بڑا رچا اور نکھرا ہوا ہے۔ جدید لب ولہجہ میں دادِ سخن دیتے ہیں۔

بھری محفل میں تنہائی بہت ہے
کسی کی یاد پھر آئی بہت ہے
ترے حصے میں ہر قطرہ ہے دریا
مرے حصے میں پیاس آئی بہت ہے

ایک رنگ شعر یہ بھی ہے۔

وہ شوخ انتقام کا خوگر نہیں رہا
شیشہ گروں کے شہر میں پتھر نہیں رہا

ڈاکٹر میکس بروس کیلیفورنیا میں پیدا ہوئے۔ وہیں ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ یونیورسٹی آف کیلیفورنیا سانتا کروز سے بی اے کی سند لی۔ بعد ازاں وہ ہندوستان آئے اور امیریکن انسٹی ٹیوٹ

آف انڈین اسٹڈیز سے اردو اور فارسی کے سرٹیفکیٹ حاصل کئے۔اس کے بعد یونیورسٹی آف ٹکساس امریکہ کے شعبہ مطالعات ایشیائی میں سید اکبر حیدری کی نگرانی میں ایم اے اور پی ایچ ڈی کی۔ایم اے کا عنوان The Aesthetics of Appropriation: Ghlib's Persian Ghazal Poetry and its Critics تھا۔پی ایچ ڈی کے مقالے کا عنوان Classical Islam through Indian Eyes: The Many of Shibli Nomani تھا۔ان کی کتاب Syria:A Travelogue ۲۰۲۰ء میں Syracuse University Press سے شائع ہوئی۔جو اصلاً علامہ شبلی کے سفرنامہ روم ومصروشام کا انگریزی ترجمہ ہے۔چند کتابیں زیرِطبع ہیں۔ان میں ایک کتاب کا نام Urdu Vocabulary: A Workbook for Intermrdiate and Advanced Students ہے۔یہ طباعت کے لئے Edinburgh University جا چکی ہے۔انسائیکلوپیڈیا آف اسلام اور انسائیکلوپیڈیا آف ایرانیکا کے لئے بھی وہ جنوبی ایشیائی اسلامی مفکرین کے بارے میں مضامین لکھے ہیں۔ان میں بہت سی ایسی شخصیات بھی شامل ہیں جن پر ابتک انگریزی میں ایک حرف نہیں لکھا گیا تھا۔

مرزا فرحت اللہ بیگ، مولانا حمیدالدین فراہی، مولانا عبدالسلام ندوی، احمد حسین امجد حیدرآبادی کی شخصیت پر حال میں مضامین لکھے ہیں۔اپنے استاذ کے ساتھ ایک اردو مجلّہ بھی شائع کررہے ہیں۔جس سے وہ بڑی دلجمعی سے مرتب کررہے ہیں۔اس مجلّہ کا پہلا شمارہ شائع ہو چکا ہے اور دوسرا شمارہ زیرِترتیب ہے۔

ڈاکٹر میکس نادراب کیلیفورنیا یونیورسٹی امریکہ کے شعبہ اردو میں استاذ ہیں۔انہیں اردو سے انگریزی اور انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرنے پر پوری قدرت حاصل ہے۔وہ فارسی کو بھی اردو اور انگریزی میں بآسانی منتقل کردیتے ہیں۔

فارسی شعرا میں حافظ وسعدی اور اردو شعرا میں غالب واقبال اور علامہ شبلی نعمانی سے خاصے متاثر ہیں۔ادبی تنظیموں نے ان کی ادبی خدمات کے اعتراف میں 'اسرارالحق مجاز' اور 'ڈاکٹر گوپی چند نارنگ' ایوارڈ سے سرفراز کیا ہے۔ان سے اردو والوں کو بڑی توقع ہے کہ یہ یورپ و امریکہ میں اردو کے ایک بڑے سفیر ثابت ہوں گے۔

(۸۸)

میمونہ سلطان شاہ بانو بیگم

میمونہ سلطان شاہ بانو فرماں روائے بھوپال نواب بیگم سلطان جہاں [۱۸۵۸-۱۹۳۰ء] کی بہو اور نواب حمیداللہ خاں [۱۸۹۴-۱۹۶۰ء] کی بیگم تھیں۔ سلطان جہاں بیگم نے اپنے صاحبزادے کی کم عمری میں شادی کر کے انہیں اپنے ساتھ رکھا تا کہ وہ خود ان کی تعلیم و تربیت کر سکیں۔ چنانچہ بیگم صاحبہ نے ان میں علمی اور دینی کاموں سے دلچسپی پیدا کر دی تھی۔ انہوں نے ان سے کئی کتابیں اور رسالے لکھوائے اور ترجمہ کرائے اور انہیں مطبع سلطانی بھوپال سے نہایت اہتمام سے شائع کرایا۔ انہیں میں رسالہ 'آغاز اسلام' ترجمہ 'تاریخ بدء الاسلام' بھی ہے۔ جس کے ابتک متعدد ایڈیشن ہندو پاک سے شائع ہو چکے ہیں۔ ایک محقق ایڈیشن 'سیرت طیبہ' کے نام سے لاہور سے شائع ہوا ہے۔ اس کے علاوہ درج ذیل رسائل اور ترجمے بھی ان کی یادگار ہیں۔

۱۔ بچوں کے لئے اخلاقی حکایات [مطبوعہ: ۱۹۱۶ء]، ۲۔ فرائض مادری، ۳۔ حفظان صحت اور تربیت اولاد [مطبوعہ: ۱۹۱۸ء]، ۴۔ عیدین، ۵۔ سیاحت سلطانی، ۶۔ ذکر مبارک، ۷۔ خلافت راشدہ، ۸۔ سلک مروارید حصہ اول تا چہارم (اکابر اسلام کی تاریخی حکایات)، ۹۔ گل و ریحان، ۱۰۔ عورتوں اور بچوں کے حقوق وغیرہ۔

---

(۸۹)

ہمشیرہ محمد نادر شاہ

افغانستان کے بادشاہ محمد نادر شاہ کی ہمشیرہ اور سعداللہ خاں وزیر اعظم افغانستان کی والدہ علیا جناب نے 'الفاروق' کو سب سے پہلے فارسی جامہ پہنایا۔ اس کی تصحیح و مراجعت کا کام مولوی نجف علی عاصی جلال پوری نے انجام دیا اور اسے حاجی عبدالستار نے قندھار سے نہایت اہتمام سے شائع کیا۔ اس کا دوسرا ایڈیشن بھی طبع ہوا ہے۔ جس کا ذکر باب اول میں آ چکا ہے۔

مترجمہ مرحومہ کے حالات و سوانح اور دوسرے علمی کاموں کا باوجود شاہی خاندان سے تعلق ہونے کے علم نہ ہو سکا۔ اگر کسی کے دسترس میں ہوں تو راقم کو ضرور مطلع فرمائیں گے۔ تا کہ

دوسرے ایڈیشن میں اس کا اضافہ کیا جاسکے۔

---

(۹۰)

ڈاکٹر ہیفاء شاکری

ڈاکٹر ہیفاء شاکری [پ: ۱۹۷۷ء] جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی کے شعبہ عربی کی لائق استاذ ہیں۔ جامعہ ہی ان کی مادر علمی ہے۔ یہیں سے انہوں نے بی اے، ایم اے اور پی ایچ ڈی کی اسناد لی ہیں اور اب یہیں وہ عربی زبان وادب کی تدریسی خدمات بھی انجام دے رہی ہیں۔ انہیں لکھنے پڑھنے اور ترجمہ کرنے کا اچھا ذوق ہے۔

علامہ سید سلیمان ندوی کے مطابق مستشرقین کی دسیسہ کاریوں کی تردید اوران کے مسکت جواب کے لئے اسلام کی صف سے جو پہلا شیر دل شخص میدان میں آیا وہ علامہ شبلی کی ذات گرامی تھی۔ انہوں نے مستشرقین کی تخریبی تحریروں کے خلاف ایک تحریک برپا کردی اوران کے خلاف متعدد تحریریں لکھیں۔

ڈاکٹر ہیفاء شاکری نے مستشرقین سے متعلق علامہ شبلی نعمانی کے منتخب مضامین ومقالات کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔ ''**مقالات شبلي في الاسلام والمستشرقين**'' کے نام سے یہ ترجمہ پہلے ہندوستان سے روز ورڈ بکس نئی دہلی نے ۲۰۱۵ء میں شائع کیا۔ بعدازاں سعودی عرب کی ایک برقی ویب سائٹ نے شائع کیا۔

ضرورت ہے کہ مستشرقین کی تردید میں علامہ شبلی نعمانی کے قلم سے جو تحریریں نکلیں اور جنہیں مولانا عبدالرحمٰن پرواز اصلاحی نے دارالمصنّفین شبلی اکیڈمی اعظم گڑھ کے سلسلہ اسلام اور مستشرقین کے تحت یکجا کر کے شائع کیا ہے، ان کا اوران سے متعلق دوسرے مقالات کا عربی میں ترجمہ کیا جائے۔ اور پھر ان کی روشنی میں عربی زبان میں ایک مبسوط مقالہ لکھا جائے، تاکہ عرب دنیا کو معلوم ہوسکے کہ ہندوستان کی سرزمین سے اسلام کے کیسے کیسے جانباز سپاہی پیدا ہوئے اورانہوں نے کیسے کیسے علمی وتحقیقی کارنامے انجام دئے۔

---

(۹۱)

یوسف صالح قراچہ ندوی

ترک مصنف ومترجم اوردانش وریوسف صالح قراچہ [۱۹۳۶-۲۰۲۰ء] کاشمار موجودہ ترکی کے اہم علماءاوردانش وروں میں ہوتا ہے۔وہ ترکی کے موجودہ صدررجب طیب اردغان کے استاذ ومربی تھے۔جدیدترکی کے قیام وترقی میں ان کا بھی حصہ ہے۔انہوں نے اپنی تصنیفات و تالیفات سے ترک نوجوانوں پر صالح اثرات مرتب کئے ہیں۔

یوسف صالح قراچہ ۱۹۳۶ء میں بمقام قیصری ترکی میں پیدا ہوئے۔ابتدائی تعلیم کے بعددارالحکومت استنبول گئے اورمدرسہ امام حاطپ میں تعلیم حاصل کی ۔ یہاں وہ طالب علم کے ساتھ موذن بھی رہے۔ یہاں سے ہائی اسکول پاس کیااورایک ڈاکٹرجن کا نام معلوم نہیں ہوسکا، اس کی مدد سے اعلیٰ تعلیم کے لئے ۱۹۵۹ء میں ندوۃ العلماء لکھنو آئے اورتین برس بعد۱۹۶۲ء میں تکمیل کے بعدترکی واپس ہوئے۔لکھنو کے زمانہ قیام میں انہوں نے لکھنو یونیورسٹی کے امتحان فاضل میں شریک ہوئے اوراس کی سند لی۔ یہاں انہوں نے مولانا سیدابوالحسن علی ندویؒ[۱۹۱۴-۱۹۹۹ء] سے استفادہ کیا۔اوراسی تعلق کی بنا پرانہوں نے مولاناعلی میاںؒ کی متعدد کتابوں کا ترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ بلکہ ایک مصنف کے بقول اس حیثیت سے وہ معروف ہیں۔

علاوہ ازیں علامہ شبلی نعمانی ،مولانا سیدسلیمان ندوی،علامہ اقبال،مفکراسلام مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی اورشیخ الحدیث مولانامحمدزکریاکاندھلویؒ کی کتابوں کوترکی زبان میں ترجمہ کیا۔ علامہ شبلی نعمانی کی تین کتابوں 'الفاروق'، 'سیرۃ النبی' اور 'سفرنامہ روم ومصروشام' کاترکی زبان میں ترجمہ کیاہے جوشائع ہوکربقول یوسف صالح قراچہ مرحوم ترکی میں بےحدمقبول ہیں اوران کے کئی کئی سوکےایڈیشن طبع ہوئے ہیں۔

'سفرنامہ روم ومصرشام' کےترکی ترجمہ کی سخت ضرورت تھی۔خداجانے اسے کیوں ابتک ترک لباس سےمحروم رکھا گیا تھا۔البتہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جب 'الفاروق' اورسیرۃ النبیؐ کا ترجمہ عمررضادوغرل بک کرچکے تھےاوروہ قسطنطنیہ کےاہم اشاعتی اداروں سےشائع بھی ہوچکا تھا تویوسف صالح قراچہ نےترجمہ کی دوبارہ زحمت کیوں کراٹھائی۔؟

۲۰۱۴ء میں علامہ شبلی صدی تقریبات میں شرکت کے لئے یوسف صالح قراچہ اعظم گڑھ تشریف لائے تھے۔اس موقع پر ان سے دید وشنید کا شرف راقم کو بھی حاصل ہوا۔افسوس کہ ابھی چند روز ہوئے قراچہ صاحب نے عالمی وبا 'کورونا' میں مبتلا ہوکر ۲۴ر دسمبر ۲۰۲۰ء کو داعی اجل کو لبیک کہا۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔اللہ تعالی غریق رحمت کرے۔

---

[۹۲]

پروفیسر یوسف عامر

پروفیسر یوسف عامر صاحب سابق وائس چانسلر جامعہ ازہر مصر اردو وعربی زبان میں متعدد کتابوں کے مصنف،مولف اور مترجم ہیں۔اور نامور عرب اسکالر ہیں۔

ان کی ابتدائی اور ثانوی تعلیم جامع ازہر مصر میں ہوئی۔۱۹۸۶ء میں جامع ازہر سے بی اے کرنے کے بعد جامعہ ملیہ اسلامیہ دہلی آئے۔اور ۱۹۹۲ء میں اردو سے ایم اے اور ۱۹۹۷ء میں پی ایچ ڈی کی سند حاصل کی۔''دراسة مقارنة بين الشعر الاردی والعربی المعاصرون ''ان کے تحقیقی مقالے کا عنوان تھا۔مصر واپس جا کر ۱۹۹۷ء میں جامع ازہر کے شعبہ اردو میں استاذ مقرر ہوئے۔اپنی علمی وتعلیمی صلاحیتوں کی بنا پر ترقی کر کے جامع ازہر کے وائس چانسلر کے عہدہ پر فائز ہوئے۔اور اسے بڑی ترقی دی۔

انہوں نے اردو زبان وادب کی بڑی خدمات انجام دی ہیں۔تدریس کے ذریعہ بھی اور تصنیف وتالیف وترجمہ کے ذریعہ سے بھی۔ان کے قلم سے اردو وعربی میں متعدد کتابیں اور مضامین ہندوپاک اور مصر کے رسائل ومجلّات میں شائع ہوئے۔

اردو اساطین،مصنّفین،نقادوں اور دانش وروں کے افکار ونظریات کو عربی میں پیش کرنے کا ایک بڑا کارنامہ ان کی بدولت انجام پایا ہے۔سرسید احمد خاں،مولانا الطاف حسین حالی اور علامہ شبلی نعمانی پر ان کے کئی اہم علمی وتحقیقی مقالات شائع ہوئے ہیں۔

علامہ شبلی نعمانی کی 'سیرۃ النبیؐ جس کی تکمیل کا شرف ان کے شاگرد خاص اور جانشین مولانا سید سلیمان ندوی کو حاصل ہے،اسے معتبر ترین سیرت ہونے کا فخر حاصل ہے۔ڈاکٹر یوسف عامر

نے نہ صرف اس کا عربی میں ترجمہ کیا بلکہ ان کی سیرت نگاری اور اصول سیرت نگاری پر محققانہ مقالات بھی لکھے ہیں۔

سیرت کی ابتدائی دونوں جلدوں کوانہوں عربی میں منتقل کیا ہے اور بقیہ دوسری جلدوں کو دوسرے معتبر اہل قلم سے عربی میں ترجمہ کرا کے انتہائی خوب صورت اور دیدہ زیب طباعت سے آراستہ کیا ہے۔اس طرح ڈاکٹر یوسف عامر نے علامہ شبلی کے ایک خواب کوشرمندہ تعبیر کیا ہے۔

کتابیات

کتب

[آ]

۱۔ آثار شبلی۔علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۳ء

۲۔ آغاز اسلام ترجمہ بدءالاسلام، میمونہ سلطان شاہ بانو، مطبع سلطانی بھوپال، ۱۹۱۵ء

[الف]

۳۔ ابوالعلا مالہ وماعلیہ۔عبدالعزیز میمنی، مطبعہ السّلفیہ قاہرہ،۱۳۴۴ھ

۴۔ اردوادب کے ارتقامیں بھوپال کا حصہ، ڈاکٹر سلیم حامد رضوی، باب العلم پبلی کیشنز بھوپال طبع دوم۲۰۱۴ء

۵۔ اردو ترجمہ مکاتیب شبلی۔ڈاکٹر خالد ندیم، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء

۶۔ اردو میں تدوین متن فن اور روایت، ڈاکٹر عقیل احمد، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس دہلی، ۲۰۲۰ء

۷۔ اقبال اور دبستان شبلی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۵ء

۸۔ الامام ابن تیمیہ الحرانی۔العلامہ شبلی النعمانی۔مترجمہ دکتور محمد اکرم الندوی، دارالبشائر الاسلامیہ۔بیروت، ۲۰۱۹ء

۹۔ الانتقاد علی تاریخ التمدن الاسلامی، علامہ شبلی نعمانی، مرتبہ ڈاکٹر اجمل ایوب اصلاحی دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۴ء

۱۰۔ التراث المنقول۔مترجمہ دکتور اورنگزیب اعظمی، دارالکتب العلمیہ بیروت ۲۰۱۷ء

۱۱۔ الجزیہ۔علامہ شبلی نعمانی، مفید عام آگرہ

۱۲۔ الحرکۃ العلمیہ وکیف طورہا الاسلام۔شبلی النعمانی، مترجمہ دکتور اورنگزیب الاعظمی، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۲۰۱۸ء

۱۳۔ الغزالی۔علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۷ء
۱۴۔ الفاروق۔علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۲ء
۱۵۔ الفاروق ایک مطالعہ۔ پروفیسر یاسین مظہر صدیقی، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ،۲۰۰۴ء
۱۶۔ المامون۔علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۱۹۹۲ء
۱۷۔ اورنگزیب عالم گیر پر ایک نظر۔علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۹ء
۱۸۔ انتخاب کلام اقبال سہیل۔ضیاءالدین اصلاحی، اتر پردیش اردو اکادمی لکھنو، ۱۹۸۹ء

[ت]

۱۹۔ تاریخ التمدن الاسلامی (۱-۳) جرجی زیدان، الہلال مصر،۱۹۰۴ء
۲۰۔ تاریخ بدءالاسلام۔علامہ شبلی، مرتبہ ڈاکٹر محمد اجمل اصلاحی دارالمصنّفین اعظم گڑھ ۲۰۱۶
۲۱۔ تذکرہ شعرائے بدایوں، جلد اول۔شہید حسین بدایونی، بدایوں اکیڈمی، ۱۹۸۷ء
۲۲۔ تذکرہ علماء خیبر پختونخوا، محمد قاسم بن محمد امین صالح، دارالقرآن والسنۃ، صوابی، ستمبر ۲۰۱۵ء
۲۳۔ تذکرہ ماہ وسال۔ مالک رام، مکتبہ جامعہ دہلی، ۱۹۹۱ء
۲۴۔ تنقیدیں۔ پروفیسر خورشید الاسلام، انجمن ترقی اردو، دہلی ۱۹۶۴ء

[ح]

۲۵۔ حیات النبی، خلاصہ بدءالاسلام، عنایت اللہ، تاج کمپنی کراچی، ب ت
۲۶۔ حیات سلیمان۔شاہ معین الدین احمد ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ ۱۹۸۰ء
۲۷۔ حیات شبلی۔مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۵ء

[خ]

۲۸۔ خاطرات۔ظفر حسن ایبک، سنگ میل پبلی کیشن لاہور، ۱۹۹۰ء
۲۹۔ خطوط شبلی۔محمد امین زبیری، ظل السلطان بک ایجنسی۔بھوپال [ب ت]
۳۰۔ خطوط محمد علی۔محمد سرور، مکتبہ جامعہ ملیہ، دہلی، ۱۹۴۰ء

[د]

۳۱۔ دارالمصنّفین کی تاریخی خدمات۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، خدابخش، پٹنہ،۲۰۰۲ء

[ر]

۳۲۔ رحالۃ ہندی فی بلاد الشرق العربی۔ مترجم دکتور جلال سعید الحفناوی، المرکز القومی، ۲۰۰۲ء

[س]

۳۳۔ سبطین احمد حیات وادبی خدمات، تسلیم غوری بدایونی، حامد میموریل لائبریری بدایوں ۲۰۰۹ء

۳۴۔ سفرنامہ روم ومصر وشام۔ علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۹ء

۳۵۔ سوانح مولانا روم۔ علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۰ء

۳۶۔ سیرۃ النبی، اول ودوم۔ علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، طبع جدید ۲۰۰۲ء

۳۷۔ سیرۃ النعمان۔ علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء

۳۸۔ سیرت طیبہ۔ میمونہ سلطان شاہ بانو، یونیورسل بکس لاہور، ۱۹۸۲ء

[ش]

۳۹۔ شبلی اور جہان شبلی۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۲ء

۴۰۔ شبلی: خودنوشتوں میں۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۸ء

۴۱۔ شبلی سخنوروں کی نظر میں۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۱ء

۴۲۔ شبلی شناسی کے سو سال۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ اعظم گڑھ، ۲۰۱۴ء

۴۳۔ شبلی کی آپ بیتی۔ ڈاکٹر خالد ندیم، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۶ء

۴۴۔ شذرات سلیمانی، جلد اول۔ مطبوعہ دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۰ء

۴۵۔ شذرات سلیمانی، جلد دوم۔ مطبوعہ دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۷ء

۴۶۔ شذرات سلیمانی، جلد سوم۔ مطبوعہ دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۸ء

۴۷۔ شذرات شبلی۔ ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۴ء

۴۸۔ شعر العجم (حصہ اول تا پنجم)۔ علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ، ۲۰۱۸ء

[ع]

۴۹۔ عکس ونقش۔ نایاب حسن، مرکزی پبلی کیشنز، نئی دہلی، ۲۰۱۷ء

۵۰۔ علامہ سید سلیمان ندوی بحیثیت مورخ، ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، خدا بخش پٹنہ، ۲۰۰۱

۵۱۔ علم الکلام۔علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۱۹۹۳ء

[ف]

۵۲۔ فروغ جاوداں۔ترجمہ سیرۃ النبی،مترجم ابوالحسین عبدالمجید مرادزہی خاشی، کتاب خانہ قلم زاہدان،ایران ۱۴۳۸ھ

[ق]

۵۳۔ قد اور سائے۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی،ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۱۹ء

[ک]

۵۴۔ کتابیات شبلی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۱ء

۵۵۔ کتب خانہ اسکندریہ۔علامہ شبلی نعمانی،مطبع مفید عام،آگرہ،۱۹۰۲ء

۵۶۔ کلام شبلی کے اعلام واشخاص،ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی،ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۲۰ء

[م]

۵۷۔ متاع رفتگاں۔شاہ معین الدین احمد ندوی،مرتبہ: ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، دارالمصنّفین، اعظم گڑھ،۲۰۱۷ء

۵۸۔ متعلقات شبلی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی،ادبی دائرہ اعظم گڑھ،۲۰۰۸ء

۵۹۔ مختصر حیات حمید۔مولانا عبدالرحمٰن ناصر اصلاحی، دائرہ حمیدیہ سرائے میر

۶۰۔ مراسلات شبلی۔علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۲۰۱۶ء

۶۱۔ مسلم انڈیا۱۸۵۷-۱۹۴۷ء اے ببلوگرافیکل ڈکشنری۔پروفیسر احمد سعید،لاہور

۶۲۔ مسلمانوں کی گذشتہ تعلیم۔علامہ شبلی نعمانی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۱۸۸۷ء

۶۳۔ مشاہیر کے خطوط بنام مولانا سید سلیمان ندوی، دارالمصنّفین اعظم گڑھ۱۹۹۲ء

۶۴۔ معارف جمیل۔حکیم آزاد انصاری،حیدرآباد دکن،س،ن۔

۶۵۔ مقالات شبلی فی الاسلام والمستشر قین،مترجمہ د۔ہیفاء شاکری،روز ورڈ بکس دہلی،2015

۶۶۔ مقالات شبلی جلد ہشتم،مولانا سید سلیمان ندوی۔دارالمصنّفین اعظم گڑھ،۱۹۳۸ء

۶۷۔ مقالات یوم شبلی۔مرتبہ حافظ نذر احمد مسلم اکیڈمی لاہور،۱۹۸۶ء

۶۸۔ مکاتیب شبلی جلد اول۔مولانا سید سلیمان ندوی۔دار المصنّفین اعظم گڑھ ۱۹۲۸ء
۶۹۔ مکاتیب شبلی جلد دوم۔مولانا سید سلیمان ندوی، دار المصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۷۱ء
۷۰۔ مکتوبات، ضیاء احمد بدایونی، ایجوکیشنل بک ہاؤس علی گڑھ۔، ۱۹۶۷ء

[ن]

۷۱۔ نبویؐ اخلاق۔مولانا عزیز الرحمٰن سیفی، صداقت خیر ندویہ تولنہ کندھار، ۲۰۰۹ء
۷۲۔ نقوش شبلی۔ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی، ادبی دائرہ، اعظم گڑھ، ۲۰۲۰ء

[و]

۷۳۔ وفیات اہل قلم۔ڈاکٹر محمد منیر احمد سلیچ، اکادمی ادبیات پاکستان، ۲۰۱۰ء

[ی]

۷۴۔ یادرفتگاں۔مولانا سید سلیمان ندوی، دار المصنّفین اعظم گڑھ، ۱۹۹۲ء
۷۵۔ یاران مہر و وفا۔مولانا وزیر احمد اعظمی ندوی، مکتبہ ضیاء الکتب، خیر آباد مئو، ۲۰۲۰ء

رسائل:

۷۶۔ ماہنامہ ارمغان، پھلت مظفر نگر۔مارچ ۲۰۲۱ء، مدیر وصی سلیمان ندوی
۷۷۔ اسلام اور عصر جدید دہلی، خصوصی شمارہ نذر شبلی، اپریل تا جولائی ۲۰۰۸ء
۷۸۔ البصیر، شبلی نمبر۔مدیر: عبید اللہ خاں، اسلامیہ کالج چنوٹ ۱۹۵۷ء
۷۹۔ بازیافت لاہور، شبلی نمبر، جولائی دسمبر ۲۰۱۵ء، : مدیر ڈاکٹر محمد کامران
۸۰۔ ماہنامہ تحریک دہلی، سلور جبلی نمبر ۱۹۷۸ء، مدیر گوپال متل
۸۱۔ مجلّہ ثقافۃ الہند۔نئی دہلی۔ستمبر ۱۰۱۵ء
۸۲۔ سہ ماہی فکر و نظر۔اسلام آباد، اکتوبر۔دسمبر ۲۰۰۲ء، مدیر: صاحبزادہ ساجد الرحمٰن
۸۳۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ۔سلیمان نمبر ۱۹۵۵ء، مدیر: مولانا شاہ معین الدین احمد ندوی
۸۴۔ ماہنامہ معارف اعظم گڑھ: فروری ۱۹۴۰ء، فروری، مارچ ۱۹۹۸ء، جون ۲۰۰۰ء مئی ۲۰۱۵ء
۸۵۔ ماہنامہ نیا دور لکھنؤ۔یادرفتگاں نمبر مدیر: امیر احمد صدیقی، اپریل۔دسمبر ۱۹۸۸ء

اشاریہ

تصانیف شبلی کے تراجم

مرتبہ

مولانا محمد عرفات اعجاز اعظمی

اشخاص

کتب ورسائل

(ب)

(س)

مقامات

TASANIF-E-SHIBLI KE TARAJIM

by

Dr. Mohammad Ilyas Azmi

شبلی شناسی کی نئی منزل

علامہ شبلی [۱۸۵۷-۱۹۱۴ء] ان اہل علم و دانش میں تھے، جو جو نوآبادیاتی دور کی محرکات سے واقف تھے، اور اس کے ساتھ مسلمانان برعظیم کی تہذیبی شناخت کے استحکام اور ان کی دینی و دنیوی ترقی و وجاہت کے خواب دیکھتے تھے۔ انہوں نے مسلمانانِ برعظیم کی شناخت میں مسلم امت کا تصور دھندلانے نہ دیا۔ مسلم تہذیب و تاریخ پر قلم اٹھا کر مسلمانوں کی علم دوستی، عدل و انصاف اور رواداری کے خصائص نمایاں کئے۔ 'الفاروق' میں تو انہوں نے یہ بھی بتادیا کہ مسلم اسلاف نے اداروں کی تشکیل میں اس روایت کو حرز عمل بنایا جو ان کے بنیادی عقیدہ و عمل سے متصادم نہ تھی۔ انہوں نے بالواسطہ واضح کر دیا کہ مسلمانان برعظیم بھی اپنے اسلاف کی پیروی میں ہر اس تبدیلی کو اختیار کر سکتے ہیں جس سے ان کے عقائد پر زد نہ پڑتی ہو۔

علامہ شبلی کی تصانیف آج بھی اپنے اندر معنویت رکھتی ہیں، اور اہل قلم بجا طور پر ان کے جائزہ و تجزیہ میں مصروف ہیں۔ آج اردو داں دنیا میں یوں تو بیسیوں افراد علامہ شبلی کے ثنا خواں ہیں، مگر یکے بعد دیگرے اپنی تصنیفات کے ذریعے ڈاکٹر محمد الیاس الاعظمی نے اپنے لئے جو مقام پیدا کیا ہے، وہ بے مثل ہے۔ "تصانیف شبلی کے تراجم" شبلی شناسی کے سلسلے میں ان کی ۱۹/ویں کاوش ہے۔ امید واثق ہے کہ حسب سابق اسے بھی پذیرائی ملے گی۔

ڈاکٹر سفیر اختر

ISBN 978-93-90789-15-3
978-93-90789-15-3
www.ephbooks.com

EDUCATIONAL
PUBLISHING HOUSE
New Delhi , INDIA